فلسفۂ مذاہب

امولیہ رنجن مہاپتر   مترجم: یاسر جواد

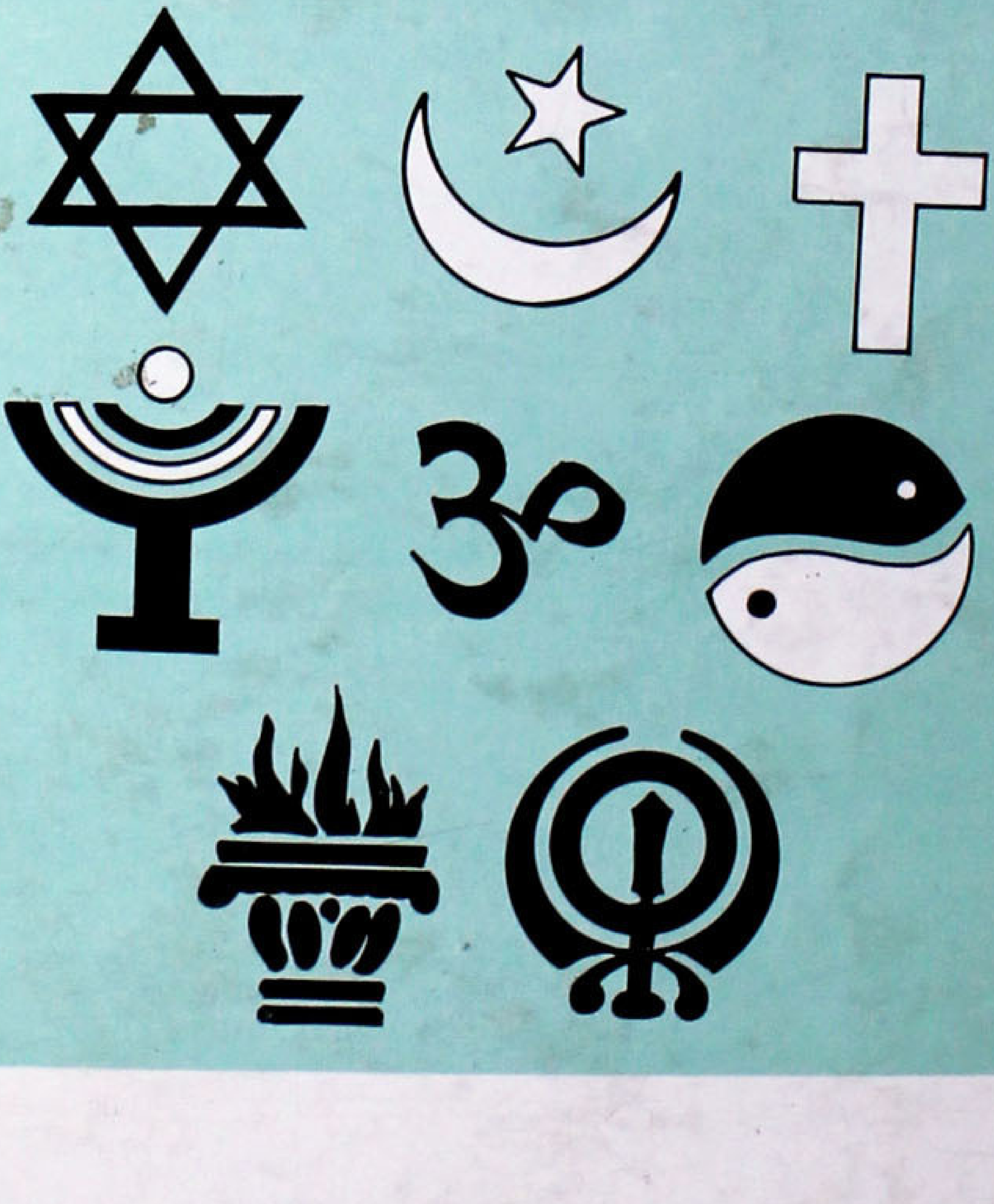

Marfat.com

فلسفۂ مذاہب

مصنف

امولیہ رنجن مہاپتر

مترجم: یاسر جواد

فکشن ہاؤس

۱۸- مزنگ روڈ، لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	=	فلسفہ مذاہب
مصنف	=	امولیہ رنجن مہاپتر
مترجم	=	یاسر جواد
پبلشرز	=	فکشن ہاؤس 18 مزنگ روڈ لاہور فون 7237430 ' 7249218
پروڈکشن	=	ظہور احمد خاں' رانا عبدالرحمان
معاون	=	ایم سرور
پرنٹرز	=	زاہد بشیر پرنٹرز لاہور
سرورق	=	ریاظ
اشاعت	=	1998
قیمت	=	150 روپے

میں نے ادیان کے بارے میں گہرے تفکر میں تحقیق کی
اور انہیں کئی شاخوں والی جڑوں کی طرح پایا
کسی سے اس کے دین کے بارے میں مت پوچھو
(ایسا کرنا) اسے جڑ سے جدا کر دیتا ہے
اصل اسے ڈھونڈ لے گا
جیسے جیسے معنی آشکار ہوں گے، وہ جان لے گا

(حسین بن منصور حلاج)

Marfat.com

فہرست

پیش لفظ 9

حصہ اول (فلسفہ مذاہب)

1- فلسفۂ مذاہب 13

فلسفہ کیا ہے؟ ___ فلسفہ اور زندگی ___ عقیدہ اور مذہب ___ عقیدے کی تعریف ___ فلسفہ اور مذہب کے درمیان تعلق ___ فلسفۂ مذہب ___ فلسفۂ مذہب کی نوعیت اور وسعت ___ فلسفۂ مذہب کا طریقہ کار ___ فلسفۂ مذہب کا مقصد۔

2- مذہب کا تاریخی ارتقاء 25

دراوڑی میراث ___ روحیت ___ ٹوٹم ازم ___ ویدک مذہب ___ خدا ___ زندگی اور اخروی زندگی ___ عمل اور علم ___ اپنشد ___ طویل رزمیہ نظمیں ___ مذہب کی زمرہ بندی ___ نتیجۂ بحث۔

3- مذہب اور دیگر اہم اصل موضوعات 37

مذہب اور اخلاقیات ___ مذہب اور زبان ___ مذہبی زبان ___ مذہب میں علامت اور اساطیر ___ مذہب اور حقیقت ___ مذہب اور سماجیات ___ مذہب اور سائنس ___ مذہب اور سیاست ___ مذہب اور اقتصادیات۔

4- روح کی لافانیت 49

سائنس کی بنیاد پر دلیل ___ علم کی بنیاد پر دلیل ___ مابعد الطبیعیاتی دلیل ___ اخلاقی دلیل ___ مذہبی فلسفیانہ دلیل ___ تنقید ___ نتیجۂ بحث۔

-5 بندش اور آزادی 59

بندش ___ آزادی ___ آزادی اور خودمختاری ___ آزادی اور جبریت ___ جبریت کے حق میں دلائل ___ جبریت پر تنقید ___ لاتعینت اور آزادی ___ نتیجۂ بحث

-6 مسئلہ شر 67

شر کیا ہے؟ ___ مسئلہ شر ___ شر کی مختلف صورتیں ___ مابعد الطبیعیاتی برائی ___ طبعی یا ذہنی برائی ___ اخلاقی برائی ___ مسئلے کے حل ___ یاسیت پرستی ___ امید پرستی ___ وحدت پرستی ___ نتیجۂ بحث۔

-7 نظریۂ عمل 77

نظریۂ علیت ___ قانون مکافات ___ قانونی محشر ___ نظریۂ تناسخ ___ نظریۂ تجسیم نو یا حشر ___ ہندوستانی فلسفہ میں نظریۂ عمل ___ نتیجۂ بحث۔

-8 خدا کا وجود 87

دینیاتی دلیل ___ تنقید ___ تکوینیاتی دلیل ___ تنقید ___ وجودیاتی دلیل ___ تنقید ___ اخلاقی دلیل ___ تنقید ___ خدا کے وجود کا مسئلہ ___ نتیجۂ بحث۔

-9 خدا اور دنیا 103

توحید ___ تنقید ___ توحید ناقص یا وحدت الوجود ___ تنقید ___ خدا پرستی ___ تنقید ___ ملحدیت ___ تنقید ___ لا ادریت یا مادہ پرستی ___ تنقید ___ فطرت پرستی ___ تنقید ___ نتیجۂ بحث۔

-10 مذہبی تجربہ 117

ہندو مذہبی تجربہ ___ وید ___ اپنشد ___ یوگ ___ بھگوت گیتا ___ بھگتی

Marfat.com

___ جنان ___ کرما ___ بدھ مت کا مذہبی تجربہ ___ عیسائی مذہبی تجربہ ___ افلاطون اور پلوٹینس ___ سینٹ جان اور سینٹ پال ___ اسلامی مذہبی تجربہ۔

حصہ دوم (مذاہب عالم)

11- اسلام 135

دین اسلام کے پانچ ستون ___ فلسفۂ اسلام ___ اسلام کی اخلاقیات ___ مذہبی صحائف ___ مسلمان فرقے ___ نتیجۂ بحث۔

12- عیسائیت 143

عیسیٰ مسیحؑ کی تعلیمات ___ حضرت عیسیٰؑ کے وعظ ___ عیسائیت کا فلسفہ ___ عیسیٰ مسیحؑ اور خدا ___ مکاشفہ ___ شفاعت یا نجات ___ تجسیم نو ___ گناہ اور دکھ ___ عیسائیت کے فرقے ___ نتیجۂ بحث۔

13- ہندو مت 155

تعارف ___ ہندو مت کا تصور ___ ہندو مت کا فلسفہ ___ خدا، وحدانیت ___ سناتن دھرم ___ ہندو مت میں آتما ___ ویدوں کا فلسفہ ___ اپنشدوں کا فلسفہ ___ بھگوت گیتا کا فلسفہ ___ عمل، علم اور بھگتی کا امتزاج ___ ہندو فلسفہ کے مکاتب ___ ہندو مت عہد جدید میں۔

14- یہودیت 173

دس فرمان ___ یہودیت میں خدا کا تصور ___ یہودیت میں اخلاقی اصول ___ عمل اور دوبارہ جنم کا قانون ___ مسئلہ شر ___ یہودی فلسفہ ___ یہودیت کے فرقے ___ یہودی مذہبی تجربہ۔

15- بدھ مت 181

بدھ کا فلسفہ ___ چار اعلیٰ صداقتیں ___ گذشتہ زندگی ___ آٹھ نکاتی راستہ

Marfat.com

___ بدھسٹ قانون کے سات موتی ___ بدھ کے پانچ فرمان ___ بدھ مت کے مذہبی مکاتب ___ نروان ___ نظریۂ لا روح ___ بدھ مت کے صحائف ___ بدھم، دھرم اور سنگھ ___ بدھ مت بطور مذہب ___ نتیجۂ بحث۔

-16 سکھ مت 197

سکھ مت کا فلسفہ ___ سکھ مت کے صحائف ___ سکھ مت کی تعلیمات ___ نتیجۂ بحث۔

-17 جین مت 203

جین مت کا فلسفہ ___ نظریۂ علم ___ جین مابعد الطبیعات ___ جین اخلاقیات ___ جین نیکی ___ جین مت بطور مذہب ___ موکشا یا نجات ___ جین مت میں مذہبی طبقے ___ جین صحائف ___ خلاصہ۔

-18 کنفیوشیت اور تاؤ مت 213

کنفیوشیت کا فلسفہ ___ تاؤ مت ___ لاؤزے کی تعلیمات ___ تاؤ ___ لاؤزے اور کنفیوشس۔

-19 شنتومت 219

شنتومت کی تعلیمات ___ کامی ___ ریاستی شنتو ___ گھریلو شنتو ___ فرقہ وارانہ شنتو۔

-20 زرتشت مت 223

زرتشت کی تعلیمات ___ زرتشت مت کا مذہبی۔فلسفیانہ تصور ___ اہورا مزدا ___ زرتشت مت کے اخلاقی پہلو ___ زرتشت مت کے صحائف۔

کتابیات 229

Marfat.com

پیش لفظ

موضوع کے بارے میں:

مذہب نے نوع انسانی کی ترقی میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس نے معاشرے کو اخلاقی ضوابط' سماجی قوانین اور تصورات' رسومات' بھگتی' یوگا' اسطوریات' تصوف' فلسفہ وغیرہ مہیا کیا۔ اس نے بلند تر قوموں کے ساتھ تعلق بنانے کی راہیں عیاں کیں۔ اس نے تلاش حق' حصول ذات' وصال الٰہی اور ابدیت پانے کی بنیادیں رکھیں۔ اس نے زندگی کو پاکیزگی' نظم و ضبط اور رفعت دی۔ اس نے معاشرے کو منظم اور سرفراز کیا اور مخفی الوہی قوایتوں کو آشکار کیا۔ اس نے فیض رسانیوں اور لطیف نظریات کے ذریعہ تہذیبوں اور ثقافتوں کے مختلف میدانوں کو بھرپور بنایا۔ تمام مذاہب کے بنیادی مسائل ایک سے ہیں --- شعور کی بلندی کی جانب جانے کے لئے مسلسل پیش قدمی تاکہ نجات اور وصال الٰہی نصیب ہو' زندگی کو الوہی بنانا اور زمین پر افلاک کی بادشاہت قائم کرنا۔ مذاہب عالم صرف اپنے ظاہری طریقوں اور ان کے مسائل کا حل پانے کے لئے عقلی اندازِ فکر میں ہی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

پرانے نظریات اور سائنسی استدلال کے نئے نظریات کے مابین بین الاقوامی تضادات کے موجودہ اہم دور میں یہ نہایت ضروری ہوگیا ہے کہ ہم تمام اہم مذاہب کی عملی اہمیت کی حامل ہمہ گیر صداقتوں سے شناسائی حاصل کریں۔ یہ شناسائی سچ' محبت' امن' اتحاد' مہربانی' پاکیزگی' ضبط نفس' خیرات اور مسرت کی بنیادی تعلیمات کو سمجھنے میں انسانیت کے لئے مددگار ہوگی۔ اس سے تمام مذاہب کی اساسی یکسانیت اور اتحاد کا احساس ملے گا۔

ڈاکٹر امولیہ رنجن مہاپتر کی تصنیف کردہ زیر نظر کتاب "فلسفۂ مذاہب" ان تمام لوگوں کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگی جو جامع اور مختصر انداز میں تمام اہم مذاہب عالم کی تعلیمات کا جوہر جاننے کے خواہش مند ہیں۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں دنیا' روحوں' خدا' عمل' گناہ' پابندی اور نجات' لافانیت اور مذہبی تجربہ' وغیرہ پر آسان اور قابل فہم انداز میں بات کی گئی ہے۔ دوسرا حصہ دنیا کے دس اہم اور بڑے مذاہب مثلاً" اسلام' عیسائیت'

Marfat.com

ہندومت' یہودیت' وغیرہ کے بنیادی نظریات بیان کرتا ہے۔ مصنف اپنی محنت اور تحقیق کے لئے تعریف و تحسین کا مستحق ہے۔

یہ کتاب یقیناً" ہر باشعور انسان میں غیر متعصب سوچ بچار کی تحریک پیدا کرتی ہے۔ دانشوروں کے علاوہ قارئین بھی اس سے یکساں فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔

مصنف کے بارے میں:

امولیہ رنجن مہاپتر فلسفہ اور پولیٹیکل سائنس میں ایم۔ اے کی ڈگری رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے روسی زبان میں ڈپلومہ اور ایل۔ایل۔بی کیا۔ انہیں تین سال کے لئے یو۔جی۔سی۔ٹیچر فیلوشپ کا اعزاز ملا۔ انہوں نے ۱۹۸۱ء میں پونا یونیورسٹی سے پی۔ایچ۔ڈی اور ۱۹۸۹ء میں ڈی لٹ کیا۔ ہندوستان کے مختلف تحقیقی اداروں نے انہیں متعدد اعزاز' جبکہ انڈو جیمن فرینڈشپ سوسائٹی' تاشقند ریڈیو اور ایسٹرولوجیکل ریسرچ سنٹر کٹک نے کئی تمغے اور سرٹیفکیٹ دیئے۔ امولیہ رنجن نے اڑیہ اور انگلش زبانوں میں متعدد کتب تصنیف کیں اور جریدوں میں تحقیقی مضامین تحریر کئے۔ وہ بہت سی انجمنوں اور ثقافتی تنظیموں سے وابستہ ہیں۔

ترجمہ کے بارے میں:

راقم الحروف کو یہ کتاب ترجمہ کرنے کا خیال اس وقت آیا جب میں اپنی ترجمہ کردہ ایک اور کتاب "مشرق کے عظیم مفکر" میں زرتشت کے بارے میں مضمون شامل کرنے کے لئے مواد ڈھونڈ رہا تھا۔ اس کتاب میں سے زرتشت مت والا حصہ بہت جامع اور آسان فہم محسوس ہوا تو ساری کتاب پڑھنے کے بعد اسے اردو میں ترجمہ کرنے کا فیصلہ کیا' کیونکہ اردو زبان میں فلسفۂ مذہب کے موضوع پر کتب نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ترجمہ کرنے کے دوران میں نے قاری کو فلسفے کا شوقین تصور کیا' امید ہے اس کا یہ شوق ناگزیر مشکل الفاظ کو تفہیم کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننے دے گا۔

یاسر جواد
فروری 1998ء
لاہور' پاکستان

حصہ اول

(فلسفہ مذاہب)

Marfat.com

1

فلسفۂ مذہب

"انسان ایک منطقی حیوان ہے' اور منطق ہی اسے دیگر حیوانوں سے مختلف بناتی ہے۔" (ارسطو)

دنیائے قدیم میں مذہب اور فلسفہ کے درمیان کوئی فرق نہ تھا۔ مذہب نے فلسفہ میں عروج پایا اور فلسفہ مذہب کی جڑوں میں سرایت کرگیا۔ ان دونوں کے درمیان خیالات اور فکر کا متواتر باہمی تبادلہ موجود تھا۔ فلسفہ اور مذہب کا تعلق بہت قریبی اور ہم آہنگ ہے' جسے فلسفہ کی بطور "فلسفۂ مذہب" جانی جانے والی مخصوص شاخ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

فلسفۂ مذہب اور اس کی اہمیت کو جاننے کے لئے ہمیں سب سے پہلے فلسفہ اور مذہب کی تعریفوں اور نظریات کا مطالعہ کرنا ہوگا۔

فلسفہ کیا ہے؟

فلسفہ کا مبتدی پریشان ہوجاتا ہے کہ مختلف فلسفیوں نے فلسفہ کی مختلف تعریفیں پیش کی ہیں۔ کچھ نے نفسیاتی امور پر زور دیا ہے تو کچھ دیگر نے اقدار کو زیادہ اہمیت دی۔

لفظ "Philosophy" (فلسفہ) یونانی الفاظ "Philos" یعنی محبت اور

"Sophia" یعنی دانش سے ماخوذ ہے' لہٰذا اس کا مطلب دانش سے محبت بنا۔ اصطلاح دانش اپنے مفہوم میں بھرپور ہے اور یہ تجربی اور عقلی علم کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ زندگی کی اعلیٰ اقدار کی تحسین اور تشخیص بھی ہے۔ جان ڈیوی کے مطابق: "جب بھی فلسفہ کو سنجیدگی سے لیا گیا اس نے ہمیشہ دعویٰ کیا کہ یہ ایسی دانش پر دلالت کرتا ہے جو طرز حیات کو متاثر کرے۔" سیسرو (Cicero) نے فلسفہ کو یوں بیان کیا' "ہماری زندگی کا ہدایت کار' نیکی کا دوست اور بدی کا دشمن ہے۔" وائنڈل ہینڈ (Windle hand) کہتا ہے کہ "فلسفہ ہمہ گیر قدر کی تنقیدی سائنس ہے"۔ ہربرٹ سپنسر کے خیال میں' "ایک کائناتی سائنس کی حیثیت میں فلسفے کا تعلق ہر چیز کے ساتھ ہے۔" ارسطو کے مطابق فلسفہ ایسی سائنس ہے جو سچائی پر غوروخوض کرتی ہے۔ افلاطون نے کہا' "فلسفہ جینے اور مرنے کا ایک انداز ہے۔" لڈویگ وٹگنسٹین کا کہنا ہے' "فلسفہ زبان کے ذریعہ ہماری ذہانت کی فریفتگی کے خلاف جنگ ہے۔"

مغرب میں فلسفہ کا تصور ہندوستانی تصور کا ہم پلّہ نہیں۔ فلسفہ کے لئے بالعموم سنسکرت کا لفظ "درشنم" استعمال ہوتا ہے' جس کا لفظی مطلب "دیکھنا" ہے۔ اور ہندوستانی فلسفیانہ نظاموں کا آغاز کسی قدیم اصول سے ہوا اور نہ ہی مشاہدہ کردہ حقیقتوں سے (جیسا کہ عموماً" سمجھا جاتا ہے)' بلکہ اس کی ابتداء کسی ماورائی احساس سے ہے جس میں کائنات کی نوعیت کے متعلق سچائی براہ راست حاصل ہوتی ہے۔

ہندوستان کا فلسفہ فکر اور خیالات کی جمع کاری کا نتیجہ نہیں جن کی اشاعت تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف فلسفیوں نے کی ہو۔ یہ طاقتور بیج میں سے ایک ایسے شاخوں اور پھلوں والے تومند درخت کی نامیاتی نشوونما جیسا ہے جو محض اپنی اندرونی نشوونما اور امتیاز کے ذریعہ خود کو منکشف کرتا ہے' نہ کہ بیرونی نموپذیری کے ذریعہ۔

فلسفہ اور زندگی

مشرق میں فلسفہ زندگی کا فن اور زندگی گذارنے کا انداز ہے۔ ہندوستانی ذہن کے مطابق فلسفیانہ استدلال کا مناسب مقصد محض اپنے لئے نہیں بلکہ زندگی کو بہتر بنانے کی

خاطر علم حاصل کرنا ہے۔ حکمت کا مطلب صرف فلسفہ پڑھنا اور جاننا نہیں' بلکہ فلسفیانہ انداز میں سوچنا اور محسوس کرنا بھی ہے۔ فلسفہ کا آغاز حیرت' شک اور تجسس سے ہوا۔ یہ انسانی وجود کے مسائل کے بارے میں ہماری بڑھتی ہوئی آگہی سے نمو پذیر ہوتا ہے۔ فلسفہ ہماری زندگی کے مشکل اور غیر حل شدہ مسائل کا سامنا کرنے سے کتراتا نہیں۔ ایسے دائمی مسائل موجود ہیں جن میں نوع انسانی کو دلچسپی ہے اور جن کے جواب فلسفیوں نے تلاش کیے۔ فلسفہ کا تعلق بنیادی طور پر روح' خدا' لافانیت' دنیا' علم اور ایسے ہی دیگر مسائل سے ہے' جن کا حل ایک مرتبہ پھر زندگی کے موزوں نکتہ نظر میں ہے۔ تاہم' متعدد سوالات کے جواب عارضی طور پر دیئے گئے اور متعدد مسائل ہنوز حل طلب ہیں۔ جیسا کہ تھورو نے کہا تھا "فلسفی ہونا محض پیچیدہ سوچیں سوچنا نہیں' نہ ہی کسی مکتب کی بنیاد رکھنا' بلکہ یہ ہدایت کے مطابق سادگی' خود انحصاری' اعتماد اور بلند نظری کی زندگی گذارنے کے لئے دانش سے محبت کرنا ہے۔"

عقیدہ اور مذہب

فلسفہ کے ساتھ ساتھ مذہب بھی نوع انسانی کی فکر پر غالب رہا ہے۔ مذہب کی تعریف کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ یہ نمو پاتی ہوئی' متحرک چیز' بسیط' ذاتی اور نفس مضمون میں وسیع ہے۔ درحقیقت' مذہب خصوصی اعتبار سے ایسی چیز ہے جسے محسوس اور تجربہ کرنا پڑتا ہے' نہ کہ اس کی تعریف کی جاتی ہے۔ بایں ہمہ' یہ درست ہے' لیکن لفظ مذہب کا کوئی نہ کوئی مفہوم ہے اور اس مفہوم کو جاننا بہتر ہوگا۔

"Religion" (مذہب) کا ماخذ لاطینی لفظ religio یعنی "باندھنا" ہے۔ لفظی حوالے سے بات کریں تو مذہب اتحاد اور ہم آہنگی کا قاعدہ ہے۔ کوئی بھی اصول' جو ہمیں بحیثیت مجموعی باہم باندھتا ہے' وہ مذہب ہے۔ یہ محض عقیدہ ہی نہیں بلکہ طرز عمل بھی ہے' صرف یقین کلی ہی نہیں بلکہ شعار بھی' صرف ایمان نہیں بلکہ وظائف کی ادائیگی بھی۔ مذہب میں ساری انسانی شخصیت ملوث ہے۔

ولیم جیمز نے مذہب کو یوں بیان کیا "افراد کے اپنی تنہائی میں احساسات' افعال

Marfat.com

اور تجربات یہاں تک کہ وہ خود اپنے خیال کے مطابق الوہی چیز کے ساتھ تعلق کی تہہ تک پہنچ جائیں۔" ہوفوڈنگ مذہب کو یوں بیان کرتا ہے' "اقدار کو محفوظ بنانا مذہب ہے۔" سکندر کے مطابق' "دیوتا میں یقین مذہب ہے۔" پیٹرک کے خیال میں' "مذہب ایک نظر نہ آنے والے روحانی نظم کے ساتھ عملی تعلق کا شعور ہے۔" وائٹ ہیڈ کہتا ہے' "مذہب کسی ایسی چیز کا نظارہ ہے جو موجودہ اشیاء کے گذرتے ہوئے بہاؤ سے پرے' پیچھے اور اندر کھڑی ہے۔" ڈبلیو۔ ٹی ییٹس نے مذہب کی تعریف ناممکن' ناقابل حصول اور ناقابل فہم کے لئے روح کی بھوک کے طور پر کی۔ کانٹ نے کہا"مذہب ارادے کا معاملہ ہے۔ اسے عملی استدلال کے ساتھ سمجھا اور شناخت کیا جاتا ہے۔یعنی یہ کہ مخصوص افعال کرنے چاہئیں یا مخصوص رویئے اختیار کرنے چاہئیں۔" ڈیورانٹ ڈریک نے مذہب کو ان الفاظ میں بیان کیا:

> "دل اور ارادے کی ترتیب' جس کے ذریعہ انسان اعلیٰ ترین چیزوں پر غور و فکر تک آیا اور زندگی کے سطحی پہلوؤں اور حادثات سے بالاتر اندرونی طمانیت کے ساتھ زندگی گزارتا ہے' اس کی اندرونی نوعیت کے اعتبار سے ہم اسے روحانیت کہتے ہیں: جب یہ خارجی صورتوں اور بصیرتوں میں مجسم ہوتا اور ساری برادریوں کے درمیان پھیلتا ہے تو ہم اسے مذہب کہتے ہیں۔"

سوامی ویوکانند کے خیال میں مذہب عقائد' مسلکوں میں ہے نہ ذہنی استدلال میں: یہ ہونا اور بن جانا ہے' یہ شعور و فہم ہے۔

چنانچہ' موزوں عمل کے ذریعہ زندگی گزارنے کا فن مذہب ہے ــــ یعنی ہم اپنے آپ میں دوسروں کے ساتھ ہم آہنگی میں اپنی زندگی کیسے گزاریں اور زندگی میں طمانیت اور مسرت کیسے حاصل کریں۔

عقیدے کی تعریف

ہندوستان میں عقیدے کے لئے لفظ "دھرم" استعمال ہوتا آیا ہے۔ اس کا تعبیری مفہوم یہ ہے: "جس پر ہر چیز منحصر ہے۔" قدیم تہذیب اور فلسفہ میں یہ نظریہ انوکھا

Marfat.com

اور بے نظیر ہے۔ دھرم سنسکرت کے لفظ دھر یعنی "منحصر ہونا" سے ماخوذ ہے۔ یہ ہر حوالے سے اتحاد اور ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے سب کچھ کو سہارا دینے والا قاعدہ ہے۔

عقیدہ یا دھرم محض مذہب نہیں' جیسا کہ مغرب والے سمجھتے ہیں۔ جدید مفہوم میں دیکھا جائے تو ہندوستانی عقیدہ ہر شہری کا اپنے معاشرے کے تمام ارکان کی جانب سے عائد کردہ فرض ہے۔ گیتا کے مطابق معاشرے میں ہر فرد کا ایک مخصوص فرض ہے۔

شنکر اچاریہ نے اپنی برہم سوتر بھاشیہ میں دھرم (عقیدے) کی تعریف یوں کی: جو دنیا کو استحکام دیتا اور سب چیزوں کو خوشحالی و برکت دیتا ہے' وہ دھرم ہے۔ ہندوستانی مکتبہ فکر میماسا کے مطابق ویدک احکام کی بجاآوری دھرم ہے۔ رامائن میں کہا گیا: دھرم دنیا میں قادر مطلق ہے' اور سچائی کی بنیاد دھرم پر ہے۔

عقیدہ وہ چٹان ہے جس پر تمام نیکیوں کی بنیاد ہے۔ یہ تمام فضیلتوں کی اساس اور تمام نیک خیالات کی افادیت ہے۔ بہ الفاظ دیگر عقیدہ ایک ارتقائی' الوہی نظریہ ہے نہ کہ منتشر تصور۔

عقیدہ زندگی کی مختلف سرگرمیوں کو ہم آہنگی اور سمت عطا کرتا ہے۔ یہ ایک اخلاقی یا سماجی اصول نافذ کرنے والا مسلک یا دین نہیں۔ عقیدے کا مقصد انسان کو اس طبعی سطح سے سربلند کرنا اور اعلیٰ تر سطح پر فاعل بنانا ہے۔ زندگی کے چار مقاصد اس "عقیدے" پر حکمران ہیں: یعنی عقیدہ' دولت' جنس اور نجات۔

فلسفہ اور مذہب کے درمیان تعلق

اگرچہ فلسفہ اور مذہب کی وضاحت کے لئے مختلف تعریفیں پیش کی گئی ہیں' لیکن بنیادی اعتبار سے یہ باہم متضاد نہیں۔ فلسفہ اور مذہب دو طریقہ کار ہیں جن کے تحت نفس کائنات کو زیر کرتا ہے۔ فلسفہ اور مذہب کچھ حد تک آپس میں مختلف سہی لیکن درحقیقت ایک دوسرے کو مکمل کرتے ہیں۔ انجام کار یہ دونوں ہی انسانی اور معاشرتی

Marfat.com

زندگی کو بلند تر اور لطیف سطح تک پہنچاتے ہیں۔ انسان کو ایک بہتر فلسفہ اور ایک بہتر مذہب کی ضرورت ہوتی ہے۔ فلسفہ اور مذہب کا صرف ایک مقصد ہے۔ یعنی کثرت میں وحدت کی تلاش۔ فلسفہ میں مطمع نظر سکون' ہم آہنگی' موزونیت اور نجات ہے۔ چنانچہ فلسفہ اور مذہب اکثر ایک ہی جیسے خیالات پر غور کرتے ہیں' جیسے نفس' اس کا ماخذ اور مقدر' خدا اور تخلیق کائنات ہم دیکھتے ہیں کہ تمام مواقع پر' مذہب اور فلسفہ کا تعلق انتہائی دوستانہ نہیں ہے۔

فلسفۂ مذہب

ہماری زبان میں فلسفۂ مذہب کی اصطلاح بطور مذہب کا سائنسی مطالعہ استعمال ہوتی رہی ہے۔ یہ مذہبی تجربے کی ایک عقلی اور منطقی تعبیر ہے۔ یہ تمام مذہبی بنیاد پرستی' غیر منطقی پن اور توہمات کا تریاق ہے۔ جہاں تک مذہب کے متعلق فلسفیانہ فکر کا تعلق ہے' فلسفۂ مذہب فلسفہ میں ضم ہے۔ فلسفیانہ فکر ہمیشہ منطقی اور گہرائی میں عقلی ہوتی ہے۔ یہ مذہبی تجربے کا ایک منطقی تجزیہ ہے۔ اس کے تمام مسائل —— خدا' عقیدہ' عبادت' دعا' روایت' بصیرت اور لافانیت —— مذہبی تجربہ کے فیصلہ کن عناصر ہیں۔ تاہم' استعاروں اور تشبیہات کو استعمال کئے بغیر مذہبی تجربہ کو عقل کے ذریعہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔

مذہب کی صداقت بطور فلسفیانہ تحقیق کے معروض کی صداقت سے بنیادی اعتبار سے مختلف نہیں ہوسکتی۔ جب ہیگل نے تصورات یا مذہب کو فلسفہ کے خالص عقلی نظریات سے تشبیہ دی تھی تو اس کا مطلب بالکل یہی تھا۔ یعنی اس کے خیال میں صورت مختلف ہے مافیہ نہیں۔

فلسفۂ مذہب مذہبی تعلیمات کا ترجمان نہیں۔ مذہبی وظائف' رسومات' عبادت' دعا وغیرہ کو فلسفہ مذہب کے نکتۂ نظر سے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ مذہبی تعلیمات کی طرح یہ سب مذہب کے وظائف ہیں۔ لیکن فلسفۂ مذہب میں ہم نے مذہب کی ان تمام جزئیات کے فلسفیانہ پہلوؤں کا مشاہدہ کیا ہے۔ نہ صرف خدا پرست بلکہ ملحد' لاادری بھی

Marfat.com

مذہب کے متعلق فلسفیانہ انداز میں سوچ سکتا ہے۔ فلسفۂ مذہب بنیادی حوالے سے دینیات کی شاخ' مذہبی اعتقاد کا نظریہ نہیں بلکہ فلسفہ کی ایک شاخ ہے۔ تاہم' یہ الہیات دانوں کے نظریات'مفروضات اور دلائل کا مطالعہ کرتی ہے۔

فلسفۂ مذہب کی نوعیت اور وسعت

1۔ فلسفۂ مذہب بالعموم منطق اور استدلال سے وابستہ ہے۔ ارسطو کہتا ہے کہ انسان ایک منطقی حیوان ہے اور منطق ہی اسے دیگر حیوانوں سے مختلف بناتی ہے۔

2۔ فلسفۂ مذہب دل سے زیادہ دماغ کا معاملہ ہے۔ دل یقین' جذبے اور احساس کا مقام ہے۔ لیکن ذہن علم' فہم اور استدلال کے لئے ہے۔

3۔ یہ مذہبی مظہر کا منطقی اور استدلالی تجزیہ ہے۔ کوئی منطقی مذہب بنیادی منطق (Infrarational) کی نسبت زیادہ فلسفیانہ ہے' یعنی جبلتیں' ہیجان' خام جذبات وغیرہ۔ استدلال مذہب کے توہمات اور اندھے اعتماد کو مسترد کرنے میں ہماری خاصی مدد کرسکتا ہے۔ چنانچہ فلسفۂ مذہب کے میدان میں یہ ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔

4۔ فلسفۂ مذہب کی بنیاد مذہبی تجربہ پر ہونی چاہیے۔ مذہب کا اعتقاد' احساس اور جذباتی وابستگی اس کے تجربے کو بیان نہیں کرسکتی' کیونکہ مذہب کا باطنی حصہ ناقابل بیان اور ناقابل اظہار ہے۔ مذہبی تجربات' علامات' تشبیہات اور بصیرتوں کے ذریعہ بیان اور تصدیق کئے جاسکتے ہیں۔ تاہم مختلف مذاہب کے مذہبی تجربات فلسفۂ مذہب کے دائرہ تحقیق میں شامل ہیں۔

5۔ فلسفۂ مذہب چند اہم مذاہب مثلاً" ہندومت' عیسائیت' بدھ مت' جین مت' اسلام' شنتومت وغیرہ کا احاطہ کرتا ہے۔ اسے قدیم مذاہب' فطرت پرستی' روحیت' وغیرہ کا مطالعہ بھی کرنا چاہیے۔ فلسفۂ مذہب کو مختلف مذاہب کا امتزاج ڈھونڈنا ہوگا۔

6۔ فلسفۂ مذہب ہمیشہ فلسفیانہ بنیادوں پر منحصر ہوتا ہے' یعنی —— انداز حیات' حیثیت' علم اور زندگی کی تخلیق۔

7۔ فلسفۂ مذہب کی بنیادی عینیت (بطور اساسی اصول علم) پر ہے۔ یہ خیالات پر

Marfat.com

زور دیتا اور کائنات کے روحانی پہلو کی وضاحت کرتا ہے۔

8۔ فلسفۂ مذہب میں دنیا کے علمی اور وجودیاتی مسائل شامل ہیں۔ یہ مذہبی علم کی نوعیت کا مشاہدہ اور حقیقت مطلق کی نوعیت کا مطالعہ کرتا ہے۔

9۔ فلسفۂ مذہب خدا' نجات' عبادت' دعا' تخلیق' ابدی زندگی' روایات' عقائد جیسے نظریات کا تجزیہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ ہمیں ان تمام نظریات کے فلسفیانہ پہلوؤں کا مطالعہ کرنا ہے۔ خدا کے مختلف نظریات اور وجود کے مسائل سے اس کا تعلق فلسفۂ مذہب کی وسعت اور مشاہدے کی بنیاد بن جاتا ہے۔

10۔ فلسفۂ مذہب میں انسانی اقدار فلسفیانہ تحقیق کا معروض بن جاتی ہیں۔ نوع انسانی کا موزوں مطالعہ انسان ہے۔ اور مذہب کے مطالعہ کو شامل کئے بغیر انسان کا مطالعہ ہرگز مکمل نہیں ہوسکتا۔

11۔ روحانیت فلسفۂ مذہب کا محور ہے۔ روحانی بھوک کا جاگنا مذہب کا نقطۂ آغاز ہے۔ لیکن اس میں مافوق الفطرت چیزیں شامل ہیں اور نہ ہی مخصوص خارجی رسومات کی ادائیگی۔ روحانی نجات فلسفۂ مذہب کا مقصود ہے۔

12۔ فلسفۂ مذہب کا نظریہ انسان کی اندرونی دنیا کی حقیقتوں کی سائنس' فلسفیانہ اور روحانی روایات کا مطالعہ بھی بن جاتا ہے۔ فلسفۂ مذہب داخلی تجربے' روحانی حقیقتوں کے ساتھ منسلک ہونے کا معاملہ ہے' اعتقاد یا مسلک کا معاملہ نہیں۔

13۔ معروضی طور پر بات کی جائے تو فلسفۂ مذہب سے مراد وہ روحانی اصول ہیں جن کے ذریعے انسان کاملیت' بصیرت' جلوۂ خدا یا مکتی حاصل کرتا ہے۔ یہ روحانی اصول راست بازی' پاکیزگی' تقویٰ' خود ضبطی' عدم تشدد' نرمی' شفقت' بے غرض عمل' راست گوئی' فرض شناسی' متانت اور خدا سے محبت اور لگاؤ ہے۔

14۔ موضوعی طور پر بات کی جائے تو فلسفۂ مذہب سے مراد انسان کی زندگی میں کبھی کبھار کا نہیں بلکہ ہمہ وقت مذہب ہے۔ جب مذہب خون میں بہتا ہماری نبض میں مرتعش ہوتا ہے' جب یہ عین ہماری زندگیوں کی سانس بن جاتا ہے تو تب ہمارے لئے سچا بنتا ہے۔

Marfat.com

فلسفۂ مذہب کا طریقہ کار

فلسفۂ مذہب کے مسائل حل کرنے کے لئے ہمیں فلسفیانہ طریقہ کار اپنانے پڑیں گے' یعنی ---- استقراء (Induction)' استخراج (Deduction)' تجزیہ اور امتزاج۔

استقراء ---- مختلف مخصوص مفروضات کے ذریعے ایک عمومی مفروضے تک پہنچنے کا عمل بطور طریقہ استقراء جانا جاتا ہے جسے سائنس دان اکثر استعمال کرتے ہیں۔ استقراء کے اس طریقے میں ہم مثالوں کا مشاہدہ اور باری باری ان کا تجزیہ کرتے ہیں اور انجام کار ایک مشترک اصول تک پہنچتے ہیں۔ یہ عمل عمومیت کاری (Generalization) کہلاتا ہے "مثلاً" رام ایک مذہبی آدمی ہے' شاہ ولی اللہ ایک مذہبی آدمی ہے' چنانچہ تمام آدمی مذہبی ہیں۔ ہم یہ طریقہ فلسفۂ مذہب پر لاگو اور اس کے مسائل حل کرسکتے ہیں۔ نتیجہ تک پہنچنے کے لئے بہت سے لوگوں کے مذہبی تجربات کو مدنظر رکھا جاسکتا ہے۔

استخراج ---- کسی عام مفروضے سے کسی خاص مفروضے تک پہنچنے کا عمل استخراج ہے' "مثلاً" تمام انسان مذہبی ہیں۔ گاندھی ایک انسان ہے' لہٰذا گاندھی مذہبی ہے۔ یہاں ہم کوئی بھی نظریہ یا قانون لے کر اسے کسی بھی مخصوص کیس پر لاگو کرسکتے ہیں تاکہ مذہبی اور فلسفیانہ مسائل حل کرسکیں۔

تجزیہ ---- کسی پیچیدہ حقیقت کو جزو جزو کرکے دیکھنا تجزیہ ہے۔ یہ ایک مخصوص تجربے کی حالت میں شامل مختلف عناصر کے درمیان امتیاز کا عمل ہے تاکہ وہ زیادہ واضح ہوجائیں۔

امتزاج ---- یہ عمل بکھرے ہوئے مختلف عناصر کو ایک مخصوص تجربے میں اکٹھا کرنا ہے جو نئے نقوش اور حقیقتوں کو روشنی میں لاتا ہے۔ عینیت پسند فلسفیوں نے امتزاج پر زور دیا۔ ہیگل نے اپنی جدلیاتی عینیت میں نشاندہی کی تھی کہ دعویٰ (Thesis) اور ضد دعویٰ (Anti thesis) کے درمیان جدوجہد ہوتی ہے اور "نتیجتاً" ایک نیا دعویٰ ظاہر ہوتا ہے" اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ

خیال قطعی کاملیت نہ حاصل کرلے۔

فلسفۂ مذہب کا مقصد

فلسفۂ مذہب کا مقصد مذہب کے لئے ایک اہم خدمت سرانجام دینا' مذہبی عقیدہ کا تجزیہ اور اسے صیقل کرنا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے یہ عقیدے کے بنیادی عناصر کو حادثاتی اور ثانوی عناصر سے الگ کرتا' توہمات اور خام تعصبیت کے ملغوبے میں سے دائمی قدر کی اور سچی چیزیں نکالتا اور خدا' انسان اور کائنات کا حقیقی نظریہ تشکیل دیتا ہے۔ یہ مذہبی عقیدے اور تعلیمات کو منطقی بصیرت میں منتقل اور انسان کی رہنمائی کرتا ہے تاکہ وہ صداقت' نیکی اور خوبصورتی سے بھرپور زندگی گزارے۔

فلسفۂ مذہب کا مرکزی مقصد مذہبی شعور کی حقیقی نوعیت جانچنا اور ایک اچھی زندگی کی خواہش کرنا ہے۔ فلسفۂ مذہب ایک منطقی مطالعہ ہے جو ہستی کے مفہوم واضح اور مقصد حیات کا تعین کرتا ہے۔ اس کی بنیاد کوئی عقلی کسرت نہیں بلکہ کائناتی حرکت کہ تہہ میں موجود صداقت کا تروتازہ' قابل تصدیق تجربہ ہے۔ مذہب زندگی کا معیار بہتر بنانے میں اپنے کردار کے ذریعہ اپنی حقیقی قدر متعین کرتا ہے۔ فلسفۂ مذہب کا تعلق زندگی سے جوڑنا اور اس کے عملی نتائج کو عملی طور پر آزمانا چاہئے۔ انسان کے ارتقاء میں اس کا ایک امدادی کردار ہے۔

سوامی ویوکانند کے مطابق اگر صرف ایک عالمگیر مذہب اور تمام مذاہب میں صرف ایک ہمہ گیر صداقت موجود ہے تو وہ خدا کو پانا ہے۔

فلسفۂ مذہب محض ایک تجریدی تصور یا نظریہ نہیں۔ اس میں جتنا نظریہ ہے اتنا ہی عمل بھی۔ فلسفۂ مذہب کا مقصد مذہب یا فلسفہ کی کسی صورت حال کی توجیہ کرنا نہیں بلکہ انسانی اقدار' خود آگہی اور (اس کے ذریعے) خود حقیقت کو فروغ دینا ہے۔

مذہب کا مقصد دوہرا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس کا تعلق انسان کی معاشرتی زندگی سے ہے اور دوسرے انسان کی روحانی زندگی سے بھی۔۔۔ یعنی اسے مکتی پانے کے لئے تیار کرنا۔ سماجی حوالے سے مذہب انسانی طرزِ عمل کو باضبط بناتا اور افراد کے کردار کو

موزوں قسم کے سانچوں میں ڈھالتا ہے۔ جب مذہب پر عمل درآمد کیا جائے تو یہ انسان اور معاشرے پر صحت' دولت اور مسرت نچھاور کرتا ہے۔ نتیجتاً" ترقی اور خوشحالی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمارے بدن کی سانس کے مانند مذہب بھی معاشرے کی قوت حیات ہے۔

☆○☆

Marfat.com

2

مذہب کا تاریخی ارتقاء

مذہب کی تاریخ سے موزوں طور پر آگاہ ہوئے بغیر ہم اس کے متعلق فلسفیانہ حوالے سے بحث نہیں کرسکتے۔ ہمیں نوع انسانی کی مکمل مذہبی ترقی کے تمام مراحل اور ادوار تہذیب میں تجزیہ کرنا ہوگا۔

دراوڑی میراث (3000 تا 2000 صدی قبل مسیح)

دراوڑیوں نے ہندوستانی تہذیب و مذہب میں کچھ حصہ ڈالا۔ موجودہ ہندو مذہب میں ان اثرات کا کھوج لگایا جاسکتا ہے۔ موہنجوداڑو سے کچھ مہروں کی دریافت اور ہڑپہ سے ملنے والے چھوٹے چھوٹے مجسمے' پتھر کی شبیہیں وغیرہ مذہبی اعتقادات' وظائف وغیرہ کا ثبوت ہیں۔ مقدس ماں کا مسلک وادیٔ سندھ کی تہذیب کے دور میں وسیع پیمانے پر مقبول تھا۔ لوگ نسوانی قوت میں تمام تخلیق کے سرچشمے کے طور پر یقین رکھتے تھے۔ الوہیت کی کسی شبیہہ یا علامت کی پرستش کی تقریب میں دیوتاؤں کو پھولوں' پھلوں' پانی کی بھینٹیں' دیوی دیوتاؤں کی شیر' بیل' درخت' پہاڑ وغیرہ جیسی علامتیں دراوڑی میراث کی مہر توثیق ہیں۔ تنتر اور منتر میں یقین بھی دراوڑی میراث مانا جاتا ہے۔ سمتھ کا کہنا ہے کہ بالاصل دراوڑیوں کے درمیان پوجے جانے والے "شیطان" براہمنوں نے اپنا لئے۔ انہوں نے انہیں نئے نام دیئے اور بنیاد پرست ہندو دیوی دیوتاؤں کے ساتھ شناخت کیا۔ دراوڑیوں کے درمیان دیوتاؤں' ہیروز کی مقبول اساطیر نے آریائی اثر قبول کیا اور کچھ ترامیم اور بہتریوں کے ساتھ پرانوں میں دیوتاؤں'

Marfat.com

بادشاہوں اور اولیاء کی حکایات اور داستانوں میں جذب ہوگئیں۔ آریوں کے ہندوستان میں ورود سے کافی پہلے ہی یہاں شیو لنگ کی پوجا خاصی مقبول تھی۔ ان کی مذہبی ثقافت کے کچھ نقوش ان کی شبیہوں میں باقی ہیں جن میں ماتا دیوی' شکتی اور لنگ (جسے شیو خیال کیا جاتا ہے) شامل ہیں۔ عظیم رزمیہ نظمیں مہابھارت اور رامائن شیو کی شان و شوکت کی حمد گاتی ہیں۔

روحیت

انسانی اور علامتی صورتوں میں شیو اور شکتی اور اوتار دیوتاؤں کی پرستش کے علاوہ لوگ روحیت کے پیروکار بھی تھے۔ روحیت (Animism) سے مراد اس یقین کے ساتھ پتھروں' درختوں اور جانوروں کی پوجا کرنا ہے کہ یہ اچھی یا بری روح کے مسکن ہیں۔ جانوروں کی پوجا ان کے مذہبی عقیدے کا ایک حصہ تھی اور اس کا اشارہ ہاتھی' شیر' بیل' گائے جیسے جانوروں کی مہروں اور تعویذوں پر بنی تصاویر' یا پکی مٹی کے ظروف اور پتھر کی شبیہوں سے ملتا ہے۔ دنیا بھر میں آریائی لوگوں نے سورج کی پوجا کی ہے' اور دراوڑی لوگ ہواؤں ' بارشوں' آگ اور مٹی کے ناظم دیوتاؤں کے معتقد رہے ہیں۔ حتیٰ کہ آج بھی ہندو پہاڑ کی چوٹیوں' برگد اور پیپل جیسے درختوں ' تلسی جیسے پودوں اور گنگا' گوداوری و نربدا وغیرہ دریاؤں کی پوجا کرتے ہیں۔

موہنجوداڑو سے دریافت شدہ مخصوص مہریں انسانی اور حیوانی قربانی کا منظر پیش کرتی ہیں۔ گائے' بکری' بھیڑ وغیرہ جانوروں کی قربانی اور انسانی قربانی بھی قدیم نسلوں اور ہندوؤں میں عام رہی ہے۔ ای بی ٹیلر کے مطابق دنیا کے اسی مظاہر پرستانہ نظریہ کی بنیادوں پر مذہب کی عمارت ابھری۔

کچھ لوگ روحیت یا مظاہر پرستی کو بلا سوچے سمجھے مبادیاتی مذہب کہتے ہیں لیکن ایسا نہیں' بلکہ یہ ایک قسم کا مبادیاتی فلسفہ ہے۔ ہوفڈنگ کے خیال میں یہ "انتہائی ابتدائی انسانی فلسفہ ہے۔" ٹیلر کی نظر میں' "روحیت مذہب نہیں بلکہ مذہب کی بنیاد' فلسفۂ مذہب کی ایک قسم ہے۔"

Marfat.com

فلسفہ کی قسم کے طور پر روحیت تھا" قدیمی نہیں۔ اس میں روح' لافانیت' دوبارہ جنم' اصول عمل وغیرہ شامل ہیں۔ قبائلی انسان کو یقین تھا کہ جسم کے مرنے پر روح فنا نہیں ہوتی۔ بیشتر ہندوستانی قبائل کا عقیدہ ہے کہ موت کے بعد انسان کی روح جسم میں سے نکل کر کسی جانور' پرندے یا دیگر جاندار وجودوں میں داخل ہوجاتی ہے۔

ٹوٹم ازم

ٹوٹم ازم سے مراد ایسا نظام ہے جس میں کوئی شخص یا ایک معاشرتی گروہ کسی جانور یا پودے یا غیر جاندار شئے اور ان اشیاء سے منسلک عقائد اور رسومات کے ساتھ خصوصی تعلق میں شناخت کیا جاتا ہو۔ جانور یا پودے یا کہیں کہیں بے جان اشیاء کی انواع ٹوٹم ہے۔ یہ دیوتا تو نہیں لیکن اس کا ہم اصل اور قابل تعظیم ہے۔ مختلف قبائل مختلف ٹوٹموں پر یقین رکھتے ہیں۔ درخیم (Durkheim) اسے انتہائی سادہ اور قدیم مذہب کہتا ہے۔

ٹوٹم ازم کی قدامت سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن اس کی ہمہ گیریت قابل توثیق نہیں۔ ٹوٹم ازم قبائل کا ہمہ گیر مذہب نہیں۔ دنیا کے بہت بڑے حصے ایسے ہیں جہاں ٹوٹم ازم کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ ٹوٹموں میں قبائل کی چند ایک روایات' جذبہ اور فکر شامل ہیں۔ چنانچہ ٹھوس انداز میں اسے مذہب نہیں کہنا چاہیے۔

ویدک مذہب

آریوں کی تہذیب اور بالخصوص ان کی فلسفیانہ سوچ اور پہلے ہزار سال کے دوران مذہبی وظائف ہمیں ان کتابوں سے معلوم ہوتے ہیں جنہیں بحیثیت مجموعی "وید" کہا جاتا ہے۔ ویدوں کو علم کا حقیقی مخزن خیال کیا جاتا ہے۔ قدیم عقیدے کی رو سے وید لافانی غیر تخلیق شدہ اور بے ازل ہیں۔

ویدوں کے دو بڑے حصے ہیں۔ پہلا حصہ منتر یا سمہتا اور دوسرا برہمن کہلاتا ہے۔ بار بار پڑھی جانے والی عبارت منتر ہے' اور سمہتا کا مطلب ہے اکٹھا کیا ہوا۔ برہمن

Marfat.com

صرف عبادت اور بھینٹ کی رسم سے متعلقہ رسومات پر ہی زور دیتے ہیں۔ ان کے تین حصے ہیں : (1) برہمن' (2) آرنیک' اور (3) پریشاد

ویدوں کی تعداد چار ہے--- رگ وید' سام وید' یجروید اور اتھرو وید۔ رگ وید سب سے پرانا ہے اور ہمیں دکھاتا ہے کہ فلسفیانہ سوچ' مذہب' تصورات اور دیگر متعلقہ احساسات و جذبات نے ذہن انسانی میں کیسے جنم لیا۔ سام وید ، بھجنوں کی کتاب ہے۔ اسے علیحدہ کتاب قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ اس کے کافی سارے بھجن رگ وید سے مستعار لیے گئے ہیں۔ یجروید قربانی کے وقت ورد کئے جانے والے منتروں پر مشتمل ہے۔ اس وید کی دو صورتیں شکلہ یجروید اور کرشن یجروید ہیں۔ چوتھے وید اتھرووید میں انسانی حقیقی زندگی سے متعلقہ بنیادی امور شامل ہیں۔ اس کی نثر اور نظموں میں خدا کو مخاطب کیا گیا ہے۔ کچھ نظمیں فلسفیانہ اہمیت کی حامل ہیں۔

خدا

ویدوں میں بہت سے دیوتا ہیں اور ان میں سے کسی ایک کو بھی "خدائے مطلق" نہیں کہا جاسکتا' کوئی ایک بھی دوسروں پر فوقیت نہیں رکھتا۔ لیکن اس کے ساتھ یہ امر بھی اہم ہے کہ جب کسی دیوتا کی پوجا کی جاتی تو اسے "خدائے واحد" اور خدائے مطلق کے طور پر بیان کیا جاتا۔ میکس مولر نے "ایک خدا" کے عقیدے کے لئے "Herotheism" کی یونانی اصطلاح استعمال کی جو کافی مشہور ہوئی۔ خدا کو مختلف ناموں' مختلف اوصاف اور اختیارات اور مختلف وظائف کے حامل کے طور پر پوجا جاتا تھا۔

ویدک دور میں ہمارے پاس اہم دیوتا یہ تھے : اندرا' اگنی' سوریا' متھرا' ورونا' رودر' اوشا' سرسوتی۔ آج ہندو لوگ وشنو' شیو' کالی' لکشمی اور دیگر دیوتاؤں کی عبادت کرتے ہیں۔

Marfat.com

زندگی اور اخروی زندگی

دیوتاؤں کی رحمت سے انسان نے دنیا میں طویل اور مسرور زندگی گذاری ہے۔ دیوتاؤں کو سونے، مویشیوں، بیٹوں اور پوتوں کی بھینٹ چڑھائی جاتی تھی۔ اس دنیا کو ایسی جگہ تصور کیا جاتا تھا جہاں کوئی شخص دیوتاؤں کی خوشنودی کے ذریعہ مسرت حاصل کرسکتا تھا۔ فراوانی اور عیش موجود تھا۔ موت کے بعد انسان اگلی دنیا میں چلا جاتا جہاں بچھڑے ہوئے آباؤ اجداد آباد تھے۔ یہ اگلی دنیا اعلیٰ تر مسرت والی جگہ تھی۔ ویدک آریائی انتقال روح پر یقین رکھتے تھے۔

انسان روح اور جسم پر مشتمل ہے۔ وید انسان کے کسی اور مقدر مثلاً" جنم کا ذکر نہیں کرتے ۔ مرحوم روحوں کے لئے دو راہیں ہیں۔ ایک دیوتاؤں کی راہ اور دوسری مرحوم روحوں کی راہ۔ صرف "عمل" (کرما) ہی اخروی زندگی کا تعین کرتا ہے۔

عمل اور علم

رگ وید کا بغور مطالعہ منکشف کرتا ہے کہ انتہائی قدیم ادوار میں بھی عمل اور علم کو انسان کی روحانی نشوونما میں دو جدا عوامل تسلیم کیا جاتا تھا۔ عمل کا تعلق اس دنیا سے براہ راست ہے جس میں ہم رہتے ہیں، اور علم کا تعلق آگے کی دنیا سے ہے۔ ویدوں کو سرچشمہ علم سمجھا جاتا ہے۔ علم کے ذریعہ ہی روح ابدی مسرت کی حالت پاسکتی ہے۔

اپنشد

اپنشد مختلف ادوار کے متعدد مصنفوں کے تحریر کردہ ہیں۔ وہ فلسفہ کا ایک باربط یا باقاعدہ نظام پیش نہیں کرتے۔ یہ روحانی گروؤں کے اقوال پر مشتمل ہیں جنہوں نے شدید مراقبے کے ذریعہ اعلیٰ ترین سچائی کی جھلک دیکھی۔ ان کا طریقہ کار منطقی کی بجائے تاکیدی ہے، اور اصل مقصد خدا، انسان اور اردگرد کی دنیا کے متعلق مطلق علم حاصل کرنے کے لئے ذہن انسانی کی فطری خواہشات کو تسکین دینا۔

Marfat.com

اپنشدوں نے ہندوستانی فکر و فلسفہ پر کافی اثرات مرتب کئے ہیں۔ ہندوستان کے تمام فلسفیانہ نظام اور مذاہب اپنشدوں سے پھوٹے۔ ہندوستانی فلسفہ کے چھ نظام بحیثیت مجموعی اپنشدوں کی توسیع ہیں۔

تاہم' نظام ویدانت اپنشدوں کے پیغام کا خصوصی اور خود تکمیلی مظہر ہے۔ دیگر نظاموں میں سے پورو میماسا زمانی اعتبار سے اولیت کا حامل ہونے کے ساتھ ویدانت سے قریب ترین ہے۔ اہم اپنشد لازماً" ہندوستانی فلسفیانہ نظاموں کے ظہور سے پہلے ہی موجود رہے ہوں گے۔ تمام موجودات کی روحانی یگانگت اپنشدوں کا بنیادی موضوع ہے۔

یہ کل کائنات میں ایک قادر مطلق' ہر جگہ موجود حقیقت کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔

اپنشد ویدوں کا روحانی علم ہیں جو مرکزی طور پر مندرجہ ذیل نظریہ ہائے تخلیق واضح کرتے ہیں:

1۔ مادہ خدا سے الگ وجود رکھتا ہے۔

2۔ خدا نے عدم سے کائنات تخلیق کی اور وہی اسے چلاتا ہے۔

3۔ خدا اور دنیا ایک دوسرے کا عکس ہیں۔

4۔ صرف خدا ہی حقیقی ہے۔

طویل رزمیہ نظمیں

مہابھارت' رامائن اور بھگوت گیتا دنیا کی ادبی اور مذہبی فلسفیانہ تاریخ میں بےنظیر اہمیت کی حامل ہیں۔ فلسفہ کے مختلف نظام یعنی' سانکھیہ' یوگا' ویدانت' شیوا' سکھتا وغیرہ سب ان طویل رزمیہ نظموں میں بیان کئے گئے۔

مہا بھارت ---- اس میں پورے کے پورے ابواب مذہب' فلسفہ اور ادب پر مشتمل ہیں۔ ذرائع علم کے حوالے سے مہابھارت ویدک صحائف کی حاکمیت تسلیم کرتی ہے۔ اس میں متعدد مذہبی اور فلسفیانہ فرقوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ مہابھارت تکوینیات کے بارے میں مختلف نظریات پر گہرا غور و فکر کرتی ہے۔

رامائن ---- رام کی کہانی رامائن نے ہندوستانی تہذیب کو زندگی دی اور ہماری

Marfat.com

قوت حیات کو حتمی مقصد، یعنی حصول صداقت کی جانب متعین کیا۔ اس رزمیہ میں رام ہر اچھی اور نیک چیز کی تجسیم ہے، ساری دنیا کی نیکی کا مظہر۔ اس کا انداز نہایت سادہ اور پر جلال ہے۔ ساری نظم میں محبت، جرأت و بہادری اور تقویٰ کو بڑے اعلیٰ انداز میں پیش کیا گیا۔ ایک ادبی تصنیف کی حیثیت میں رامائن دو ممتاز ادبی پہلو رکھتی ہے۔۔ حقیقت پسندانہ اور رومانوی۔ کردار بالعموم انسانی، مافوق الانسانی اور نیم انسانی ہیں۔ رامائن میں نرم روی، نظام کاری، جنگ اور ہماری زندگی کے کچھ دیگر معاشرتی پہلوؤں کو بھی پیش کیا گیا ہے۔ ہم رامائن میں مذہب، اخلاقیات، فلسفہ، سیاست، تاریخ، سماجیات اور معاشیات جیسے موضوعات بھی دیکھتے ہیں۔ ایک شاندار شاعرانہ فن اور تاریخ کا نمونہ ہونے کے علاوہ رامائن ایک "دھرم شاستر" بھی ہے۔۔ راستبازی کی تعلیم دینے والی مقدس کتاب۔

رامائن مختلف کرداروں کی طاقت اور کمزوری کو سامنے لاتی ہے۔ رام آریائی زندگی کے اعلیٰ تصورات کی تجسیم ہے۔ وہ ایک قابل اعتماد اور فرض شناس بیٹا، شفیق بھائی، محبت کرنے والا خاوند، سخت گیر اور سنگدل جنگجو اور ایک مثالی بادشاہ بھی ہے۔ لکشمن اور بھرت مثالی بھائیوں کے نمائندہ ہیں، جبکہ سیتا باوفا بیوی کی۔ دسرتھ میں نسوانی حسن کے لئے مردانہ کمزوری دکھائی گئی، جس کی وجہ سے نہ صرف وہ خود بلکہ اس کی ساری بادشاہت بھی برباد ہوئی۔

بھگوت گیتا ـــــ بھگوت گیتا مرکزی طور پر فلسفہ کے حقیقی قواعد سکھاتی ہے۔ عمل، بھگتی، علم۔ گیتا کے مطابق جس طرح جاہل لوگ اپنی غرض کے لئے عمل کرتے ہیں اسی طرح عارف لوگ بے لوث ہوکر سنسار کے آنند اور اطمینان کی خاطر عمل کرتے ہیں۔ جاہل کا عمل بندھن کا باعث ہوتا ہے مگر گیانی کا عمل نجات دلاتا ہے۔ صلہ کی امید رکھے بغیر پیہم عمل کرنا بھگوت گیتا کی بنیادی تعلیم ہے۔ یعنی عمل کا مقصد اپنی غرض پورا کرنا نہیں بلکہ دوسروں کی خدمت ہونا چاہیے۔

بھگتی محبت اور وابستگی کی راہ ہے۔ اس کے مطابق تمام مذاہب کا حتمی مقصد محبت کے ذریعہ پایا جاسکتا ہے۔ محبت تخلیقی قوت ہے اور تخلیق کے ذریعہ ہم مسرت اور

لافانیت تلاش کرتے ہیں۔ خدا سے لازوال اور اعلیٰ ترین محبت کر کے ہم نجات پاسکتے ہیں۔

علم کی راہ "خود آگہی" پر توجہ مرکوز کرنے کی تاکید کرتی ہے۔ خود کو جاننا برہما کو جاننا اور اس میں سماجانا ہے۔ اس علم سے بڑھ کر کوئی چیز طاقتور نہیں۔ جیسے آگ کا شعلہ ایندھن کو راکھ کردیتا ہے' اسی طرح علم کی آگ اعمال کو راکھ کردیتی ہے۔ علم حاصل کرلینے کے بعد طمانیت ملتی ہے۔

گیتا کی بنیادی مابعدالطبیعیاتی تعلیم یہ ہے کہ غیر حقیقی میں سے کچھ بھی وجود میں نہیں آیا اور حقیقی میں سے وجود میں آنے والا کچھ بھی نابود نہیں ہوتا۔ روح (آتما) غیر فانی' ہر جگہ موجود' غیر متحرک' قدیم' باطنی' ناقابل فکر اور غیر منقلب ہے۔ صرف جسم تباہ ہوتے ہیں' روح نہیں۔ یہ نہ پیدا ہوتی ہے نہ مرتی ہے۔ یہ لافانی اور پائیدار ہے۔ جنم مرن سے آزاد ہونے کے باعث یہ جسم کے ساتھ فنا نہیں ہوسکتی۔ جیسے کوئی شخص گندے کپڑے اتار کر نئے کپڑے پہن لیتا ہے' اسی طرح روح ایک جسم سے نکل کر نئے جسم میں داخل ہوجاتی ہے۔

مذہب کی زمرہ بندی

اگرچہ مذہب کو متعدد انداز میں زمرہ بند کیا جاسکتا ہے لیکن مذہب کی تاریخی ترقی کے مطابق اسے مندرجہ ذیل میں تقسیم کرنا موزوں ہوگا:

(1) قبائلی (2) قومی' اور (3) عالمگیر مذہب۔

قبائلی مذہب:

قبائلی مذہب انسانی تہذیب میں مذہب کی ابتدائی ترین صورت ہے۔ قبائلی معاشرہ تعلیم یافتہ اور مہذب نہیں ہوتا۔ کچھ محققین کی رائے ہے کہ قبیلے زمین کے اصل باشندے ہیں۔ کول' بھیل' گونڈ' اور سنتھال ان مختلف قبیلوں کے نام ہیں جو بالخصوص ہندوستان میں رہتے ہیں۔

وہ چھوٹی قدوقامت' چھوٹی چڑھی ہوئی ناک' گہری رنگت' گھنے بالوں اور نمایاں

Marfat.com

رخساری ہڈیوں کے ساتھ چپٹے چہرے والے ہیں۔ ان کا تعلق تبتی' چینی' جاپانی اور برمی لوگوں والی نسل سے ہی ہے۔

ان کی تہذیب اور مذہب ان کے وجود کی صرف مادی سطح پر ہی ہے۔ اس سطح پر ان کا مفاد صرف زندہ رہنے' خوراک کی تلاش' قدرتی آفات اور دشمنوں کے حملوں کے خلاف اپنے دفاع تک محدود ہے۔ چنانچہ غیرمہذب انسان مادی خواہشات سے بلند تر نہ ہوا' اور اس کا مذہب بھی اسی کمتر سطح پر رہا۔ قبائلی لوگ بلند پہاڑوں' سیلابی دریاؤں' بڑے درختوں اور قدرتی چیزوں کے پیچھے مافوق الفطرت طاقتوں کی موجودگی میں یقین رکھتے ہیں۔ مذہب کی تاریخی ترقی کا آغاز باطنی قوت والے لشکر ارواح پر اعتقاد کے ساتھ ہوا' جسے مخصوص رسومات کی ادائیگی سے متاثر کیا جاسکتا ہے۔

قبائلی لوگ صرف ان قوتوں کی پرستش کرتے ہیں جو انہیں کوئی نقصان پہنچا سکتی ہوں۔ متعدد قبائل میں خدائے مطلق کو بیشتر صورتوں میں سورج یا چاند کے ساتھ شناخت کیا جاتا ہے۔ تصور خدا ایک قبیلے سے دوسرے قبیلے میں مختلف ہے۔ ہر قبیلے کا اپنا مقامی دیوتا ہے۔ دیہی دیویوں اور مقامی دیوتاؤں کے متعلق بہت سی داستانیں اور قصے مقامی لوگوں کی امیدوں اور خواہشات' ابتلاء و آزمائش اور حقوق و فرائض میں رچے بسے ہیں' چاہے وہ قبائلی ہوں یا غیر قبائلی۔ مقامی دیوتاؤں کی تعظیم میں کچھ میلے اور جشن منعقد ہوتے ہیں جن میں تمام قبائل شرکت کرتے ہیں۔

قومی مذہب:

قبائلی مذہب کا بنیادی تعلق متعدد روحوں کی عبادت سے ہے' جنہیں دیوتاؤں کے ناموں کے ساتھ احترام نہیں دیا جاسکتا کیونکہ ان کی کوئی ذاتی تاریخ یا ذاتی کردار یا ذاتی نام نہیں۔ کثرت پرستی کی تبدیلی اس عمل میں مضمر ہے جس کے تحت فطرت ـــــ روحیں ـــــ آہستہ آہستہ مجسم ہوگئیں۔

قومی مذہب کی نشوونما میں دو واضح رجحان نظر آتے ہیں: (1) خداؤں کی تہذیب اخلاق' (2) وحدانیت کی سمت میں پیش قدمی۔ ان دو تحریکوں نے عالمگیر مذہب کی راہ ہموار کی۔ اخلاقی صفات' مثلاً" پاکیزگی' راستبازی' بھگتی' قبائلی ذہن سے وابستہ

Marfat.com

نہیں ہیں۔ قومی مذہب میں ہماری زندگی کے اخلاقی نظم و ضبط اور دیوتاؤں پر زور دیا گیا۔ اخلاقی کردار کو مذہب کے مختلف دیوتاؤں سے منسوب کیا جاسکتا تھا۔ مخصوص اچھائیاں مخصوص دیوتاؤں سے منسلک ہیں۔ مثلاً" اندرا شجاعت' ورونا عدل اور اخلاقی قانون کے نمائندہ ہیں۔ اس کے علاوہ ہندو تثلیث کے تین دیوتا کائناتی منظرنامے میں تین صفات' تخلیق' استواری اور تباہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ وشنو ہستی اور اسے قائم رکھنے کا' شیو تباہی و بربادی کا' جبکہ برہما ان دونوں کی درمیانی خصوصیات کا حامل دیوتا ہے۔

اگرچہ خارجی اعتبار سے ہندو مت کثرت پرست لگتا ہے کیونکہ ہندو لوگ وشنو' شیو' شکتی اور گنیش وغیرہ کی پوجا کرتے ہیں۔ لیکن درحقیقت دیوتاؤں اور روحوں کی کثرت میں وحدت کا ایک عنصر پایا جاتا ہے جس کی بنیاد خدا کی حاکمیت اعلیٰ پر ہے۔ چنانچہ مذہبی نکتہ نظر سے ہندومت وحدت پرست ہے۔ ہندو وحدت پرستی مختلف دیوی دیوتاؤں کو مسترد نہیں بلکہ واحد خدا کے اوتار کی حیثیت میں اپنے اندر شامل کرتی ہے۔اسی طرح عیسائیت' بدھ مت' جین مت اور اسلام اپنی فطرت میں وحدت پرست ہیں۔ عبادت' قربانی' عقیدہ' بھگتی اور دعا مختلف قومی مذاہب میں مشترک ہیں۔

عالم گیر مذہب:

تمام مذاہب عالم؛ یعنی ہندومت' بدھ مت' جین مت' عیسائیت' اسلام وغیرہ ایک اساسی اتحاد رکھتے ہیں جو ہر مذہب کی جڑ ہے۔ کثرت میں وحدت تخلیق کا لائحہ عمل ہے۔ ساری کائنات کثرت میں وحدت کا پرشکوہ جلوہ ہے۔ ایک مذہب دوسرے مذہب سے مختلف تو ہوسکتا ہے لیکن پس منظر میں اتحاد و یگانگت موجود ہے۔ ہم بیک وقت انفرادی بھی ہیں اور ہمہ گیر بھی۔ کائنات میں مادہ' ذہن اور روح سب ایک ہیں۔ حقیقت میں یہ اتحاد کبھی نہیں ٹوٹا۔

مختلف مذاہب کے مختلف نام ہیں۔ ہر مذہب کی بنیاد میں ایک اساسی اتحاد موجود ہے۔ ہمہ گیر اتحاد کا مفہوم مندرجہ ذیل نکات سے واضح کیا جاسکتا ہے:

1) دنیا کا ہر مذہب خدا کا وجود تسلیم کرتا ہے۔

Marfat.com

2) ہر مذہب یقین رکھتا ہے کہ مذہب انسان کے لئے لازمی ہے۔
3) ہر مذہب سچا ہے۔
4) ہر مذہب بھگتی' خود ضبطی' ایثار ذات' اور خود آگہی پر زور دیتا ہے۔
5) ہر ہر مذہب میں عبادت' دعا' قربانی اور بھگتی موجود ہے۔
6) ہر مذہب اعلیٰ تر اخلاق' مہذب کردار' بردباری' تقویٰ' پاکیزگی اور عالمگیر بھائی چارے کا درس دیتا ہے۔
7) تمام مذاہب' امن' اتحاد' شفقت' بہبود اور انسانیت کے مبلغ ہیں۔
8) مذاہب اپنی فطرت میں جبلی ہیں۔ وہ انسانوں میں فضائل اخلاق اور اخلاقی اقدار پیدا کرتے ہیں۔
9) مختلف مذاہب کے روحانی اصولوں میں اخلاقی اقدار' یعنی راستبازی' عدم تشدد' صبر و تحمل' بے لوثی' متانت' فرض شناسی' محبت' ہمت اور روحانی بصیرت واضح نظر آتی ہے۔
10) پوری کائنات میں سچے مذہب سے زیادہ انسان کا کوئی اور سچا دوست نہیں۔ مذہب صرف ایک زندگی کا رفیق نہیں 'بلکہ یہ ہمارا ابدی دوست ہے' حیات بعد از موت۔

تمام مذہبی مفکرین اور خدا کے بندوں' مثلاً" عیسیٰ' حضرت محمدؐ' بدھ' مہاویر' نانک' اور زرتشت نے مذہب کی جانب ایک ترکیبی رویہ اختیار کیا۔

نتیجۂ بحث

مذہب کی تاریخی ترقی کے حوالے سے ابھی تک ہم نے صرف اس کے مشرقی پہلوؤں پر غور کیا ہے۔ اسے ترجیح دینے کی وجہ اس کا نسل انسانی جتنا ہی قدیم ہونا ہے۔ جس طرح تہذیب وحشیانہ حالت سے ثقافت کی اعلیٰ تر سطح کی جانب درجہ بدرجہ ترقی کا نتیجہ ہے' بالکل اسی طرح مذہب بھی تہذیب کے جزو لاینفک حصوں میں سے ایک ہے اور آہستہ آہستہ کمتر سے اعلیٰ تر سطح تک ترقی کرتا ہے۔

ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک کوئی بھی بالکل نیا مذہب نہیں آیا۔ ہم تاریخ انسانی میں جتنا آگے تک جائیں ہمیں مذہب کی بنیادیں اور عناصر موجود نظر آئیں گے۔ تاہم، عظیم عالمی عقائد مشرق کی دین ہیں، ماسوائے عیسائیت کے۔

عالمگیر مذاہب میں سب سے کم عمر مذہب اسلام ہے جس کی بنیاد حضرت محمدؐ نے تقریباً" 570 ہجری میں رکھی۔ عرب ممالک نے اس مذہب کو قبول کیا۔ کتاب کے دوسرے حصے میں دنیا کے تمام اہم مذاہب پر جامع بحث پیش کی جائے گی۔

☆○☆

3

مذہب اور دیگر اہم اصل موضوعات

"مذہب جذبات سے مزئین اخلاقیات کے سوا کچھ نہیں۔"

(میتھیو آرنلڈ)

مذہب اور اخلاقیات

مذہب اور اخلاقیات دونوں بلند تر ذاتی اور سماجی بہتری کی خاطر ایک مخصوص معاشرتی دائرہ کار میں طرز عمل کے قوانین متشکل کرتے ہیں۔ اخلاقیات کا مطلب انسانی روایات یا عادات کی سائنس ہے۔ یہ اعلیٰ ترین نیکی کی سائنس ہے۔

سوامی ویوکانند کے مطابق، "تمام اخلاقی تعلیم کو مثبت اور منفی عناصر میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ یہ یا تو کہتی ہے "اسے کرو" یا پھر "اسے نہ کرو۔" یہ منع کرتی ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا مقصد کسی مخصوص خواہش کو دبانا ہے جو انسان کو غلام بنادے گی۔ جب یہ کہتی ہے کرو تو اصل مقصد آزادی کی راہ دکھانا اور انسانی دل پر قابض پستی کو ختم کرنا ہے۔"

مشاہدہ میں آیا ہے کہ مذہب اور اخلاقیات میں، جہاں تک فطرت اور اصولوں کا تعلق ہے، مخصوص امتیازات موجود ہیں۔ تاہم 'مذہب کو بنیاد پرست اور غیر منطقی' جبکہ اخلاقیات کو ترقی پسند اور منطقی قرار دے کر ہمیں ان دونوں میں فرق نہیں کرنا

Marfat.com

چاہیے۔

میتھیو آرنلڈ کے خیال میں "مذہب جذبات سے مزین اخلاقیات کے سوا کچھ نہیں۔" یہ نکتہ نظر کسی بھی طرح مذہب اور اخلاقیات کے مابین تمیز نہیں کرتا۔ کانٹ کے مطابق مذہب کی بنیاد اخلاقیات پر ہے' اور خدا کی موجودگی اخلاقیات کی موجودگی کے باعث ہے۔

مذہب اخلاقیات کی مثالی بنیاد ہے۔ مذہبی انسان بڑی آسانی سے اخلاقی اور اخلاقی آدمی بڑی آسانی سے مذہبی بن سکتا ہے۔ مذہب اور اخلاقیت انسانی شخصیت کی ترقی میں اہم شراکت داریاں کرتے ہیں۔ اخلاقیات مذہب پر عمل کرکے اسے خالص اور صیقل کرتی ہے۔ مذہب اخلاقیات پر ردعمل میں اسے تحریک دیتا ہے۔ اخلاقیات مذہب کی جگہ لے سکتی ہے نہ مذہب اخلاقیات کی۔ فرد کی مکمل اور مستحکم نشوونما کے لئے مذہب اور اخلاقیات دونوں ہی ناگزیر ہیں۔

عظیم اور قدیم یوگا کے گرو پتنجلی نے انسانوں کے اخلاقی اصول پر زور دیا جو پانچ نیکیوں پر منحصر ہے: عدم تشدد' راستبازی' پاکدامنی' چوری نہ کرنا' اور تحفے وصول نہ کرنا۔

مذہب اور اخلاقیات خود زندگی میں سے نمودار ہوئے اور سچائی' خوبصورتی اور اچھی زندگی کو دریافت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مذہب اور زبان

معاصر مطالعہ فلسفۂ مذہب میں زبان کے مذہبی استعمالات ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ فلسفہ اور مذہب کے علاوہ زبان بھی نوع انسانی کی توجہ کا مرکز بنی۔ ہم زبان کے ذریعہ اپنے جذبات کو دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ مذہبی تجربات کے معاملہ میں ہمارا اظہار بیان کافی نہیں۔ مذہب کو زندگی کو موضوعی تخمینہ کار کہا جاسکتا ہے۔ مذہبی زبان اپنے احساسات ساتھیوں تک پہنچانے میں ناکام رہتی ہے۔ یہ ابلاغ کا ایک ناکافی' بلکہ مسخ کرنے والا وسیلہ ہے۔ کبھی کبھار دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مذہبی زبان بے معنی ہے۔

Marfat.com

مذہبی معتقدین کو مذہبی عقائد کا مفہوم واضح کرنے میں بہت مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مذہب کا تصور تشکیل دینا مشکل ہے۔ مذہب میں کوئی قطعی اور واضح نظریت دستیاب نہیں' بلکہ ہر نظریہ مختلف معانی اور تعبیروں کا حامل ہے۔ نظریاتی تشکیل کا مسئلہ توثیق کے مسئلے سے منسلک ہے۔ جبکہ آپ کسی بیان کی صداقت کی توثیق تبھی کرسکتے ہیں جب اس نظریے کو اور اس کے درست اطلاقی حالات کو جانتے ہوں۔ لیکن کوئی بھی مذہبی بیانات کی تصدیق نہیں کرسکتا۔ چنانچہ مذہبی نظریات و بیانات کا بیان یا ابلاغ نہایت دشوار ہے۔

زبان بطور صورت اظہار اپنے عملی مقاصد میں بالکل ٹھیک ہے' لیکن جب اسے مختلف مابعد الطبیعیاتی یا تخمینہ کاری زاویوں سے وسعت دی جائے تو یہ اپنے نارمل وظائف سرانجام نہیں دے سکتی۔ روڈلف اوٹو کا کہنا ہے کہ "مذہب میں سب سے زیادہ ممتاز بات کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔" یہ مذہب کا غیر منطقی حصہ ہے۔ الفاظ میں بیان کیا جانے والا مذہب کا نظریاتی حصہ بہت اہم ہے۔ لیکن ہمیں یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہیے کہ کچھ اور بھی موجود ہے جسے الفاظ کا روپ نہیں دیا جاسکتا۔

مذہبی زبان

دانشمندانہ بیانات درست ہوتے ہیں یا غلط۔ لیکن اقوال کی دیگر اقسام بھی موجود ہیں جو نہ درست ہیں نہ غلط۔ مثلاً" "ذوالفقار علی بھٹو پاکستان کا وزیر اعظم ہے۔" اور" خدا رحیم ہے۔"— دونوں بیانات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ منطقی ثبوتیت پسندوں کے مطابق پہلا مفروضہ قابل ادراک ہونے کی وجہ سے درست ہے' لیکن دوسرا مفروضہ بے معنی اور غیر متعلقہ ہے۔ لیکن عموماً" مذہبی لوگوں کا یقین ہے کہ دوسرا بیان نہ صرف قابل ادراک بلکہ درست بھی ہے۔ مزید برآں' پہلا بیان تجربی ہے اور دوسرا مابعد الطبیعیاتی۔

جے۔ ایچ ریںڈل مذہب کو انسانی سرگرمی کے طور پر تصور کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مذہب' جو ہمیں اب نظر آرہا ہے' معاشی اعتبار سے اپنے ناگزیر وظیفے کے ساتھ

Marfat.com

ایک امتیازی انسانی جدوجہد ہے۔

برٹرینڈرسل نے کہا: "میں اس آدمی کا احترام کرسکتا ہوں جو دلیل دیتا ہے کہ مذہب درست ہے اس لئے اس پر یقین رکھنا چاہیے۔ لیکن ایسے لوگوں سے گہری نفرت رکھتا ہوں جو کہتے ہیں کہ مذہب پر اس لئے یقین رکھنا چاہیے کیونکہ یہ مفید ہے۔ اور اس کے درست ہونے نہ ہونے کا پوچھنا محض وقت کا ضیاء ہے۔"

آکسفورڈ کے ایک اور فلسفی بیسل مچل (Basil Mitchell) نے زور دیا ہے کہ مذہبی عقائد براہ راست طور پر قابل تصدیق یا قابل تکذیب نہ ہونے کے باوجود اپنے کردار میں اصلی معنوں میں حقیقی ہیں۔

تصدیق اور جعل سازی کا سوال تجربی یا مابعد الطبیعیاتی بیانات کے معاملے میں بھی نہیں اٹھایا جاسکتا۔ لہٰذا مذہبی زبان اگرچہ حقیقت بیان نہیں کرتی، لیکن بامعنی ہے۔ چنانچہ صداقت اور بطلان کا سوال اس کے حوالے سے پیدا نہیں ہوتا۔

مذہب میں علامات اور اساطیر

چونکہ مذہبی زبان مذہبی احساسات و تجربات کو بیان کرنے میں کافی نہیں، اس لئے علامات، تمثیلیں اور اساطیر (قصے کہانیاں) مطالعہ مذہب میں متعارف کرائی گئیں۔ مذہب کی زبان علامات، اساطیر، استعاروں، تشبیہات کے ایک مجموعہ پر مشتمل ہے جو اہل مذہب کو اپنی ورائے سخن بصیرتیں اور تجربات بانٹنے اور بیان کرنے میں مدد دیتا ہے۔ مختلف رسومات کی انجام دہی اور شعائر کے ذریعہ بھی یہی کام لیا جاتا ہے۔

مذہب علامتیت، شکل، مجسموں، صلیبوں سے، رسومات اور اساطیر سے بچ نہیں سکتا۔ مذہب نے عقیدے پر توجہ مرکوز کرنے کی غرض سے شبیہیں استعمال کیں، لیکن جب وہ خود عقیدے سے زیادہ اہم ہوگئیں تو صنم پرستی نے جنم لیا۔ علامت لامحدود کو محدود کے تابع نہیں کرتی، بلکہ محدود کو شفاف خیال کرتی ہے۔ یہ ہمیں اپنے اندر سے لامحدود کو دیکھنے میں مدد دیتی ہے۔

پروفیسر اے۔این وائٹ ہیڈ کے مطابق علامت اور اشارے تمام تہذیبوں کی زبان

Marfat.com

ہیں آپ علامات کے بغیر نہیں سوچ سکتے۔ مذہب میں علامتوں کا استعمال نجی اور موضوعی ہے' جبکہ ہماری زبان عوامی اور معروضی ۔ ہر مذہب اپنی مخصوص علامات رکھتا ہے۔ مثلاً" اوم ॐ ہندوؤں کی' صلیب ✝ عیسائیوں کی اور ہلال ☪ مسلمانوں کی علامت ہے۔ مذہبی طبقات نے مخصوص علامتیں استعمال کی ہیں' مثلاً" سورج' آگ' ستارہ' آسمان' سمندر' مچھلی' انڈہ' بھیڑ وغیرہ۔ عبادت کے دوران ہم لوگ ارتکاز فکر اور مراقبہ کے لئے مختلف صورتیں یا علامتیں استعمال کرتے ہیں۔ ذہن حقیقی سے مجرد کی جانب پرواز کرتا ہے' اور مجرد سے مطلق کی جانب۔ یہی وجہ ہے کہ ویدانت شبیہہ پرستی یا علامت پرستی' مجرد تصاویر کی پوجا کرنے کی مذمت نہیں کرتا۔ سوامی ویو کانند کے مطابق ساری کائنات ایک علامت اور دیوتا اس کے پیچھے موجود جوہر ہے۔ ویدانت فلسفہ میں ہر چیز اپنا نام اور صورت رکھتی ہے۔

مختلف مذاہب کی متعدد رزمیہ نظموں اور صحائف کی اسطوریات میں استعارے اور تمثیلیں استعمال کی گئیں۔ اسطوریات دیوتاؤں کا ماخذ و کردار اور ان کی سرگرمیاں بیان کرتی ہے۔ یہ اساطیر بالعموم علامتی اور استعاراتی ہیں۔ میکس ملر کا کہنا ہے' "اساطیری دنیا بنیادی طور پر سراب کی دنیا ہے۔" لیکن ہندو مذہب کے نکتہ نظر سے یہ بات درست نہیں ۔

فلسفہ تمام مذہب کا جوہر ہے۔ اساطیر عظیم افراد کی کم یا زیادہ افسانوی زندگیوں' حیرت انگیز چیزوں کی کہانیوں اور قصوں وغیرہ کے ذریعہ مذہب کو واضح اور شفاف بناتی ہیں۔

مذہب اور حقیقت

مذہب ایک اضافیاتی اصطلاح ہونے کی وجہ سے مختلف مفکرین نے اسے مختلف انداز میں تصور کیا ہے۔ لیکن دراصل "حقیقی" (جیسا کہ ہم پیچھے دیکھ آئے ہیں) کثیر نہیں ہو سکتا بلکہ اسے واحد حیثیت میں لینا ہوگا۔ فہم عامہ کی رو سے دنیا چیزوں کی تعداد کا مجموعہ نظر آتی ہے۔ فلسفیانہ فکر ہمیشہ وحدت پرستی کی جانب مائل ہوتی ہے۔ وحدت

Marfat.com

پرستی ایک فلسفیانہ نظریہ ہے جس کے مطابق کائنات کی تہہ میں صرف ایک حقیقت مطلق موجود ہے۔ چنانچہ دنیا میں کوئی تکثیریت یا دوئی موجود نہیں۔

ہم نے دنیا میں مختلف مذاہب کا مشاہدہ کیا ہے—— ہندومت' عیسائیت' اسلام' بدھ مت' جین مت' وغیرہ۔ یہ مختلف مذاہب مختلف مذہبی اصول اور نوعیت کے حامل ہیں۔ لیکن انجام کار تمام دریاؤں کے سمندر میں گرنے کی طرح ہی تمام مذاہب خدا کی جانب لے جاتے ہیں۔ خدا تمام مذاہب کا مرکز و محور ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ تمام مذاہب کی منزل مقصود خدا کو پانا ہے۔ یہ منزل حاصل کرنے کے لئے مختلف مذاہب نے اپنی موزونیت کے مطابق مختلف راہیں اختیار کیں۔ چنانچہ مذہب میں ہمیں کثرت میں وحدت ملتی ہے۔ یہ وحدت اپنی فطرت میں توحیدی ہے۔

ہیگل کے خیال میں حقیقت "مطلق" ہے۔ وہ کہتا ہے کہ حقیقت مطلق کثرت میں وحدت کا اصول ہے۔ سپنوزا کا توحیدی نظریہ "جوہر" (Substance) ہے' دنیا کی حقیقت مطلق۔ اس کے مطابق یہ جوہر خدا ہے۔دنیا میں تمام اشیاء بشمول افراد' خدا کی مادی صفات کے انداز ہیں۔ خدا بطور مجرد جانا جاتا ہے۔ وہ کثرت کو وحدت میں مدغم کرتا ہے۔ کثرت ظاہری صورتوں کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ چنانچہ سپنوزا نے خدا کو فطرت سے شناخت کیا۔

ساری ہستی کا مجموعہ "حقیقی" ہے۔ اس میں کچھ بھی نارسا' نامکمل یا غیر کامل موجود نہیں۔ حقیقت ایک مکمل طور پر ہم آہنگ کل ہے۔ روح حقیقت مطلق ہے۔ یہ کامل اور لافانی ہے۔ بریڈلے اتفاق کرتا ہے کہ حقیقت اپنے اندر تمام ظاہری صورتیں لئے ہوئے وحدت ہے۔ لیکن بریڈلے کے خیال میں یہ صورتیں حقیقت کے مشمولات (مافیہات۔ Contents) کو تشکیل دیتی ہیں' کیونکہ وہ لازماً کہیں نہ کہیں موجود ہوتی ہیں اور حقیقت سے باہر کہیں نہیں ہوسکتیں۔ حقیقت مطلق اس قسم کی ہے کہ اپنی تردید نہیں کرتی۔ بریڈلے کے نکتہ نظر اور شنکر کے ادویت ویدانت (غیر ثنائی ویدانت) میں کچھ مشابہت پائی جاتی ہے۔ شنکر کے مطابق صرف برہما حقیقی ہے اور باقی سب چیزیں غیر حقیقی۔ تاہم' شنکر صورتوں کے بارے میں بریڈلے کے نکتہ نظر سے

اتفاق نہیں کرتا۔ شنکر کی بیان کردہ "حقیقت" کا صورتوں سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی صورتوں کا حقیقت سے۔ یہ حقیقت "ہونے" اور "بننے" کا مابعد الطبیعیاتی اور مذہبی شعور ہے۔ اپنشد میں کہا گیا:

مجھے غیر حقیقی سے حقیقی
تاریکی سے روشنی
موت سے ابدیت کی جانب لے چلو

مذہب اور سماجیات

ہربرٹ سپنسر کے خیال میں سماجیات (سوشیالوجی) کے میدان یہ ہیں: خاندان' سیاست' مذہب' معاشرتی نظم اور صنعت اور کام۔ یہ امر حقیقت ہے کہ انسان معاشرے سے الگ تھلگ زندگی نہیں گذار سکتا۔ آج مذہب کا مطمع نظر صرف نجات ہی نہیں بلکہ یہ سماجی بہبود' سماجی تعلقات' سماجی روابط اور قومی استحکام کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتا ہے۔ مذہب انسانوں کی بہتری کے لئے ہے۔ سماجی بہبود اور انسانیت کی خدمت تمام مذاہب کی صدا ہے۔ سوامی ویوکانند نے کہا تھا کہ وہ مکتی نہیں چاہتے بلکہ معاشرے کے غریب' پسے ہوئے اور ضرورت مند افراد کی خدمت کرنے کے خواہش مند ہیں۔

میکس ویبر کی نظر میں سماجیات اور مذہب کے بنیادی اصول مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ مذہب اور اقتصادی مظہر منحصر باہم ہیں۔ ان دونوں کے درمیان باہمی تعلقات موجود ہیں۔

2۔ مذہب اور مذہبی اقتصادی عوامل اکیلے اکیلے موزوں طور پر سماجی زندگی کے حقائق بیان نہیں کر سکتے۔ ایک بہتر اور بھرپور سماجی زندگی کے لئے ہمیں مذہب اور اقتصادیات دونوں کی ضرورت ہے۔

3۔ تاہم' مذہب یا اقتصادی نظام پر غور و خوض کر کے سماجی زندگی کا مطالعہ کرنا ممکن ہے۔ اور

4۔ ویبر مثالی معاشرے پر یقین رکھتا ہے۔

درحقیقت مذہب اور سماجیات ایک دوسرے کو مکمل کرتے ہیں کیونکہ دونوں ہی زندگی کو بھرپور ترین اور اعلیٰ ترین بنانا چاہتے ہیں۔

تاہم' مذہب اور سماجیات کے درمیان کچھ تفاوت موجود ہیں۔ سماجیات انسانی معاشرے کے ڈھانچے' ماخذ اور ترقی کی سائنس ہے۔ یہ انسانی معاشرے کی عادات' انداز و اطوار' روایات اور رسوم کی تحقیق کرتی ہے۔ مذہب خدا کی موجودگی اور روح کی لافانیت کو شرط اولین قرار دیتا ہے۔ مذہب کے برعکس سماجیات سماجی واقعات کے تخلیقی اور تعمیری پہلو پر زور دیتی ہے۔

لیکن مذہب اور سماجیات دونوں قدر پر مشتمل ہیں۔ اگر کسی معاشرے کی بنیاد مذہبی اور اخلاقی اقدار پر ہے تو وہ زیادہ مہذب اور منطقی بن سکتا ہے۔ بدلتے ہوئے حالات کے مطابق مذاہب اور اخلاقیات کی قدر بھی وقتاً" فوقتاً" تبدیلی ہوتی ہے۔ بدھ مت کے مطابق تبدیلی حقیقت ہے ۔ معاشرے میں تبدیلی خوشحالی اور ترقی کا باعث ہے۔ معاشرے میں مہذب اور مثالی کردار تعمیر کرنے کی خاطر ہمیں معاشرے کی مذہبی قدر پر زور دینا ہوگا۔ مذہب کی اقدار کچھ اور نہیں بلکہ صرف انسانی اقدار--- سچائی' مخلص رویہ' محبت اور عدم تشدد ہیں۔

مذہب اور سائنس

آج ہم سائنس کے عہد میں زندہ ہیں۔ ہر سائنسی چیز ہماری توجہ حاصل کرتی ہے اور ہم اسے درست تسلیم کرتے ہیں۔ سائنسی ترقی نے ہمارے ہاتھوں میں ایسے ہتھیار اور آلات دے دیئے ہیں کہ ہم مجموعی طور پر ایک اچھی زندگی کو یقینی بنا سکتے ہیں۔

سائنس ایک ترتیب یافتہ علم ہے۔ سائنسی علم سے ہماری مراد وہ علم ہے جو قطعی' بے کم و کاست پوری طرح منظم اور حقیقی ہو۔ مذہب علم کا مخالف نہیں بلکہ علم کا جزو تکمیلی ہے۔ سائنس کسی شخص کی ہر اعتبار سے ترقی کو اپنا مقصد بناتی اور خوشحال گذر بسر مہیا کرتی ہے۔ مذہب بھی یہی کام کرتا ہے۔ تاہم' سائنس اور مذہب کے درمیان کچھ امتیازات موجود ہیں۔

سائنس ممکن سادہ ترین انداز میں تجربہ کی حقیقت کا مکمل اور باثبات بیان ہے۔ سائنس دان کسی بھی میدان میں تحقیق سے پہلے حقائق اکھٹے کرتا' پھر ان کا تجربہ اور

Marfat.com

درجہ بندی کرتا ہے' انہیں پیدا کرنے والے مخصوص حالات کا مطالعہ کرتا' ان کے طرز عمل کے یکساں طریقوں کی کانٹ چھانٹ کرتا اور اس سب کو ترتیب یافتہ مقالہ کی صورت میں پیش کرتا ہے۔

دوسری جانب مذہبی آدمی اپنے مذہبی تجربات کے لئے عقیدے' اشتیاق' سچائی وغیرہ کو مدنظر رکھتا ہے۔ مذہب کے موضوعی تجربات وسیع معلومات حاصل کرنے میں مدد دیتے ہیں' مذہب روحانی زندگی ہے جو رسمی پاکیزگی یا مبہم مذہبی جنون سے مختلف ہے۔ مذہب ایک بے لطف باقاعدگی یا توہم پرستانہ عقیدہ نہیں۔ موزوں حوالے سے لیا جائے تو مذہب شعور کی عام لاعلم حالت سے ایک زیادہ بڑی تفہیم کی جانب تبدیلی ہے جس میں ہم اپنی حقیقی ہستی پاتے ہیں۔ یہ علم سے طمانیت تک کی رفعت ہے۔

مذہب اور سائنس کے متعلق مندرجہ بالا باتوں سے ہمیں یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ یہ دونوں آپس میں متضاد ہیں۔ سائنس اور مذہب اپنے اپنے مسائل' رویوں' طریقہ کار' سرگرمیوں اور نتیجے کے اعتبار سے متفاوت ہیں' تاہم ان میں متعدد مشترک عناصر بھی ہیں۔ مذہب خدا کا منکشف کردہ لفظ ہے' جیسا کہ ہمیں دنیا بھر کے صحائف سے پتہ چلتا ہے --- اور سائنس فطرت کا منکشف کردہ لفظ ہے' جیسا کہ ہم دنیا کی حقیقی چیزوں میں دیکھتے ہیں۔

عہد جدید میں عظیم طبیعیات دانوں مثلاً" جیمز جینز اور ایڈنگٹن نے ثابت کیا ہے کہ سائنس تحقیق کی دور ترین حد تک چلی جانے کے بعد بھی بنیادی کائناتی مسئلہ بدستور غیر حل شدہ ہے اور مذہبی غور و فکر سے علاوہ حقیقت کی فطرت اور اہمیت کے بارے میں حتمی طور پر کچھ کہنا ممکن نہیں۔ ایک اور سائنس دان سر اولیور کہتا ہے: "مذہب کی جانی دشمن کے طور پر آغاز لینے والی سائنس آخر کار اس کی عاجز ترین خادمہ بن گئی۔" البرٹ آئن سٹائن کے مطابق سائنس خدا کے وجود کو ثابت کر سکتی ہے نہ مسترد۔

لہٰذا ہمیں سائنس اور مذہب کے درمیان کسی قسم کا کوئی تضاد نہیں ملتا۔ یہ دونوں مل کر ساتھ ساتھ چل سکتے ہیں۔ دونوں کے مابین فرق بہت کم ہے۔

Marfat.com

درحقیقت الوہی قانون (اہل دینیات کے الفاظ میں) کو ہی سائنس دان فطری قانون کہتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے برخلاف نہیں جاسکتے۔ مذہب ہی نہیں بلکہ سائنس بھی انسان کی جائز دستوری ضرورت ہے' جیسا کہ آئن سٹائن نے کہا' "سائنس مذہب کے بغیر لنگڑی ہے اور مذہب سائنس کے بغیر اندھا۔"

مذہب اور سیاست

سیاست حکومت کی سائنس ہے۔ یہ ریاست میں حکومت کے خدوخال اور وظائف بیان کرتی ہے۔ یہ نجی اور عوامی فلاح کے حصول کے لئے افراد کی سیاسی سرگرمیوں کو قاعدہ دیتی اور قوانین متشکل کرتی ہے۔ مذہب کی سرگرمیاں سیاست سے مختلف ہیں۔ جب ایک شخص زندگی کی موضوعی جہتوں سے نمٹتا ہے تو دوسرا زندگی کی معروضی جہتوں پر غور و فکر کرتا ہے۔ چنانچہ سیاست اور مذہب کا موضوع' نوعیت اور مقاصد ایک جیسے نہیں۔ میورہیڈ (Muirhead) کا کہنا ہے: "آپ پارلیمانی اقدام کے ذریعہ انسانوں کو اخلاقی نہیں بناسکتے۔" اس کے خیال میں سیاست کا اخلاقیات یا مذہب سے کوئی تعلق واسطہ نہیں۔

تاہم' افلاطون اور گاندھی جیسے عینیت پسند مفکرین کا اعتقاد ہے کہ مذہب اور سیاست کے عناصر باہم متضاد نہیں۔ سیاست میں بہتر منتظم کاری کے لئے افراد کا مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے ترقی یافتہ ہونا لازمی ہے۔ افلاطون کو یقین ہے کہ اگر "فلسفی بادشاہ" ہوں تو حکومت عوام کے لئے بہتر طور پر کام کرسکتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ریاست میں اچھی سیاست کرنے کی خاطر سیاستدانوں کو مذاہب کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ افلاطون نے کہا کہ انسان کی بجائے خدا کی فرمانبرداری کرنی چاہیے۔ اسی طرح سقراط اپنی "اعتذار" میں کہتا ہے: "میرا یقین ہے کہ خدا کے لئے میری خدمت سے بڑھ کر ریاست میں آج تک کوئی زیادہ اچھا کام نہیں ہوا۔" افلاطون کا فلسفی بادشاہ قوانین اور خود غرضی سے بالاتر ہے۔ ایک فلسفی بادشاہ مثالی ریاست قائم کرنے کے لئے حقیقی ریاست کار ہے۔"

Marfat.com

اگر ہم قدیم تاریخ کی ورق گردانی کریں تو بڑی آسانی سے نظر آئے گا کہ بادشاہتیں الوہیت کے ساتھ منسلک تھیں۔ قدیم حکایتوں کے مطابق حمورابی کو ضابطہ قانون خود دیوتا نے لکھوایا۔ یونانی سکندر سورج دیوتا کا بیٹا تھا۔ اخناتون نے بھی خود کو آتن (سورج دیوتا) کی اولاد بتایا۔ دوارکا کا بادشاہ سری کرشن ایک مذہبی بانی ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم سیاستدان اور ڈپلومیٹ بھی تھا۔ اسی طرح دسرتھ' جنک' رام چندر' راون' اشوک وغیرہ محبت کے لئے گہری تعظیم رکھنے کے علاوہ قابل منتظمین اور سیاست کار بھی تھے۔ متعدد مذہبی کتب کا موضوع مذہب اور سیاست دونوں ہیں۔

عہد حاضر میں معاشرہ کے اندر امن اور ہم آہنگی قائم کرنے کے لئے مذہب اور سیاست کو ساتھ ساتھ کام کرنا ہوگا۔ مذہب اور مذہبی ادارے میں بھی سیاست کو ملوث نہیں کرنا چاہیے۔ ہمیں متعصب اور کسی مذہب کے ساتھ جذباتی طور پر وابستہ نہیں ہونا چاہیے۔ مذہب ہی قومی اتحاد اور معاشرہ میں سماجی' ثقافتی اور سیاسی تحفظ قائم کرنے میں مدد کرسکتا ہے۔

مذہب اور اقتصادیات

ایک سائنس کے طور پر اقتصادیات کا تعلق دولت کے ساتھ ہے جو انسانی خواہشات کو پورا کرتی ہے۔ یہ خواہشات کو تسکین دینے والی اشیاء کی پیداوار تقسیم اور استعمال کا مطالعہ کرتی ہے۔ Buck اور Slesinger کے مطابق اقتصادیات انسان کی ان سرگرمیوں کا مطالعہ ہے جو تسکین خواہشات کی خاطر مادی ذرائع حاصل کرنے سے وابستہ ہیں۔

جہاں تک اقتصادیات اور مذہب کی سرگرمیوں کے طریقہ کار اور نوعیت کا معاملہ ہے' یہ دونوں آپس میں مختلف ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان میں کچھ مماثلتیں پائی جاتی ہیں۔ مذہب کا مقصد سچائی' خوبصورتی اور نیکی کی زندگی مہیا کرنا ہے۔ مادی خواہشات کی تسکین کے لئے اقتصادیات معاشرے میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔

اقتصادیات اور مذہب فرد اور معاشرے کی ترقی کے لئے مادی فلاح مہیا کرتے ہیں۔

Marfat.com

اقتصادیات مادی خواہشات پوری کرتی ہے تو مذہب ہمیں روحانی قوت اور سوچ مہیا کرتا ہے۔ انسان صرف دنیا کے مادی پہلوؤں کے سہارے زندہ نہیں رہ سکتا کیونکہ یہ ہمیں ذہنی سکون اور سعادت نہیں دیتے۔

اقتصادیات کا حتمی مقصد' جسے دولت کہتے ہیں' مذہب کا بھی ایک حتمی مقصد بن جاتا ہے۔ ہندو صحائف کے مطابق ہر ایک فرد کی زندگی کے چار مقاصد ہیں: راستباز زندگی' دولت و ثروت کا حصول' لطف اٹھانے کی خواہش اور روحانی نجات۔

بلاشبہ یہ درست ہے کہ دولت معاشرے کی موجودہ حالت میں ناگزیر ہے۔ مذہب اور اقتصادیات دونوں میں انسان کا یہ مقصد مادی فلاح کے لئے ہے۔ تاہم' ہماری کمائی نیکی کی راہ کے مطابق ہونی چاہیے۔ دولت کے ذرائع اچھے ہونے چاہئیں۔

☆○☆

Marfat.com

4

روح کی لافانیت

"آتما لافانی ہے۔" (گیتا)

عہد سائنس میں لوگ زندگی کی تمام مسرتوں کا لطف اٹھاتے' ہر چیز کا بہتر استعمال کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ موت کے بعد کیا ہوگا۔ زمین پر ہماری زندگی کے مختصر عرصہ کے دوران ہماری کچھ امیدیں اور تمنائیں بے تسکین رہتی ہیں۔ بارہا سوال اٹھایا گیا کہ انسان کچھ دیر کے لئے ہی کیوں زندہ رہتے' مخصوص خواہشات پوری کرتے' شاندار اعمال سرانجام دیتے' کسی حیرت انگیز قوت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور پھر غیر متوقع طور پر انہیں اپنے منصوبے اور زندگیوں کے کام ادھورے چھوڑ کر جانا کیوں پڑتا ہے؟ کوئی بھی اپنا اختتام جلد آنے کی خواہش نہیں کرتا۔ بلکہ سائنس لوگوں کو طویل اور صحت مند زندگی مہیا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ "فن طویل ہے اور زندگی مختصر۔" اور مختصر عرصہ حیات میں آپ اپنی خواہشات کی تسکین نہیں کرسکتے۔ اور لافانیت کا تصور انسانیت کے لئے ہمیشہ دلفریب رہا ہے۔ سائنس دانوں' فلسفیوں اور منطقیوں' سب نے مل کر موت اور لافانیت کا اسرار حل کرنے کے لئے غور و فکر کیا۔ بہ الفاظ دیگر' لافانیت کی انسانی خواہش حقیقی ہے۔ لافانیت سے ہماری مراد ذاتی نکتہ نظر سے عاری وجود کی کوئی بھی صورت نہیں بلکہ ایسی ذاتی لافانیت ہے جس میں شعور کا موجودہ ارتکاز قائم رہے۔ اور اس کے بعد کی ہستی شخصیت کا حقیقی تسلسل ہے جو اس

زمین پر ایک متعین انداز میں متشکل کئے اور ڈھالے جانے کے عمل میں ہے۔

عام طور پر ہم روح کی لافانیت سے یہ مراد لیتے ہیں کہ ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مادی اشیاء اور تجربات سے لطف اٹھاتے رہیں یا روح مکتی حاصل کرلے گی۔ مادے کا وجود اور علم کا وجود روح کے شعور پر منحصر ہے۔ اگر روح بدستور موجود رہتی ہے تو اس کے بعد کیا ہوگا' اور اس کا مقدر کیا ہے؟ اس سوال کا جواب دینے میں جدید سائنس ہماری مدد نہیں کرتی۔ یہ مسئلہ بہت گہرا ہے کیونکہ لافانیت کا سوال عام آدمی کے لئے انتہائی مشکل مسئلہ ہے۔ روح کی لافانیت کے حق میں مخصوص دلائل پیش کئے جاتے ہیں' لیکن انہیں کسی بھی اعتبار سے ثبوت خیال نہیں کیا جاسکتا۔

(i) سائنس کی بنیاد پر دلیل

سائنسی نکتہ نظر سے لافانیت کا مطلب موت سے بالاتر ہونا یا ایسی حالت ہے جو موت کے ماتحت نہیں۔ سائنس نے ثابت کیا ہے کہ توانائی کے ساتھ ساتھ مادہ بھی فنا نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ مادے کا ہر ذرہ' چاہے کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو' قطعی فنا یا موت کے تابع نہیں اور اس مفہوم میں ہمیں یہ کہنا پڑے گا کہ مادہ غیر فانی ہے' توانائی غیر فانی ہے' قوت غیر فانی ہے کیونکہ انہیں تباہ یا فنا نہیں کیا جاسکتا۔ اس کائنات کا مادہ اور توانائی بدستور موجود رہتے ہیں جنہیں بڑھایا جاسکتا ہے نہ گھٹایا۔ مثلاً" جب کسی مادی چیز کو آگ میں جلایا جائے تو وہ آگ میں جلنے سے پہلے اور بعد دونوں حالتوں میں ایک ہی جتنی مقدار کا مظاہرہ کرے گی۔ اسی طرح بدن تباہ ہونے سے روح تباہ نہیں ہوجاتی۔

(ii) علم کی بنیاد پر دلیل

کسی شخص کا علم احساس' رغبت اور سوچ پر منحصر ہوتا ہے۔ عقلی زندگی ایسے اجزاء پر مشتمل ہوتی ہے کہ ہم زمان و مکان کی قید سے ماوراء ہوسکتے ہیں۔ سوچ محدود نہیں۔ اپنے حافظے میں ہم دور افتادہ ماضی میں غوطہ زن ہوتے ہیں اور تخیل کے ذریعہ نہایت دور کے مستقبل میں پرواز کرتے ہیں۔ چنانچہ حافظے کی طاقت سے ہم اپنی گزشتہ زندگی کو جاننے کے ساتھ ساتھ آئندہ کے واقعات کا اندازہ بھی لگا سکتے ہیں۔ یہ امر روح کی لافانیت اور غیر مختتم تسلسل کی جانب اشارہ کناں ہے۔ کبھی کبھی جوتش کی

Marfat.com

سائنس ہمیں روح کی ماضی و مستقبل کی سرگرمیوں کے بارے میں کافی مواد فراہم کرسکتی ہے۔ بلا شبہ ہمارا جسم تباہ ہوجاتا ہے لیکن روح لافانی رہتی ہے۔

(iii) مابعد الطبیعاتی دلیل

روح کے متعلق مابعد الطبیعاتی دلائل مشرقی اور مغربی دونوں مکتبہ ہائے فکر کا احاطہ کرتے ہیں۔ افلاطون نے روح کو مرکب حقیقت کے طور پر خیال کیا جو اپنے خط و خال میں سادہ ہے۔ ایک سادہ مرکب (Substance) کی حیثیت میں روح غیر فانی ہے۔ مختلف الا جزاء مرکب تحلیل ہوجاتا ہے' لیکن کوئی سادہ مرکب لازماً" ناقابل فناہوتا ہے۔ دوم' افلاطون کو یقین ہے کہ روح کا جوہر الوہی ہے' لہٰذا یہ لافانی ہوئی۔ یہ اپنی فطرت میں ابدی ہے۔ چنانچہ افلاطون کے مطابق روح تحلیل اور موت سے بالاتر ہے۔

ڈیکارٹ نے بھی یہی انداز اختیار کرتے ہوئے کہا کہ روح خالص شعور کا مرکب یا تحت طبق (Sub-Stratum) ہے۔ شعور ناقابل فنا اور موت سے مبرا ہے۔ سپنوزا کہتا ہے کہ انسان صرف اس حد تک لافانی ہے کہ وہ حسایت سے آزاد خالص استدلال کی زندگی میں حصہ لیتا ہے۔ طبعی جسم' جو روح پر مشتمل ہے' اگر جذبات اور تعصبات سے پاک ہوجائے تو لافانی بن جاتا ہے۔ خدا کی عقلی محبت حاصل کرنے والی روح ابدی اور لافانی ہے۔

لیبنز (Lebniz) لافانیت کو تمام لوگوں تک وسعت دیتا ہے۔ اس کے مطابق روح موت کا شکار نہیں ہوتی کیونکہ ایسا ہونے سے حقیقت کے تسلسل میں وقفہ آجائے گا۔ لیبنز کے خیال میں موت صرف ظاہری ہے' حقیقی نہیں۔

کانٹ نے ہماری اخلاقی زندگی کی اخلاقیات کو زیادہ تفصیل کے ساتھ اپنا موضوع بنایا۔ اس کے مطابق اخلاقی قانون ایک زمرہ بند ناگزیر ہے جو انسان سے غیر مشروط تعمیل کا مطالبہ کرتا ہے۔ یہ تجربی عناصر سے آزاد ہے۔ یہ ناگزیر زمرہ بندی عالمگیر اخلاقی قانون ہے جس کا کسی خارجی مقصد سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ' کانٹ کے مابعد الطبیعاتی اور اخلاقی عقیدے کی رو سے روح لافانی ہے۔

Marfat.com

(iv) اخلاقی دلیل

اخلاقی روایات پرستوں میں سے ایک باا ثر اخلاقی روایات پرست جی۔ ای۔ مور کہتا ہے کہ تمام اخلاقی مفروضوں کی بنیاد نظریۂ نیکی پر ہے۔ "نیکی" کی کوئی تعریف نہیں کیونکہ یہ سادہ ہے اور کوئی جزو نہیں رکھتی۔ نیکی کا نظریہ ناقابل تحلیل (Unanalysable) ہے' جو بالکل نظریہ روح جیسا ہے۔ "نیکی" کی طرح اگر "روح" سادہ ہے تو اسے فنا کیا جاسکتا ہے۔ پھر روح ابدی اور لافانی ہے۔

(v) مذہبی۔ فلسفیانہ دلیل

دنیا کے بڑے مذاہب--- ہندومت' عیسائیت' اسلام--- کا ایک ہمہ گیر نظریہ روح کی لافانیت کے بارے میں ہے۔ ان تین بڑے مذاہب کے پیروکاروں کا عقیدہ ہے کہ روحیں صرف ایک مرتبہ تخلیق ہوتی ہیں اور مخصوص کام کرنا جاری رکھتی ہیں' لیکن انہیں اپنی ساری ابدیت کے دوران سزا یا جزا پانی پڑتی ہے۔ اگرچہ روحیں آج موجود ہیں اور ابد تک موجود رہیں گی' تو وہ ازل سے موجود رہی ہوں گی' اور جو کچھ کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے اس کا دوبارہ ظہور "لازماً" ہوگا۔

فلسفۂ بدھ مت کے مطابق کچھ بھی پائیدار نہیں۔ ہر چیز ہمہ وقت روبہ تغیر ہے۔ قانون تغیر ہمہ گیر ہے۔ چنانچہ دائمی روح کا وجود مسترد کردیا گیا۔ ذات محض شعور کا دھارا ہے۔

تنقید

1۔ مغربی اور مشرقی فلسفیوں نے روح کی لافانیت کے مسئلے کا ایک ہی انداز میں مطالعہ نہیں کیا۔ مغرب میں لفظ "Soul" کا مطلب ذہنیت ہے' لیکن ہندوستان میں یہ قطعی مختلف ہے۔ ہم ذہنی فعالیت کو روح کی حقیقی فطرت کے ایک حصے کے طور پر نہیں سمجھتے۔ ہم ذہنی قوتوں اور وظائف کو ذہن یا "مانس" کی اصطلاح کے ماتحت شامل کرتے ہیں۔ "مانس" سے مراد تمام اقسام کی نفسی سرگرمی ہے' لیکن ذہن سے ماوراً کوئی ایسی چیز موجود ہے جسے مغربی فلسفہ دان شاید نہیں جانتے۔ جرمن فلسفی کانٹ نے

Marfat.com

اسے جاننے کی کوشش کی' لیکن اس نے کہا کہ یہ انسانی تخیل ہمارے ذہن سے ماورا اور ناقابل بیان ہے۔ حتی کہ اب بھی ہمیں روح کی نوعیت کے حوالے سے معاصر مغربی فلسفیوں سے کسی اور بات کی توقع نہیں۔

ہندوستانی فلسفیوں کی نظر میں روح "آتما" ہے۔ ہم روح کی نوعیت کا مشاہدہ قدیم صحائف میں کرتے ہیں۔ روح کی حقیقی نوعیت ذہنی سرگرمیوں سے مختلف ہے۔ حتی کہ یہ اصول فکر یا انا سے بھی جدا ہے۔ چنانچہ نفس کی لافانیت' آتما کی لافانیت ہے' نہ کہ ذہن کی۔

2۔ مغربی دانشوروں نے روح کو ذہنی وجود کے مفہوم میں سمجھا ہے' اس لئے انہوں نے لافانیت کا ایسا معنی پیش کیا جو مشرقی فلسفیوں کے پیش کردہ معنی جیسا نہیں۔ روح کی طرح لافانیت کا مطلب بھی واضح نہیں' بلکہ بہت مبہم ہے۔

3۔ سائنس کہتی ہے کہ لافانیت کا مطلب ہے موت نہ آنا۔ لیکن یہ ایک غلط تصور ہے۔ آپ موت کے بعد بھی لافانی ہوسکتے ہیں۔ سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ ہر شئے پر تغیر کا راج ہے اور اسی تغیر کے اندر ہم مختلف سرگرمیاں اور صورتیں پاتے ہیں۔ کیفیت یا صورتوں میں تبدیلی ہوسکتی ہے لیکن مقدار میں نہیں۔ اگر ہر چیز روبہ تغیر ہے تو پھر وہ لافانی وجود کہاں ہے؟ دنیا میں قطعی ناقابل تغیر کے طور پر کوئی چیز نہیں۔

جدید سائنس نے سارے مظہر کو دو حالتوں میں تقسیم کرکے مسئلہ سلجھانے کی کوشش کی: مادہ اور توانائی۔ لیکن ایک تیسری چیز شعور بھی ہے' جس کی وضاحت کرنے میں سائنس دان ابھی تک کامیاب نہیں ہوسکے۔

4۔ جہاں تک روح کی لافانیت کا معاملہ ہے' ہمارا علم مخصوص ذہنی حوالوں تک محدود ہے' یعنی' احساس' خواہش اور سوچ۔ اگر انفرادی روح اور روح کل ایک ہی ہیں تو پھر ہمیں روح کی لافانیت کا مسئلہ حل کرنے کے لئے انفرادی روح اور روح کل کا علم لازماً" حاصل کرنا ہوگا۔ خدا کو جاننا خدا بن جانا ہے۔ لہٰذا اگر ہمیں خدا کو جاننے کی خواہش ہے تو اپنی حقیقی ذات کو جاننا لازمی ہے جو لافانی' الوہی' ازلی' ابدی اور واحد ہے۔

Marfat.com

5۔ روح کی لافانیت سے متعلق مابعد الطبیعیاتی دلائل کے حوالے سے بھی ہم مخصوص حدود کے پابند ہیں۔ افلاطون نے خیال ظاہر کیا کہ روح ایک سادہ جوہر کے طور پر ناقابل فنا اور ناقابل تباہی ہے۔ اگرچہ روح اعیان کی قرابت دار ہے' تاہم یہ کسی عین سے مماثل نہیں۔ ہم کافی بہتر طور پر مشاہدہ کرسکتے ہیں کہ ہمارا روح کی لافانیت کا کیس منطقی دلائل کی نوعیت والا ہونے کی نسبت خصوصی درخواست گذاری والی نوعیت کا زیادہ ہے۔

روح کی لافانیت کے لئے ڈیکارٹ کے دلائل شخصی لافانیت کو ہرگز ثابت نہیں کرسکتے۔ لیبنز کہتا ہے کہ اگر اپنی موت کے بعد میں مکمل طور پر مختلف شخصیت میں کسی شناختی امکان کے بغیر بدل جاؤں تو پھر مرنے یا زندہ رہنے میں کیا فرق ہے؟ اگر میں موت کے بعد برطانیہ کا وزیر اعظم بن جاؤں اور مجھے اپنا پچھلا جنم معلوم نہ ہو تو یہ فنائیت کے ہی مترادف ہے۔ چنانچہ ڈیکارٹ کی منطق لافانیت کو حقیقی معنوں میں ثابت کرنے سے قاصر ہے۔

روح کی لافانیت کے بارے میں سپنوزا کا تصور صرف ان لوگوں پر قابل اطلاق ہے جنہوں نے جذبات و خواہشات پر فتح پالی ہے۔ اس کا مطلب ہوا کہ اس کی لافانیت صرف فلسفیوں یا اولیاء تک ہی محدود ہے۔

روح اور لافانیت سے متعلق کانٹ کی فراست ہندوستانی مفکرین کے تصور آتما کے نکتہ نظر سے کامیاب نہیں۔ اس کا روح کی لافانیت کا تجزیہ منطقی نفسیات کا ایک مغالطہ آمیز استدلال ہے۔ تاہم' کانٹ ہیگلے اور ارنسٹ ہیکل نے ایسی چیز دریافت کرنے کی کوشش کی ہے جو ناقابل تغیر حقیقت اور مطلق سچائی ہے۔ لیکن کیا انہوں نے اسے واقعی دریافت کرلیا؟

6۔ "نیکی" اور "روح" کے تصورات کے بارے میں مور (Moore) کی منطق متشابہہ نہیں۔ معروض یا حقیقتوں کے بغیر کسی بھی شئے کو بالذات اچھا نہیں کہا جاتا' جبکہ روح آزاد ہے۔ دوم "نیکی" یا اچھائی کا تصور ناقابل تعین یا ناقابل تحلیل ہے۔سوال اٹھایا جاسکتا ہے کہ ایک سادہ ناقابل تعین خاصیت کا نام "اچھا" کیسے ہوا؟

Marfat.com

7۔ ہمیں روح کی لافانیت کے بارے میں مختلف مذاہب عالم کے خیالات کا تنقیدی اور بغور مطالعہ کرنا ہوگا۔ ہندو ازم کے مطابق روح کی جو نوعیت ہے وہ عیسائیت یا اسلام میں بیان کردہ نوعیت سے مختلف پائی گئی۔ عیسائیوں میں یہ عقیدہ عام ہے کہ روح کی لافانیت یا لافانی زندگی کو حضرت عیسیٰ مسیح روشنی میں لائے اور ان سے پہلے دنیا اس تصور کے بارے میں نہیں جانتی تھی' اور یہ کہ عیسیٰ کو وسیلہ بنائے بغیر کوئی بھی ابدی زندگی حاصل نہیں کرسکتا۔ لیکن روح کی لافانیت کا تصور ہندو' رومن' یونانی اور زرتشتی صحائف میں کہیں پہلے سے موجود تھا۔

ان حالات کے تحت اگر روح کی لافانیت کے مسئلہ کو دانشوروں اور سائنس دانوں کی تحقیق کے ماتحت لایا جائے تو بہتر ہوگا' تاکہ ایک قطعی نتیجہ اخذ کیا جاسکے۔

نتیجۂ بحث

روح لامحدود اور لافانی ہے۔ یہ زمان و مکان اور علت و معلول سے ماورا ہے۔ لطیف ہونے کی وجہ سے یہ مر نہیں سکتی اور نہ ہی کوئی بھی شکل اختیار کرسکتی ہے۔ روح ایک قوت ہے نہ سوچ - یہ سوچ کی پیدا کنندہ ہے لیکن بذات خود سوچ نہیں یہ جسم ہے نہ احساس۔ یہ تا ابد آزاد اور ہر جگہ موجود ہے۔

دوئی پسندوں (Dualists) کا اعتقاد ہے کہ خدا' جو کائنات کا خالق اور حکمران ہے' ازلی طور پر فطرت سے اور انسانی روح سے جدا ہے۔ خدا ازلی ہے' فطرت ازلی ہے' لہٰذا روح بھی ازلی ہوئی۔ دوئی پسند اور باقاعدہ غیر دوئی پسند دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ روح اپنی فطرت میں پاکیزہ ہے لیکن اپنے ہی اعمال کے ذریعہ غیر مقدس اور ناپاک ہوجاتی ہے۔

وحدانیت کے مطابق پوری کائنات میں صرف ایک وجود ہے' جو خدا یا برہمہ ہے۔ اس فلسفہ کی رو سے ہر آدمی تین حصوں پر مشتمل ہے۔۔۔ جسم' ذہن اور نفس (روح)۔ روح انسانی جسم میں واحد وجود ہے جو غیر مادی ہے۔ غیر مادی ہونے کی وجہ سے یہ آمیختہ (Compound) نہیں ہوسکتی' اور آمیختہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ علت اور معلول کے قانون کی تابع نہیں' چنانچہ یہ لافانی ہے۔

خدا اس کائنات کا موجب ہی نہیں بلکہ مادی علت بھی ہے۔ علت اپنے معلول سے ہرگز مختلف نہیں ہوتی' معلول ایک اور شکل میں محض علت ہی ہے۔ یہ روحیں بھی خدا کا ایک جزو ہیں' لامحدود آگ کی چنگاریاں۔ لیکن خدائے مطلق کو جزئیات میں کیسے تقسیم کیا جاسکتا ہے؟ اس مسئلے کا حل یوں پیش کیا جاسکتا ہے کہ ہر روح حقیقتاً لا محدود کا نہیں بلکہ لا محدود خدا کا ایک حصہ ہے۔

پانی کے لاکھوں قطروں میں منعکس ہونے والا سورج لاکھوں سورجوں کی صورت میں نظر آتا ہے' اور ہر قطرہ سورج کی ایک مضمر تصویر ہے۔ لیکن یہ سب عکس ہوتے ہیں نہ کہ حقیقی سورج۔ کائنات میں دو نہیں بلکہ صرف ایک روح موجود ہے۔ یہ بے ازل و بے ابد ہے۔ یہ پیدا ہوتی' مرتی یا دوبارہ جنم نہیں لیتی۔ یہ زمان' مکان اور علت سے ماورا' معلوم سے ماورا' قابل علم سے ماورا روح ہے۔ روح خالص اور آزاد ہے۔

فریب یا مایا کے شکار لوگ میں اور تم' مرد اور عورت' میز اور دیوار کے درمیان فرق ڈھونڈتے ہیں۔ لیکن اگر آپ نام اور صورت کے دو فرق نظر انداز کردیں تو ساری کائنات ایک ہے۔ چنانچہ ساری کائنات واحد ابدی وجود' روح کا عکس ہے۔ کائنات کا مجموعہ مادی' ذہنی اور روحانی اعتبار سے ایک وحدت ہے۔ صرف ایک وجود' ایک ہستی موجود ہے جو رحیم و کریم' ہر جگہ موجود' علیم و خبیر' لاولد اور لافانی ہے۔ چنانچہ خدا اور انسان ایک ہی ہیں۔

یہ تمام مختلف خیالات--- مرد یا عورت' بیمار یا صحت مند' طاقتور یا کمزور وغیرہ--- محض مغالطے ہیں۔ لاعلمی اور فریب نظر کے علاوہ اور کوئی بھی چیز آپ کو نہیں باندھ سکتی۔ نفس کائنات کی واحد لامحدود ہستی ہے اور ہماری ہستی بھی۔ میں وہ ہوں' اور تم وہ ہو اس کے حصے نہیں بلکہ مکمل "وہ" وہ موضوع بھی ہے اور معروض بھی۔ وہ "میں" بھی ہے اور "تم" بھی۔ محض ظاہری صورتیں چیزوں کو آپس میں مختلف بناتی ہیں۔

چنانچہ حاصل کلام یہ ہے کہ ساری کائنات خدا ہے اور اسی میں سے ظاہر ہوئی' اور اپنے ماخذ میں واپس لوٹنے کی جانب گامزن ہے' جیسے بجلی حرکی برقی مشین

Marfat.com

(Dynamo) سے باہر آتی' سرکٹ مکمل کرتی' اور واپس اسی میں لوٹ جاتی ہے۔ روح کا معاملہ بھی یہی ہے۔ روح کائناتی روح میں سے نمودار ہوتی' نباتاتی اور انسانی اقسام اور آخر کار آدمی میں سے گذرتی ہے' اور آدمی خدا تک نزدیک ترین رسائی ہے۔

☆○☆

Marfat.com

5

بندش اور آزادی

"آزادی کسی بھی قابل قدر مفہوم میں صرف اس بات کی طالب ہے کہ ہمارے ارادے ہماری اپنی خواہشات کا نتیجہ ہوں' نہ کہ کسی بیرونی قوت کا جو ہمیں ایسی چیز کا ارادہ کرنے پر مجبور کرے جسے ہم نہیں کرنا چاہتے۔"----(برٹرینڈ رسل)

بندش

ہم سب جانتے ہیں کہ یہ ایک فطری میلان ہے کہ ہمارا ذہن ایسی چیزوں کے پیچھے بھاگتا ہے جو خوشگوار ہیں یا خوش کن احساسات پیدا کرتی ہیں۔ کسی بھی ناخوشگوار' یا ناخوشگوار احساسات پیدا کرنے والی چیز سے ہم دامن بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ من پسند چیزوں کی کشش اور ناپسندیدہ چیزوں سے گریز ایک ہمہ گیر میلان ہے۔ چنانچہ دو چیزیں موجود ہیں: ایک کشش' اور دوسری اجتناب۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ مسرت انگیز چیزیں ہمیں کھینچتی ہیں' اور درد انگیز چیزیں' جو تکلیف دہ اور تخریبی احساس پیدا کرتی ہیں' ہمیں پرے دھکیلتی ہیں۔ اگر ہم مسرت کے متمنی ہیں اور تکلیف دہ یا ناپسندیدہ احساسات سے گریز کی کوشش کر رہے ہیں تو ہم آزاد نہیں' بلکہ بندش میں ہیں۔ ہمارا پیش منظر بہت تنگ اور محدود ہو جاتا ہے اور اسی وجہ سے اس لگاوٹ کو سد راہ خیال کیا

Marfat.com

جاتا ہے۔ ایک آزاد روح کسی چیز یا مخصوص قسم کے احساس سے منسلک نہیں ہوتی۔

انسان اپنی زندگی کے ہر لمحے میں مخصوص چیلنجوں کا سامنا کرتا ہے جو اس کی آزادی کو آزماتے ہیں۔ چیلنج رنگا رنگ ہیں اور زندگی کے کسی بھی حصے میں پیش آتے ہیں۔ جب بھی ہم ان چیلنجوں سے آگاہ ہوتے ہیں (جیسا کہ ہم اس مصروف دنیا میں اپنے متعلق سوچنے کا وقت ملنے پر کرتے ہیں) تو بادل نخواستہ ان چیلنجوں کے لئے اپنے جواب کا ناکافی پن تسلیم کرتے ہیں جو مسلسل ہمیں درپیش رہتے ہیں۔ ہندوستانی اصطلاح میں یہ ناکافی پن "بندش" یعنی "باندھ" ہے۔

آزادی

بالعموم "آزادی" سے مراد بیرونی قوت کے ذریعہ سے جبر یا بندش کا نہ ہونا ہے۔ غلام اس لئے آزاد نہیں کیونکہ دیگر انسان اسے پابند کرتے ہیں۔ پنجرے میں بند شیر آزاد نہیں کیونکہ وہ سلاخوں میں قید ہے۔ جب کوئی شخص اپنی مرضی اور اختیار کے ساتھ انتخاب کرسکے' تبھی وہ آزادی کی حالت میں ہوتا ہے۔ اس بات کا فیصلہ اس کے اپنے اوپر ہوتا ہے کہ وہ نیکی کی راہ اپناتا ہے یا بدی کی۔ کانٹ کے خیال میں ارادے کی آزادی اخلاقی فلسفہ کی شرط اولین ہے: اس کو ثبوت کی ضرورت نہیں۔ آزادی اخلاق کی انتہائی بنیاد ہے۔ اخلاقی اور مذہبی زندگی حقیقی ہے اور یہ آزادی کے بغیر حقیقی نہیں ہوسکتی۔ ہماری حکومت کی بنیاد انفرادی آزادی کے اصول پر ہوتی ہے۔ دنیا بھر کے لوگ سیاسی آزادی چاہتے ہیں--- بولنے کی آزادی' حریت کی آزادی' وغیرہ۔ مشرقی فکر میں روحانی نجات کا تصور تقریباً" سبھی مذاہب کی آخری منزل ہے۔

آزادی اور خود مختاری

انسانی روح یا نفس صرف ایک انفرادیت ہی نہیں' بلکہ ایک شخصیت بھی ہے۔ ہماری اخلاقی زندگی کے سیاق میں شخصیت خود مختاری کے ذریعہ متعین ہوتی ہے۔ زندگی ذہن کی جبلتوں' تحریکوں اور ہیجانات پر مشتمل ہے۔ انسان احساسات و جذبات کو منظم

کرنے اور ترتیب میں لانے کی صلاحیت رکھتا ہے' تاکہ کوئی مقصد یا منزل پاسکے۔ چونکہ انسان اپنی تحریکوں اور جذبات پر قدرت رکھتا ہے اس لئے وہ خود مختار شخصیت اور آزاد ہے۔ ایک خود مختار شخصیت فطرت کی قوتوں' اندرونی یا بیرونی' میں پابند نہیں ہوتی۔ انسان اپنی منطقی فطرت کی مدد سے خود ہی کسی تصور یا مقصد کی جستجو کرنے کا انتخاب کرنے میں آزاد ہے۔

لیکن آزادی کا مطلب لاتعینیت (Indeterminism) نہیں۔ اس سے مراد انتخاب سے بے تعلقی بے قاعدگی نہیں۔ مرضی اس مفہوم میں آزاد ہے کہ یہ ایک کردار کا تاثر ہے اور کردار سے باہر کا کوئی فاعل اس کا تعین نہیں کرتا۔ چنانچہ آزادی کا مطلب خود مختاری ہے نہ کہ لاتعینیت۔

آزادی اور جبریت

میکنزی نے درست طور پر کہا ہے کہ آزادی اور جبریت دونوں ہی اخلاقیات اور مذہب کے لئے لازمی ہیں۔ کانٹ کے مطابق جب متضاد خواہشات میں سے آزادانہ انتخاب کیا جائے تو مخصوص اقدام اخلاقی ہوتا ہے۔ انسانی خواہشات کو سابق خواہشات' پختہ عادات' روایات' رسوم اور تربیت متعین کرتی ہے۔ انسان کا کردار اس کی وراثت' سماجی ماحول' گرد و پیش اور اعمال سے متعین ہوتا ہے۔

انسان فطرت سے بالاتر نہیں' بلکہ محض اس کی پیداوار ہے۔ فطرت میں کوئی رخنہ اور ایسا مقام نہیں جہاں اس کے قوانین عمل کرنا چھوڑ دیں۔ ہر چیز ان قوانین کی مطابقت میں وقوع پذیر ہوتی ہے۔ بالکل اسی طریقے سے بچہ قانون فطرت کی مطابقت میں کھاتا' سوتا' نشوونما پاتا' سوچتا اور انتخاب کرتا ہے۔ چنانچہ بطور جبریت جانے والا نظریہ نہ صرف سائنس دانوں' بلکہ اخلاقیات دانوں' ماہرین سماجیات اور حتیٰ کہ اہل دین کے درمیان بھی بہت زیادہ مقبول ہے۔ جبریت کسی بھی اعتبار سے فضائل اخلاق یا مذہب کی دافع نہیں۔ یہ اچھے طرز عمل' اچھی شہرت اور انسانی ذمہ داری سے ہم آہنگ ہے۔ برائی برائی ہی رہتی ہے اور اچھائی اچھائی' اور اسی طرح ہمیں اپنے طرز

Marfat.com

عمل کا ذمہ دار ہونا چاہیے۔ کسی ملزم کا جج کے سامنے جانا اور یہ کہنا بیکار ہے: "مجھے سزا نہ دیں' میں اپنے اعمال کے لئے ذمہ دار نہیں' ان کا تعین قوانین فطرت کرتے ہیں۔ میری مرضی کے اقدامات میری اپنی قوت محرکہ سے متعین ہوتے ہیں۔"

اگر ہمارے اعمال سابق انتخابات' اشتہاؤں اور جذبات' عادات اور روایات کے ذریعہ متعین ہوتے ہیں تو یہ سب چیزیں ہمارا ہی حصہ ہیں' اس لئے ہماری جبریت بھی خود مختاری ہے۔ خود مختاری آزادی ہے نہ کہ جبریت۔

جبریت کے حق میں دلائل

(i) استقرائی دلیل

جبریت سائنسی مسلک کی حیثیت میں ایک نکتہ نظر ہے کہ انسان سمیت فطرت کی تمام قلمرو علت اور معلول کی مسلسل زنجیر میں حصہ دار ہے۔ دنیا میں تمام واقعات پچھلے واقعات کے ذریعہ پوری طرح واضح ہوتے ہیں۔ مختلف فطری مظاہر میں علت و معلول کے تعلقات دریافت کرنا سائنس اور منطق کا مقصد ہے۔ اسی مطابقت میں ہم جبریت کے طور پر انسان کے رضا کارانہ افعال' اس کی خواہشات اور تحریکوں وغیرہ کی علت دریافت کرسکتے ہیں۔ چنانچہ تمام افعال کو جبرتی سمجھا جاتا ہے۔

(ii) استخراجی دلیل

استخراجی دلیل کے مطابق تسلیم کیا جاتا ہے کہ تمام افعال جبریت کی وجہ سے ہیں۔ اگر یہ دنیا کے تمام علتی مظاہر پر قابل اطلاق ہے تو کوئی بھی مخصوص فعل جبریت کی تقدمیت کے ذریعہ قابل پیشگوئی ہے۔

(iii) علمیاتی دلیل

کانٹ کے مطابق موضوع علم بن سکنے والی کوئی بھی شئے بذات خود علم کے عوامل پر حکمران تمام قوانین کی تابع ہے۔ ایک علم اور دوسرے علم کے درمیان ایک تعلق موجود ہے۔ چونکہ سبھی کو علم کہا جاتا ہے' اس لئے ہمیں اسی قسم کے ذہنی عوامل کو لاگو کرنا ہوگا۔ چنانچہ کسی بھی علم کی علت لازماً" ہوتی ہے اور ہم کافی بہتر طور پر فرض

کرسکتے ہیں کہ علت جبریت کے عمل کے سوا کچھ نہیں۔

(iv) مذہبی دلیل

یہ پہلے سے متعین شدہ مقدر کا مذہبی عقیدہ ہے جو کہتا ہے کہ الوہی فرمان کے ذریعہ ہر شخص کی تقدیر لکھی جاچکی ہے۔ اگر خدا قادر مطلق اور علیم و خبیر ہے تو لازماً" وہ ہی ان چیزوں کا تعین کرتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ فطرت اور انسانی رویہ' بشمول انسانی ارادہ' میں واقعات کا تعین خدا کی حاکمیت کرتی ہے۔

جبریت پر تنقید

(i) استقرائی دلیل کا تصور اپنے کردار میں استدلالی اور منطقی ہے۔ کائنات علت اور معلول کا منظم مجموعہ ہے۔ علتی جبریت یکسانیت سے عاری مخصوص مظاہر کی توضیح کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔ یہ جبریت علتی عمل میں ایک شرط ہوسکتی ہے لیکن تمام افعال کی علت نہیں بن سکتی۔ اپنے احساس کے مختلف النوع شعبوں کی وضاحت کرنے کے لئے اس جبریت کو ہمہ گیر طور پر لاگو نہیں کرنا چاہیے۔

(ii) استخراجی دلیل کی رو سے ہمارا جبریت کا مفروضہ ہمہ گیر طور پر قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ مثالوں کا مشاہدہ کئے بغیر عمومی بیان جاری کردینا ممکن نہیں۔ مثالیں دیکھنے کی صورت میں ہمیں غور کرنا ہوگا کہ وہ علتی اعتبار سے مربوط ہیں یا نہیں۔ جبریت علت نہیں' ہوسکتا ہے ہم وجودیت کا جوہر ہو لیکن مظاہر کی ہمہ گیر علت نہیں۔

(iii) علمیاتی دلیل پر بھی بہت سے اعتراضات ہوئے ہیں' کیونکہ علم کا عمل کسی ایک مخصوص قانون کا تابع نہیں ہوسکتا۔ صوفی یا عام آدمی یقین کرسکتا ہے کہ سارا علم ایک جیسا ہے اور جبریت کا عمل اس کی وجہ ہے۔

(iv) الٰہیات دانوں کے مذہبی دلائل کی مذمت الحاد پرستوں اور منطقی ایجابیت پسندوں نے کی ہے۔ اسی طرح تجربیت پسند نظریہ جبریت کو ہر شئے کی علت کے طور پر دیکھتے ہیں۔ خدا کے وجود کا سوال ایک متضاد الرائے مسئلہ ہے' اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہرچیز کی علت خدا ہے' اور وہی ہرچیز کا تعین کرتا ہے۔

Marfat.com

لاتعینیت اور آزادی

آزادی کا مطلب لا تعینیت (Indeterminism) نہیں۔ لاتعینیت پسندوں نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ انسانی ارادہ مکمل طور پر خود مختار ہے۔ آزادی خود مختار اور خود تعیناتی اقدام ہے۔ لاتعینیت میں درحقیقت انسانی اعمال کے درمیان ایک استدلالی تعلق کا استرداد ہے۔ یہ انجام کار ہر شئے کو اتفاق پر چھوڑ دیتا ہے۔ آزادی سے مراد بیرون سے پابندی یا ذات کے علاوہ اور کچھ نہ ہونا ہے۔ آزادی کو انتخاب کی من مانی تک ہی محدود نہیں کرنا چاہیے۔ یہ امر حقیقت اس قسم کے ناقابل پڑتال انداز میں عمل کرنا آزادی نہیں۔ یہ شعور کی برتر حالت ہے۔ چنانچہ' آزادی کا مطلب خود تعینیت ہے نہ کہ لاتعینیت۔

ولیم جیمس آزاد مرضی کے نظریہ کا ایک قابل شارح تھا۔ اس نے اسے "لاتعینیت" کا نام دیا۔ جیمس کا کہنا ہے کہ لاتعینیت یہ نکتہ نظر ہے کہ کائنات کے حصے اپنے اندر "ڈھیلے پن" کی کافی مقدار رکھتے ہیں' یعنی تمام چیزیں علتی طور پر مربوط نہیں اور چیزوں کی فطرت میں ایک حقیقی تکثیریت (Pluralism) موجود ہے۔

نتیجۂ بحث

تجربیت اور مابعد الطبیعیات کے نکتہ نظر سے پابندی اور آزادی زندگی کے مسائل ہیں۔ نہ صرف مغربی فلسفیوں نے بلکہ مذاہب' ہندو مت' عیسائیت اور اسلام کے تمام اہم محققین نے اپنے اپنے صحائف میں اس موضوع پر بحث کی ہے۔ عیسائیت کا عقیدہ ہے کہ عیسی مسیح ساری روح کو تاریکی سے روشنی میں' اور پابندی سے آزادی کی جانب لاسکتا ہے۔ وہ خدا کا بیٹا ہونے کی وجہ سے یہ معجزہ دکھا سکتا ہے' کیونکہ وہ افلاک میں موجود باپ کی الوہی اور کامل زندگی میں شریک ہے۔

اسلام میں آزادی یا مکتی کو "نجات" کہا جاتا ہے۔ گناہگار زندگی سے منہ موڑنا اور خدا کی مرضی کے مطابق چلنا نجات ہے۔ گناہوں سے نجات پانے کا بنیادی آلۂ کار اچھے اور نیک اعمال ہیں۔

Marfat.com

پیدا ہونا اور پھر مرنا پابندی ہے۔ زماں' مکاں اور علیت کے جال میں صرف پابندی موجود ہے۔ ہر کوئی شخص اپنی سوچ' قول اور فعل کا پابند ہے۔ ہماری سوچ' قول' علم اور عقل کی رسائی مایا سے باہر نہیں۔ یہی مایا پابندی ہے۔ ہماری لاعلمی' فریب نظر' اور سراب مایا کے سوا کچھ نہیں۔ مایا ہی کی وجہ سے چیز حقیقی نظر آتی ہے۔ لیکن درحقیقت یہ حقیقی نہیں۔ مایا اور پابندی میں کوئی حقیقت نہیں۔

بن جانے اور ہوجانے کی ایک آزادی پائی جاتی ہے۔ سیاسی' معاشی' سماجی اور تنظیمی آزادی وغیرہ سب بن جانے کی آزادی کا حصہ ہیں۔ لیکن نفسی آزادی "ہونے" کی ہے جس پر دیگر تمام چیزوں کے موثرپن کا انحصار ہے۔ بطور شخص آزاد ہونے تک باقی تمام آزادیاں اس کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتیں۔

ہم اپنی عادات' خواہشات' جذبات' جسم اور ذہن کے غلام ہیں۔ ہم اپنی زندگی کی شعوری اور غیر شعوری پابندیوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ قدیم ہندوستانی نظریہ کے مطابق پابند روح "جیوا" کہلاتی ہے۔ جیوا کا مقصد آزادی کی حالت میں زندہ رہنا ہے' اور ساری تخلیق جلد یا بدیر نجات پالے گی۔ لیکن نیک اعمال والے جیوا برے اعمال والے جیوا کی نسبت جلد نجات حاصل کرسکتے ہیں۔ اور فوری نجات حاصل کرنے کی خاطر جیوا سراب یا مایا کی دنیا کو چھوڑنے اور حقیقی دنیا کو اپنانے کے لئے کوشاں ہیں۔

بنی نوع انسان کی بہت بڑی تعداد مادی چیزوں پر مسرور ہے اور اس کا خیال ہے کہ وہ آزادی کا مزہ اٹھا رہے ہیں لیکن درحقیقت یہ پابندی اور غلامی ہے۔ خواہشات اور پابندیوں کا شکار شخص تقریباً" حیوان ہے' اور خواہشات اور پابندیوں سے عاری شخص خدا کے انتہائی قریب۔

☆○☆

Marfat.com

6

مسئلہ شر

خیر اور شر کا مسئلہ عہد در عہد فلسفیوں اور مشرقی و مغربی مذہبی اساتذہ نے بحث کا موضوع بنایا ہے' اور اس کے متعدد اور مختلف حل پیش کئے گئے۔ خیر اور شر کی دو مخالف قوتیں باہم برسرپیکار ہیں۔ ہم کائنات میں ہر کہیں یہ تصادم دیکھتے ہیں' اپنے اندر بھی اور باہر بھی۔ دونوں قوتیں آپس میں اس قدر مدغم ہیں کہ انہیں الگ الگ کرنا ناممکن ہے۔ انسانی زندگی خیر اور شر کا ملغوبہ ہے۔ اچھائی اور برائی باہم مربوط حقیقتیں ہیں۔ چنانچہ اچھائی کا کوئی تصور قائم کئے بغیر برائی کو علیحدہ حیثیت میں رکھ کر سمجھنے کی کوشش کرنا ایک ناممکن العمل معاملہ ہے۔

شر کیا ہے؟

افلاطون کے مطابق پاکیزہ' غیر متغیر تصورات و خیالات نیکی یا خیر کی دنیا ہے۔ حس کی دنیا' تبدیلی کی دنیا شر ہے۔

سوفسطائیوں کا کہنا تھا کہ "انسان اپنے آپ کا معیار ہے" اور اس لئے ہر انسان خیر اور شر کا اپنا ضابطہ بناسکتا ہے۔ ایسا نظریہ جس پر زندگی میں عمل کرنا بے شک نہایت خطرناک ہے۔

فلپ کے خیال میں دیوتا کامل پاکیزگی اور تمام اچھائی کا ماخذ تھا۔ مادہ تمام برائی کا منبع تھا۔ سپنوزا کہتا ہے کہ برائیوں کی وجہ ہمارا چیزوں کو دیکھنے کا تنگ انداز ہے' کہ برائی اس لئے ایسی نظر آتی ہے کیونکہ ہم اپنے مخصوص مفاد کے حوالے سے چیزوں کو دیکھتے ہیں۔ لیکن جب ہم اپنے انداز نظر کو وسعت دے لیں اور چیزوں کو خدا کے انداز

Marfat.com

نظر سے دیکھنا سیکھ لیں تو یہ بے معنویت میں غائب ہوجاتی ہے۔ ہیگل کے مطابق برائیاں محض وہ غیر استدلالی عناصر ہیں جو اچھے یا استدلالی بننے پر مائل ہوتے ہیں' کیونکہ حقیقت جو استدلالی ہے' کے لئے یہ دیکھنا لازمی ہے کہ غیر استدلالیت یا برائی استدلالی ہے۔ سپنوزا اور ہیگل دونوں نے عملی طور پر برائی کی حقیقت سے انکار کیا۔

لیبنز کے خیال میں برائی ان نقائص کی وجہ سے ہے جو کائنات کے محدود عناصر کی تعمیر میں خلقی ہیں۔ بوسانکوے (Bosanquet) کہتا ہے: "برائی میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اچھائی میں جذب نہ ہوسکتی ہو۔ یہ بھی اسی منبع سے پھوٹتی ہے جس سے اچھائی اور نیکی۔"

فلسفہ ویدانت کہتا ہے کہ خدایا وجود مطلق برائی سے غیر متاثر اور نسبتی اچھائی سے بالاتر ہے جو برائی سے متلازم ہے۔ نسبتی اچھائی اور نسبتی برائی دونوں مشترکہ ماخذ کی حامل ہیں۔ وہ ایک ہی کائناتی قوت کے دو رخی اظہار ہیں۔

عیسائیت میں اچھائی اور برائی دونوں بہت نمایاں ملتے ہیں۔ خدا نے انسان کو اچھا بنایا' لیکن وہ گوشت میں بدل گیا اور گناہ و برائی کے تابع ہوگیا۔ مرد اول آدم کا گناہ سب انسانوں ـــــ اس کی اولادوں میں منتقل ہوتا گیا۔ برائی اور گناہ کی تمام قوتیں شیطان کی شخصیت بن گئیں۔ چنانچہ' روایتی عیسائیت میں دو ہستیاں متحرک نظر آتی ہیں ـــــ خدا' تمام اچھائی کی قوت' اور شیطان' برائی کا ماخذ۔

مسئلہ شر

یقین کیا جاتا ہے کہ دنیا خدا کی تخلیق کردہ ہے۔ یہ سوال پوچھنا قدرتی امر ہے کہ اگر دنیا ایک رحیم و شفیق قوت نے تخلیق کی تھی تو اس میں برائی کیسے داخل ہوئی۔ اگر شر دنیا سے پہلے ہی موجود تھا تو پھر خدا اس کی موجودگی سے محدود ہے۔ اگر خدا عقیل و بصیر اور فیض رساں ہے تو اس قسم کا خدا اپنی تخلیق میں جسمانی اور اخلاقی دونوں برائیوں کو واقع ہونے کی اجازت کیسے دیتا ہے؟ ہوسکتا ہے کہ اگرچہ وہ قطعی خیر اور دانا ہے' تاہم اس کے پاس شر کی تدارک کی قوتیں محدود ہیں۔ یا ہوسکتا ہے کہ وہ قادر مطلق'

Marfat.com

دانائے مطلق اور خیر مطلق ہے' تاہم اس نے اپنی دنیا میں برائیوں کی تشکیل صرف نوع انسانی کو تربیت دینے کی خاطر کی تاکہ وہ انتباہ کے ذریعہ اخلاقی طور پر نیک بنیں۔

اگر خدا لامحدود طور پر نیک ہے تو ہم تمام تکلیف اور شر' تمام گناہ اور دکھ اور ناامیدیوں کی وضاحت کیسے کریں جو ہر کہیں عیاں ہیں؟

شر کی مختلف صورتیں

شر کی تین مختلف صورتیں ہیں: (i) مابعد الطبیعاتی برائیاں: (ii) طبعی یا ذہنی برائیاں: (iii) اخلاقی برائیاں۔

مابعد الطبیعاتی برائی:

مابعد الطبیعاتی برائی فطری برائی یا شر کو ما بعد الطبیعاتی برائی کہا جاتا ہے۔ یہ انسانی ارادے سے آزاد ہے۔ اس کا انحصار قوانین فطرت کے کاروبار پر ہے۔ زلزلے' آتش فشاں' قحط' خشک سالی' گردابی طوفان' گردباد اور سیلاب وغیرہ فطری آفات ہیں جنہیں مابعد الطبیعاتی برائیاں خیال کیا جاتا ہے۔ وہ نوع انسانی میں تکلیف اور پریشانی پیدا کرتی ہیں۔ یہ تمام برائیاں ہمارے اختیار سے ماوراً ہیں۔ تاہم ' سائنس دان اب ان آفات سے بچنے کے لئے تحقیقاتی آلات تیار کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔

طبعی یا ذہنی برائی: تمام طبعی اور ذہنی تکلیف اور دکھ برائی کی اس صورت میں شامل ہیں۔ انسان کو تکلیف اور درد سہنا پڑتا ہے۔ گوشت و خون سے بنا انسان طبعی اور ذہنی عناصر کے باعث لازماً" تکلیف اٹھاتا ہے۔ جسمانی بیماریاں اور انحطاط ہمارے جسم سے معدوم نہیں ہوسکتے۔ ذہنی پریشانی' رنج' ہیجان' تناؤ' غصہ وغیرہ انسان میں ذہنی برائی پیدا کرتے ہیں۔ سائنس طبعی اور ذہنی بیماریوں کی روک تھام کر رہی ہے۔ جسمانی برائیاں اب تکلیف وہ نہیں رہیں اور خوش بختی و سکھ کے سرچشمے بن گئی ہیں۔

مہم جوئی (adventure) کے جدید جذبے نے جسمانی تکالیف کی ناگواریت کو بدل کر انہیں مابعد الطبیعاتی اور طبعی برائیوں کے خلاف قوت محرکہ اور ایکشن بنادیا

ہے۔ اب زندگی کو ناقابل بسر نہیں سمجھا جاتا اور ایک طاقتور امید پرستی جدید انسان کی زندگی کی رہنمائی کرتی ہے۔

اخلاقی برائی: اخلاقی برائیاں بھی کم حقیقی نہیں اور سماجی ارتقاء کی موجودہ حالت میں کہیں زیادہ باریک بین مطالعہ کا تقاضا کرتی ہیں۔ اخلاقی برائیاں انسان کی آزاد مرضی کا براہ راست نتیجہ ہیں۔ یہ اخلاقی قوانین کی خلاف ورزی پر مشتمل ہیں۔ گناہ اور عیاری وغیرہ اخلاقی برائیاں ہیں۔ اخلاقی برائی کا مسئلہ انسانوں کا پیدا کردہ ہے اور اس لئے اسے انسانوں کو ہی حل کرنا ہے۔ اخلاقی کاملیت کی جانب بڑھنا ایک خود کار عمل نہیں۔

اخلاقی زندگی ایک جدوجہد کی زندگی ہے۔ یہ حقیقی اور خیالی' خواہش اور فرض' اچھائی اور برائی کے مابین جدوجہد ہے۔ انسان اپنے کردار سے پیدا ہونے والے ہر عمل میں اور ہر عمل کے ذریعہ اپنی اخلاقی فطرت کا احساس کرتا ہے۔ اگر خطاواری کا کوئی امکان موجود نہ ہوتا تو انسان کی کوئی اخلاقی زندگی نہ ہوتی۔

مسئلے کے حل

مسئلہ شر حل کرنے کی خاطر ہمیں فلسفہ کے دو مکاتب' یعنی یاسیت پرستی اور امید پرستی پر غور کرنا ہو گا۔ یہ دونوں ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔

یاسیت پرستی: یہ ایک فلسفیانہ عقیدہ ہے جس میں زندگی بنیادی طور پر دکھ درد اور شر ہے۔ یاسیت پرست ہمیشہ دنیا کا تاریک پہلو دیکھتے ہیں۔ انیسویں صدی کے جرمن فلسفی آرتھر شوپنہاور نے یاسیت پرستی کے حق میں پر زور خیالات پیش کئے۔ اس فلسفہ کے مطابق یہ دنیا ہر ممکن حد تک بدترین دنیا ہے۔ زندگی ایک ابدی کشمکش ہے' غیر محسوس کے لئے خواہش۔ چنانچہ زندگی غیر تسکین شدہ تمنا' تکلیف اور اذیت سے بھرپور ہے۔ یہ ہر ممکن حد تک بدترین دنیا ہے کیونکہ ہم پر ٹوٹنے والی بد اندیش قوتیں اگر اور بھی زیادہ بری ہوتیں تو ہم زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔

ہم یاسیت پرستی کو ایک بیماری خیال کرسکتے ہیں۔ اس کی وجہ تشخیص اور علاج

Marfat.com

تجویز کیا گیا۔ لیبنز کا خیال تھا کہ ہماری دنیا خدا کی جانب سے منصوبہ بند کی ہوئی بہترین ممکن دنیا ہے' لیکن شر تخلیق شدہ موجودات کی فطرت سے ناقابل علیحدگی ہے۔ محدود چیزیں ہمیشہ ناقص ہوتی ہیں۔ لیکن بری چیزیں انجام کار اچھائی پر مائل ہوتی ہیں۔ سوامی دیوکانند نے کہا کہ ہماری زندگی میں یاسیت پرستی یا لفظ ناممکن موجود نہیں۔ چنانچہ' "اٹھو' جاگو اور منزل پر پہنچنے تک نہ رکو!" نیکی اور بدی کے حوالے سے انہوں نے واضح الفاظ میں کہا:

"معروضی معاشرہ ہمیشہ نیکی اور بدی کا ملغوبہ ہوگا۔ معروضی زندگی ہمیشہ اپنے سائے' موت کے ساتھ چلے گی۔ ہماری اپنی زندگیوں کا دارومدار دوسروں--- پودوں' جانوروں یا جرثوموں--- کی اموات پر ہے! دنیا کی ترقی کا مطلب زیادہ لطف کے ساتھ ساتھ زیادہ تکلیف بھی ہے۔ زندگی اور موت' نیکی اور بدی' علم اور لاعلمی کا یہ ملغوبہ ہی مایا یا مظہر کائنات کہلاتا ہے۔ آپ مسرت کی جستجو میں اس جال کے اندر ابدیت کی جانب جاتے ہیں--- آپ کو زیادہ مسرت اور زیادہ بدی بھی ملتی ہے--- نیکی کی خواہش کرنا اور بدی سے چھٹکارا بچگانہ حماقت ہے۔"

بدھ مت ایک یاسیت پرستانہ عقیدہ پیش کرتا ہے' اور اس کے ساتھ ساتھ بصیرت اور آنند حاصل کرنے کا طریقہ بتاتا ہے۔ بدھ مت کا پہلا اعلیٰ سچ "دکھ" ہے۔ زندگی دکھ ہے: "پیدائش دکھ ہے' انحطاط دکھ ہے' بیماری دکھ ہے' مسرت چھن جانا دکھ انگیز ہے' اور کوئی بھی غیر تسکین شدہ تمنا بھی دکھ ہے۔" گوتم بدھ کہتا ہے کہ زندگی تکلیف اور دکھ سے بھرپور ہے۔ لگتا ہے کہ بدھ نے اشیاء کے تاریک پہلو پر ضرورت سے زیادہ زور دیا۔ مذہب کا مقصد گناہ اور دکھ سے نجات پانا ہے۔ زندگی بلا شبہ پر الم ہے' لیکن ایک راہ نجات موجود ہے۔ بدھ محض زندگی کی بے وقعتی کا پرچار نہیں کرتا' بلکہ وہ برائی کے خلاف بغاوت کرنے اور اعلیٰ کیفیت کی زندگی حاصل کرنے کو کہتا ہے۔

دکھ سے نجات بدھ کا تیسرا اعلیٰ سچ ہے۔ دکھ کی ذمہ دار وجوہات کے تدارک کے ذریعہ اسے بڑھنے سے روکا جاسکتا ہے۔ دکھ کی یہ مکمل نیستی "نروان" کی حالت کہلاتی ہے۔ یہ دکھ' انحطاط اور فنا کی مکمل نیستی ہے۔ بدھ کے مطابق ہم اسی زندگی میں

Marfat.com

نروان حاصل کرسکتے ہیں۔ اس نے اپنے چوتھے اعلیٰ سچ میں دکھ سے نجات کے لئے ایک آٹھ نکاتی راہ مہیا کی ہے۔

کچھ لوگ پر مسرت رخ کے مقابلہ میں المیہ رخ کی جانب زیادہ مائل ہوتے ہیں' اور وہ طربیہ سے زیادہ المیوں کو پسند کرتے ہیں کیونکہ وہ شیلے کے ہم خیال ہیں' "ہمارے دلکش ترین نغمات وہ ہیں جو اداس ترین خیالات پیش کرتے ہیں۔"

امید پرستی: امید پرستی زندگی کو روشن و درخشاں اور لطف انگیز بناتی ہے۔ یہ زندگی اور وجود کی جانب ایک مثبت انداز فکر ہے۔ امید پرستی' جو یاسیت پرستی کے عین الٹ ہے' خوشگوار تجربے کو بلند ترین نکتہ نظر سے دیکھتی ہے۔ یہ بات ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ مسئلہ شر صرف بزدلانہ زندگی کے حلقہ کے اندر ابھر سکتا ہے۔ کائنات حقیقت میں کامل طور پر اچھی ہے۔ ہر چیز اچھی ہے' جیسا کہ آگسٹائن نے کہا۔ سپنوزا کا کہنا تھا کہ ہر چیز خیر ہے۔ خیر اور شر خالصتاً سوچنے کے دو موضوعی تصورات ہیں' اور یہ حقیقت مطلق کی توثیق نہیں کرسکتے' جو کامل ہے۔ سپنوزا کے مطابق برائیوں کا سبب ہمارا تنگ انداز فکر ہے' کہ برائیاں ہمیں اس لئے ایسی نظر آتی ہیں کیونکہ ہم مخصوص مفاد کے حوالے سے انہیں دیکھتے ہیں' لیکن اگر ہم اپنی نظر کو وسعت دیں تو یہ عدم ہوجاتی ہیں۔ ہیگل کی رائے میں بھی برائی غیر حقیقی ہے' اور جزوی نکتہ نظر سے موجود ہوتی ہے لیکن مکمل کا احاطہ کرنے والے نکتہ نظر کو اپنانے سے غائب ہوجاتی ہے۔ لیبنز کے خیال میں جس دنیا میں ہم زندہ ہیں' "یہ تمام ممکنا دنیاؤں میں سے بہترین ہے۔"

انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں حاصل کی جانے والی عظیم کامیابیوں کا تعلق کائنات کے امید پرستانہ نکتہ نظر کے ساتھ جوڑا جاسکتا ہے۔ امید و بیم تخلیق و تعمیر کی مہمیز ہے' جبکہ ناامیدی اور ڈپریشن بے عملی اور تباہی کا ماخذ ہیں۔

برائیاں انجام کار اچھائی کی جانب مائل ہوتی ہیں۔ بیشتر برائیاں کہیں زیادہ اچھائی حاصل کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ کائنات بحیثیت مجموعی ایک وسیع فنکارانہ ڈھانچہ ہے جس میں برائیاں اچھائی کی ماتحت ہیں۔ اگر کوئی نقص موجود نہ ہوتا تو کاملیت کاملیت نہ ہوتی۔ کائنات منطقی ہے' اور ایک ایسا عمل جس میں تمام اختلافات انجام کار ہم

Marfat.com

آہنگ بن جاتے ہیں۔ برائی کمتر اچھائی ہے۔ فرد کی فطرت محدود۔ لامحدود ہے ' چنانچہ اختلاف یا نقص موجود ہے۔ یہ عدم اتفاق ترقی کی کنجی ہے۔ اور جب ہم آہنگی حاصل ہوجائے تو عدم اتفاق یا برائی غائب ہوجاتی ہے۔

اخلاقی برائی یا گناہ کوئی قابل توجہ مقام نہیں رکھتا اور یہ اخلاقی فضیلت اور کاملیت کی جانب فرد کی ترقی کا ایک قدم ہے۔ بوسانکوئے (Bosanquet) اپنی کتاب "دنیا اور فرد" میں کہتا ہے کہ "برائی میں ایسا کچھ نہیں جسے بھلائی میں جذب نہ کیا جاسکتا ہو اور وہ اس میں شریک نہ ہو۔ برائی کا سرچشمہ بھی وہی ہے جو نیکی کا ہے۔" گناہ یا اخلاقی برائی درحقیقت اپنے آپ میں مثبت کردار کی حامل ہے۔ یہ حصول نیکی کے لئے وسیلہ بن سکتی ہے' لیکن اس کی حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

وحدت پرستی: موحدانہ نظریہ میں خدا تمام موجودات کی حقیقت مطلق ہے۔ وہ محدود اور عارضی اشیاء کے نقائص سے بگاڑ کا شکار نہیں ہوتا اور غیر مشروط' لامحدود اور خود علتی یا خود موجود ہے۔ چونکہ خدا لامحدود اور غیر مشروط ہے اس لئے وہ واحد اور ایک حقیقت ہے۔ توحیدی فلسفہ کی نظر میں مطلق اعلی ترین ضابطہ ہے۔ سپنوزا کا جوہر یا ہیگل کا مطلق فلسفیانہ خیال آرائی کا نکتہ عروج ہے۔ سی - ای۔ ایم جوڈ کے مطابق "برائی نیکی کی لازمی توصیف ہے"۔ بھگوت گیتا میں کہا گیا ہے کہ ثنویت یا دوئی کی دنیا کی اچھائی اور برائی غیر حقیقی ہے' یہ الفاظ کے ذریعہ کہی جاتی ہے اور اس لئے اس کا وجود صرف ذہن میں ہے۔ شنکر کا فلسفہ ویدانت کہتا ہے کہ مطلق یا برہما نفس سے عینیت رکھتا ہے۔ دونوں متشابہ ہیں۔ اسی طرح پیدائش اور موت مختلف نہیں' اور اچھائی اور برائی غیر متضاد ہیں۔ ویدانت فلسفیوں کے مطابق اچھائی اور برائی کے درمیان فرق نوعیت کا نہیں طریق عمل کا ہے' جیسے روشنی اور تاریکی کے درمیان فرق جو ایک ہی شئے کے دو پہلو ہیں۔

نتیجۂ بحث

یاسیت پرست مفکرین برائی کو ایک مثبت حقیقت بتاتے ہیں اور برائی کو منفی۔ انہوں نے تخریب و انتشار' موت اور تکلیف کو کائنات کا مقصد بنایا اور اچھائی کے وجود

سے انکار کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ دکھ اور تکلیف ہمارے وجود کی شرائط ہیں؛ کہ مسرت اور خوشی حادثاتی طور پر ملتی ہیں' ان یاسیت پرستوں کے مطابق زندگی جینے کے قابل نہیں۔ انہیں زندگی میں کوئی اچھائی نظر نہیں آتی۔ وہ ہر طرف برائی ہی برائی ڈھونڈتے ہیں۔ انہیں اس نظریے پر یقین نہیں کہ خالق ' جو رحیم' منصف اور بھلائی ہے' نے دکھ' تکلیف' رنج و الم اور برائی کی یہ دنیا تخلیق کی ہے۔ وہ یہ نہیں بتاتے کہ اسے کس نے تخلیق کیا۔ چنانچہ یاسیت پرستانہ توضیح ایک اور انتہا تک لے جاتی ہے اور استدلالی ذہن کو مطمئن نہیں کرتی۔ بہت سوں نے یاسیت پرستانہ طبیعت کو ایک ذہنی بیماری خیال کیا ہے۔

ایسے امید پرست مفکرین موجود ہیں جو ایک منصف و عادل' رحیم اور اچھے خدا کی تخلیق میں برائی کی موجودگی سے انکار کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ سب کچھ اچھا ہے اور کوئی برائی موجود نہیں ہو سکتی۔ وہ ہر کہیں اور ہر کام میں اچھائی دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں' اور تمام تکالیف' احکام اور سختیوں کو اپنی اچھائی کے لئے سمجھتے ہیں۔ اگر ہمیں کوئی دھکا لگتا ہے تو اسی میں ہماری بھلائی ہے۔ چنانچہ ہر چیز ہماری بھلائی کے لئے ہے' اور ہونی بھی چاہیے کیونکہ تخلیق کی فطرت خلقی طور پر اچھی ہے۔ وہ تخلیق کی برائی سے انکار اور وضاحت کرتے ہیں کہ اچھائی ایک مثبت (ایجابی) حقیقت ہے' اور یہ کہ جسے ہم برائی کہتے ہیں وہ محض اچھائی کی نفی ہے۔ اچھائی دنیا میں ہمیشہ سے غالب ہے' تاہم ہم اسے سب کچھ میں موجود نہیں دیکھ پاتے۔ لہٰذا برائی کی وجہ تلاش کرنے کی بجائے وہ اس کی جانب سے اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ اس قسم کی امید پرستی ایک اور انتہاء پسندی ہے۔

چنانچہ اچھائی اور برائی' نیکی اور بدی کی وجہ کی ایک بہتر وضاحت درکار ہے۔ لیکن اگر امید پرست ہر چیز میں اچھائی دیکھنے اور یہ کہنے میں قابل توجیہہ ہیں کہ خدا نے یہ دنیا ہماری مسرت اور خوشی کے لئے تخلیق کی' تو یاسیت پرست بھی ہر چیز میں برائی دیکھنے اور یہ کہنے میں اتنے ہی حق بجانب ہیں کہ خدا نے یہ دنیا کروڑوں افراد کی دکھ اور تکلیف کے لئے تخلیق کی ہے۔ صحیح توضیح امید پرستی میں ہے اور نہ یاسیت پرستی

Marfat.com

میں۔ یہ دونوں انتہائیں ہیں۔

ہندوستان کے وحدت پرست فلسفیوں کے مطابق اضافیت یا نسبت کی اس دنیا میں کوئی قطعی طور پر اچھی یا قطعی طور پر بری چیز ڈھونڈنا ناممکن ہے۔ ہم اچھائی اور برائی' سزا اور جزا کے درمیان کوئی حتمی خط امتیاز نہیں کھینچ سکتے۔ خلقی طور پر وحدت پرستانہ ویدانت فلسفہ کہتا ہے' "اچھے یا برے محرکات کے تحت کیا ہوا کوئی بھی فعل اپنے مخالف سے ڈھکا ہوتا ہے' جیسے آگ دھوئیں سے۔"

عہد نامۂ جدید کے مطابق تمام بیماری' دکھ' تکلیف' رنج' جرم' گناہ اور سب دیگر برائیاں شیطان کی کارگزاری ہیں۔ روایتی عیسائیت میں دو ہستیاں فاعل نظر آتی ہیں۔۔۔ ایک خدا' جو تمام اچھائی کی قوت ہے۔ دوسری شیطان' جو تمام برائی کا منبع ہے۔ عقیدہ ہے کہ مسیح نے شیطان کی تحریص کی مدافعت کرکے اسے مفتوح کرلیا تھا۔

جزا اور سزا کے علاوہ نیکی اور بدی کے بھی بالکل یہی خیالات مسلمانوں میں بھی موجود ہیں جو عہد نامۂ عتیق کو بھی اتنا ہی مانتے ہیں جتنا کہ عیسائی اور عبرانی۔ تاہم' عبرانی پیغمبروں کا عقیدہ تھا کہ خدا اچھائی اور برائی دونوں کا خالق ہے۔

مسئلہ شر کے بارے میں شری رام کرشن کا ایک قول بتاتے ہوئے اپنی بات ختم کرنا چاہوں گا۔ ہم نے دیکھا ہے کہ بجلی جب روشنی دیتی' صنعت میں مدد کرتی' تکلیف دور کرتی ہے تو یہ اچھی ہے۔ لیکن جب یہ کسی انسان کو کرنٹ سے بری طرح جلا ڈالتی ہے تو بری بن جاتی ہے۔ لہٰذا بجلی اچھی ہے اور نہ بری' لیکن اس کے اثرات کو پیدا ہونے والے نتائج کے اعتبار سے اسے اچھا یا برا کہا جاتا ہے۔ اگر ہم سمجھ جائیں کہ بجلی مثبت ہے نہ منفی' بلکہ ایک میگنٹ کے ذریعہ آشکار کئے جانے پر مثبت یا منفی کے طور پر ظاہر ہوتی ہے تو ہمیں سمجھ آتی ہے کہ قوانین فطرت ہمیں صرف تبھی اچھے یا برے لگتے ہیں جب وہ مظہراتی کائنات کے عظیم مقناطیس کے واسطے سے اپنا آپ ظاہر کرتے ہیں۔ اگر ہم تسلیم کرلیں کہ ابدی قوت یا الوہی منشاء صرف ہمارے ذہنوں اور زندگیوں کی نسبت سے اچھی یا بری ظاہر ہوتی ہے تو صرف تبھی ہم شری رام کرشن کی طرح کہہ سکتے ہیں: "خدا نیکی یا بدی تخلیق نہیں کرتا' نہ ہی وہ کسی شخص کی نیکی یا گناہ

Marfat.com

لیتا ہے۔ وہ بے ایمان کو سزا یا نیک کو انعام نہیں دیتا۔ ہماری فہم لاعلمی کے بادل میں ملفوف اور ہمارے غلط فہم ہونے کی وجہ سے ہم اپنی ناقص سمجھ کے حوالے سے خیال کرتے ہیں کہ خدا اچھائی یا برائی پیدا کرتا ہے' کہ اس کی تخلیق اچھی یا بری ہے' کہ وہ سزا یا جزا دیتا ہے۔"

☆○☆

Marfat.com

7

نظریۂ عمل

"بے لوث ہو کر عمل کرو۔ تمہارے عمل کا پھل تمہارے ہاتھ میں نہیں۔نہ ہی تم عمل چھوڑو۔" (بھگوت گیتا)

نظریۂ عمل فلسفہ اور مذہب میں ایک موضوع ہے۔ قدیم سنسکرت کتب میں بھی لفظ کرم بمعنی عمل آیا ہے۔ یہ "کر" (کرنا) سے مشتق ہے۔ چنانچہ کوئی بھی طبعی یا ذہنی کام عمل کہلاتا ہے۔ کوئی بھی شخص لحظہ بھر کے لئے بھی بے عمل نہیں رہ سکتا۔ چونکہ ہماری زندگی میں کام ناگزیر ہے' اس لئے ہمیں پھل سے بے غرض ہو کر کام کرنا چاہیے۔ یہی راہ عمل ہمیں خدا تک پہنچاتی ہے۔

ہندو مذہب کے مطابق ہم سب پہلے جنم لے چکے ہیں اور ہماری موجودہ زندگی کی حالت گذشتہ زندگیوں کا براہ راست نتیجہ ہے۔ ہم سب انسانوں کے درمیان نابرابریاں اور اونچ نیچ محض علت اور معلول ہیں' یعنی جو کچھ ماضی میں بویا تھا اب حال میں کاٹ رہے ہیں۔ ہماری بنیادی روح جنم جنم چلتی ہے۔ یہ بار بار جنم لیتی اور اگلی زندگی کی حالت اختیار کرتی ہے۔

انسان خواہشات کی ایک گٹھڑی سے زیادہ کچھ نہیں۔ انسان کے عمل ہی اس کی حقیقت ہیں۔ افعال کا قانون واحد حقیقت ہے جس کے مطابق انسان اپنے عمل یا

Marfat.com

خواہش میں جو کچھ بوتا ہے' وہی کچھ نہ صرف اپنی موجودہ زندگی بلکہ کئی جنموں تک کاٹتا رہے گا' جب تک کہ اعمال یا خواہشات کا اثر باقی رہے۔

ہستی کی اس دنیا پر حکمرانی کرنے والا قانون نظریۂ عمل کہلاتا ہے۔ قانون عمل فرد سے بیرونی نہیں۔ کوئی بھی فعل بیک وقت علت اور معلول دونوں ہے۔

نظریۂ علیت

مظاہر دنیا علت اور معلول کی ایک زنجیر میں باہم مربوط ہیں۔ کسی متعین وجہ کے بغیر کچھ واقع نہیں ہو سکتا۔ حواس کے ساتھ جو کچھ بھی ہم دیکھتے' سنتے یا ادراک کرتے ہیں وہ کسی جانی یا انجانی علت کا معلول ہے۔ دنیا کی تمام سائنس اور فلسفے متفقہ طور پر اعلان کرتے ہیں کہ قانون علت و معلول تمام قوانین میں سب سے زیادہ ہمہ گیر ہے۔ ہمارے جسم یا ذہن کا کوئی بھی فعل کسی قوت یا طاقت کا نتیجہ ہے جو اس کی علت ہے۔

علت کا یہ ہمہ گیر قانون سنسکرت میں "قانون کرم" کہلاتا ہے۔ اس ہمہ گیر مفہوم میں حس' حرکت' کشش' قوت ثقل' دافع قوت' چلنا' باتیں کرنا' دیکھنا' سننا' سوچنا' خواہش اور تمنا کرنا' جسم' ذہن اور عقل کے تمام افعال کرم ہیں۔

اس ہر جگہ موجود قانون کرم کے تحت حادثے کے اتفاق کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں رہتی۔ جسے ہم حادثاتی یا اتفاقی واقعہ کہتے ہیں وہ حقیقت میں کچھ متعین علتوں کی پیداوار ہوتا ہے جنہیں ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے محدود علم کے حوالے سے نہ جان سکیں۔ چنانچہ ' تمام اتفاقی واقعات یا نام نہاد حادثاتی وقوعے قانون علیت کے تابع ہیں۔

در حقیقت' علت ایک معلول کے طور پر ظاہر ہوتی' یا معلول علت کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے۔ ایک نکتہ نظر کے مطابق معلول علت میں بدستور موجود ہوتا ہے۔ تخریب کا مطلب معلول کی علت میں تبدیلئ ہیئت ہے۔ جس طرح دھوئیں کے پیچھے آگ ہوتی ہے' بالکل اسی طرح زمان و مکاں کی تحدید کی اس اضافیت والی دنیا میں کاموں کے پیچھے نقائص اور نقصانات ہوتے ہیں اور کوئی ایسا فعل ڈھونڈنا ناممکن ہے جو قطعی طور پر اچھا یا برا' یا فطری حالت کی مطابقت میں ملا جلا ہو' کیونکہ جو کسی ایک حالت میں اچھا نظر

Marfat.com

آتا ہے وہ دوسری حالت میں برا لگتا ہے' چنانچہ کوئی ہمہ گیر اخلاقی قانون یا ضابطہ موجود نہیں۔

عقیدۂ عمل قانون علیت ہونے کی وجہ سے کہتا ہے کہ جیسا ہم بوئیں گے ویسا ہی کاٹیں گے ۔ اچھا عمل ناگزیر طور پر اچھا نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ ایک اچھا عمل ناگزیر طور پر مفید ثابت ہوتا اور مسرت کا باعث بنتا ہے۔ دوسری طرف برا عمل نقصانات پیدا کرتا اور تکلیف اور دکھوں سے دوچار کرتا ہے۔ اعمال ' اچھے ہوں یا برے' اپنے پیچھے کچھ امکانی قوت چھوڑ جاتے ہیں' جو مستقبل میں یقیناً" مسرت یا دکھ' خوشی یا رنج پیدا کرتی ہے۔ نظریہ عمل نہ صرف اس ازلی اخلاقی قانون بلکہ نتائج کا سامنا کرنے کی امکانی قوت کی جانب بھی اشارہ کرتا ہے۔ اس زندگی میں ہم جس چیز کے بھی مالک ہیں وہ ہمارے سابق ذہنی و طبعی دونوں اعمال کا معلول ہیں۔ اگر ایک مرتبہ ہم یہ بات سمجھ سکیں کہ ہر فرد اپنے کئے ہوئے سابق اعمال کی فصل کاٹتا ہے تو تب ہم کبھی بھی نظریۂ تقدیر اور رحمت کی حمایت نہیں کرسکتے کیونکہ ہر معلول اپنی علت کے پیمانے پر ناپا جاتا ہے۔

نظریۂ عمل پر یقین رکھنے والا شخص اپنے اچھے یا برے اعمال کے ان نتائج کا ذمہ دار ہوتا ہے جو زندگی میں اسے بھگتنے پڑتے ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ اس کا مقدر اپنے ہاتھوں میں ہے۔ اور وہ اپنی سوچوں اور افعال کے ذریعہ اپنے کردار میں ترمیم و اضافہ کرتا ہے۔ وہ اپنے اوپر نازل ہونے والی تکالیف کے لئے کبھی کسی اور کو الزام نہیں دیتا۔ تجربہ کے ذریعہ وہ واقعات کی حقیقی وجوہات جانتا' برے یا شر کا خاتمہ کرتا اور ایسے اعمال سرانجام دیتا ہے جو نیکی پیدا کرتے ہیں۔

قانون مکافات

نظریہ عمل میں صرف قانون علیت ہی نہیں بلکہ قانون مکافات بھی شامل ہے۔ جیسے ہر معلول کے لئے ایک علت ہونا لازمی ہے۔ اسی طرح ہر نتیجے کے لئے اک شرط مقدم ہونا بھی ضروری ہے' تاکہ علت اور اس کے معلول' شرط مقدم اور نتیجے کے درمیان برابر کا توازن موجود رہے۔ ایک علت کیفیت اور کمیت دونوں کے اعتبار سے

ایک ہی نوعیت کا معلول پیدا کرتی ہے' اور کوئی رد عمل لازماً" عمل جیسا ہی ہوتا ہے۔ قدرت کی قوتیں نقصان کے لئے کارگر ہوتی ہیں نہ فائدے کے لئے' بلکہ یہ کامل توازن یا ہم آہنگی کے لئے کام کرتی ہیں۔ اگر یہاں پانی کا جوار بہت زیادہ ہے تو کہیں نہ کہیں لازماً" بھاٹا ہے۔ اگر ایک جگہ پر زبردست گرمی ہے تو کسی اور جگہ پر شدید سردی ملے گی۔ جب یہاں رات ہو تو امریکہ میں دن ہوتا ہے۔ اس طریقے سے ہم دکھا سکتے ہیں کہ تعلیت فطرت کے ہر شعبے میں موجود ہے اور انجام کار کامل توازن' ہم آہنگی اور عدل پیدا کرتی ہے۔ المختصر' اس کے نتیجے کو ہم مکافات یا سزا و جزا کہتے ہیں۔ قانون مکافات بھی قانون علیت جتنا ہی ناقابل دفعہ اور عمل و رد عمل کے قانون جتنا ہی کٹڑ ہے۔

جس طرح طبعی فطرت میں ہر قوت مکافات کے لئے کام کرتی ہے' اسی طرح ذہنی' عقلی' اخلاقی اور روحانی میدانوں میں بھی یہی قانون مکافات اقلیم فطرت میں صراحتیں کر رہا ہے۔ قانون مکافات صرف بے جان مادے اور قوت میں ہی موجود نہیں بلکہ جاندار ہستیوں اور دانش مند روحوں پر بھی حکمران ہے۔ جو کچھ بھی تکلیف ہم جسمانی یا ذہنی طور پر سہتے ہیں' ممکن ہے ہمیں غیر منصفانہ لگے' لیکن وہ ہمیں محسوس کرواتا ہے کہ ہم اس کے مستحق نہیں۔ لیکن جب ہم اس کی علت ڈھونڈتے اور اس سے اس کا موازنہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ بالکل صحیح اور ایک منصفانہ مکافات عمل ہے۔

علتیں معلوم کی فطرت کا تعین کرتی ہیں' اور مقدم شرائط اپنے نتائج کی۔ اگر علت بری ہو تو نتیجتاً معلول برائی لائے گا۔ کوئی بھی انسان اس قانون مکافات کی مزاحمت نہیں کرسکتا۔ انسان زندگی میں ہی یا اگلی دنیا میں یا اگلے جنم میں اپنے کئے ہوئے اعمال کا پھل کھاتا ہے۔ جب ہم اپنی موجودہ زندگیوں کا تعلق ماضی اور مستقبل کی زندگیوں سے قائم کرتے ہیں' اور ماضی و مستقبل کی زندگی کے وسیع پلیٹ فارم پر کھڑے ہوکر اگر ہم اپنی موجودہ زندگی پر نظر ڈالیں تو ہمیں ہر قدم پر انصاف اور مکافات نظر آتے ہیں۔ ہمارا حال ماضی کا نتیجہ اور مستقبل کا پیش خیمہ ہے۔ قانون مکافات ہماری انفرادی زندگیوں کے سارے سلسلے کا احاطہ کرتا ہے۔

Marfat.com

قانونِ محشر

بحیثیت مجموعی ہر اچھا عمل قانون مکافات کے ذریعہ انعام کا باعث بنتا ہے۔ اسی طرح ہر جرم یا برا کام قانون محشر کے تحت سزا دلواتا ہے' چاہے یہ سزا و جزا اس زندگی میں ہی ملے یا اگلی دنیا یا اگلے جنم میں۔ مثلاً" جب کوئی ڈاکو کسی کو لوٹتا ہے تو پہلے خود کو لوٹتا ہے۔ دوسرے کو دھوکہ دینے والا شخص درحقیقت اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہوتا ہے۔ برے کام کے برے نتائج لازما" بھگتنا پڑتے ہیں۔

قانون محشر فطرت میں ایک بے رحم لزوم ہے۔ ہر عمل اپنے رد عمل میں پہلے اندرونی فطرت یا روح میں سزا و جزا کا باعث بنتا ہے' اور پھر فائدے یا نقصان' خوشحالی یا بدحالی صحت یا بیماری کی صورت میں بیرونی حالات کو متاثر کرتا ہے۔

قانون عمل سکھاتا ہے کہ اپنے قول و فعل کے ذریعہ نیک آدمی خود کو انعام اور برے آدمی خود کو سزا دیتے ہیں۔ ایمرسن کہتا ہے: "ہر فعل پہلے ہماری روح کے اندر صلہ دیتا ہے اور اس کے بعد ماحول میں۔ لوگ اس ماحول کو محشر کہتے ہیں۔"

قانون مکافات میں نظریہ عمل ہمیں لوگوں کے تکلیف زدہ ہونے کی وجہ بتاتا ہے (چاہے انہوں نے اس زندگی میں کچھ برائی نہ کی ہو' چاہے وہ کسی بھی قسم کی اذیت کے حقدار نہ نظر آتے ہوں)۔ اس کے باوجود پچھلی زندگی کے قانون محشر کے تحت وہ اس کے حقدار ہوتے ہیں۔ مذہب اسلام میں سابقہ یا آئندہ زندگیوں کا کوئی تصور موجود نہیں۔ اسلام کے مطابق ہم اس زمین پر گذاری ہوئی ایک ہی زندگی کے اعمال کی سزا یا جزا روز قیامت کو پائیں گے' اور نیکی یا بدی کی بنیاد پر ہی جنت یا جہنم یعنی ابدی مسرت یا ابدی تکلیف کے مستحق ہوں گے۔

نظریۂ تناسخ

نظریۂ تناسخ عقیدۂ کرم یا عمل سے بہت قریبی تعلق رکھتا ہے۔ یہ ان قدیم ترین نظریات میں سے ایک ہے جسے اہل مشرق نے حیات و ممات سے وابستہ مسائل حل

کرنے کے ساتھ ساتھ حیات بعد از موت کی وضاحت کرنے کے لئے بھی قبول کیا ہے۔ اس نظریہ کے مطابق روح لافانی ہے۔ یہ روح موجودہ جسم کی موت کے بعد نیا جسم اختیار کرلیتی ہے۔ یہ نظریۂ روح کے وجود کو پہلے ہی سے ایک ہستی کے طور پر فرض کرلیتا ہے جو مادی جسم کی فنا کے بعد بھی زندہ رہتی ہے۔ تمام زمانوں کے مادیت پسند مفکرین نے اس نظریہ کو ماننے سے انکار کیا ہے' کیونکہ وہ روح کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے۔ دنیا کے بڑے بڑے مذاہب میں سے عیسائیت' اسلام اور زرتشت مت تناسخ کو قبول نہیں کرتے۔ بلا شبہہ ایک دور میں عیسائی اس نظریے پر یقین رکھتے تھے۔

نظریۂ تناسخ یا آواگون کے اصل معنی روح کا ایک جسم کی موت کے بعد دوسرے جسم میں چلے جانا ہے۔ یا بہ الفاظ دیگر اس کا مطلب ہے کہ روح خاص عرصے تک ایک مخصوص جسم میں مکین رہنے کے بعد موت آنے پر اسے چھوڑ جاتی ہے' اور تجربہ حاصل کرنے کی خاطر کسی اور جسم (انسانی' حیوانی یا ملائکی) میں داخل ہوجاتی ہے جو اسے وصول کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ چنانچہ تناسخ یا آواگون کا اصل مطلب روح کی ایک جسم سے دوسرے جسم میں تقلیب ہے۔ یہ نیا جسم کسی جانور' انسان' فرشتے یا پھر دیوتا کا بھی ہوسکتا ہے۔

یونانی فلسفیوں کے درمیان ہمیں فیثا غورث اور افلاطون نظریہ تناسخ ارواح کے معتقد ملتے ہیں۔ "فیدرس" افلاطون بیان کرتا ہے کہ روحیں کیوں اور کیسے انسانی یا حیوانی سطح پر جنم لیتی ہیں۔ یونانی فلسفیوں نے تصور تناسخ ارواح شاید مصر یا ہندوستان سے لیا تھا۔

افلاطون کا بیان کردہ نظریۂ تناسخ اس نظریہ سے بہت کم مختلف ہے جو اس کے عہد سے پہلے ہندوستان میں موجود تھا۔ تناسخ کے افلاطونی تصور میں روحوں کو اپنے تجربہ یا میلان طبع کے مطابق اپنے مسکن منتخب کرنے کی اجازت تھی' لیکن اپنے اچھے اور برے اعمال کے فطری نتائج بھگتنے کی نہیں۔ افلاطونی اور مصری نظریۂ تناسخ میں ہم دیکھتے ہیں کہ روحیں ایک جسم چھوڑنے کے بعد دوسرے جسم میں داخل ہوتی ہیں جو آنے والی روح کا منتظر ہوتا ہے۔ لیکن ہندوستانی نظریہ آواگون میں جسم روح کا منتظر نہیں'

Marfat.com

بلکہ اس کے برعکس' روح قوانین ارتقاء کی تابع ہونے کی وجہ سے اپنی خواہشات اور رجحانات و فضائل کے مطابق طبعی جسم چنتی ہے۔

نظریۂ تجسیم نو یا حشر

نظریۂ تجسیم نو میں ہر انفرادی روح کی کم تر سے اعلیٰ تر منازل تک نشوونما اور ترقی موجود ہے۔ روح کم تر درجوں میں سے گذرنے کے بعد انسانی سطح پر آتی اور احساس و علم حاصل کرتی ہے۔ اور انسانی سطح پر آنے کے بعد یہ حیوانی اجسام میں واپس نہیں جاتی۔

کثیف انسانی جسم اس کے اپنے لطیف جسم سے قریبی طور پر وابستہ ہے۔ مادی جسم لطیف جسم کا مظہر ہونے کی وجہ سے' اس کی پیدائش' نشوو نما' تنزل اور موت لطیف جسم کی تبدیلیوں پر منحصر ہے۔ جب تک لطیف جسم قائم رہتا ہے' یہ خود کو متعلقہ کثیف صورت میں ظاہر کرنا جاری رکھے گا۔ ہندوستانی فلسفہ میں یہ سارا عمل انفرادی روح کے عقیدۂ تجسیم نو کے ذریعہ بیان کیا جاتا ہے۔

افلاطون کہتا ہے کہ "روح جسم سے زیادہ قدیم ہے۔ روحیں اس زندگی میں بار بار جنم لیتی رہتی ہیں۔" فیثا غورث' ایمپی دوکلیز' افلاطون وغیرہ نے یونان اور اٹلی میں اس نظریہ تجسیم نو کو مقبول بنایا۔

تجسیم نو پر اعتقاد نہ رکھنے والے نابرابریوں اور اختلافات کی اس دنیا کی وضاحت ایک جنم یا موروثی ترسیل کے نظریہ سے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عیسائیت' اسلام اور زرتشت مت ایک جنم کے نظریہ کو مانتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ہم یہاں اس دنیا میں پہلی اور آخری مرتبہ آئے ہیں۔

اس نظریۂ تجسیم نو کے حق میں اہل ویدانت ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ "کائنات میں کچھ بھی فنا نہیں ہوتا۔" فنا کے معنی میں کسی چیز کی موت ویدانتی فلسفیوں میں بالکل جدید سائنس دانوں کی طرح ہی غیر معلوم ہے۔ وہ کہتے ہیں: "غیر موجود کبھی وجود میں نہیں آسکتا' اور موجود نابود نہیں ہو سکتا۔" بہ الفاظ دیگر' عدم وجود میں نہیں

Marfat.com

آسکتا اور موجود معدوم نہیں ہوسکتا۔ یہ قانون فطرت ہے۔

بھگوت گیتا کے مطابق' "جنم کے بعد موت اور موت کے بعد لازما" جنم ہوتا ہے۔" ہمارا جسم تبدیل ہوجاتا ہے لیکن اعمال ہمارے اندر ایک غیر آشکار صورت میں بدستور موجود رہیں گے۔ یہ ہرگز فنا نہیں ہوں گے۔

نظریۂ تجسیم نو سب سے پہلے فارس میں نمودار ہوا اور اس نے بعد ازاں عہد نامہ جدید کی تحریروں میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ تب سے ہی یہ عیسائیوں میں وسیع پیمانے پر مقبول ہے۔ عام فہم کے حوالے سے نظریۂ تجسیم نو یہ وضاحت نہیں کرتا کہ ایک شخص گناہگار فطرت اور دوسرا شخص نیک فطرت لے کر کیوں پیدا ہوتا ہے۔ مزید برآں' یہ نظریہ تقدیر اور اس بات کو پہلے سے فرض کرلیتا ہے کہ انفرادی روح کا جنت یا دوزخ میں جانا اس کا مقدر ہے۔ سینٹ آگسٹائن نے سب سے پہلے اس نظریہ تقدیر یا رحمت کو یہ وضاحت کرنے کے لئے پیش کیا کہ ایک شخص برا اور دوسرا نیک کیوں پیدا ہوتا ہے۔

زرتشت کے پیروکار جسمانی نہیں بلکہ روحانی تجسیم نو پر یقین رکھتے ہیں اور اسے معجزہ کہتے ہیں۔ بالکل اسی طرح مسیح کا دوبارہ جنم معجزاتی تھا۔

ہندوستانی فلسفہ میں نظریۂ عمل

ہندوستان میں جین' بدھ' سانکھیہ اور میماسا نظام ہائے فلسفہ کے مطابق عمل یا کرم خدا کی مرضی سے آزاد طور پر کام کرنے والا خود مختار اور مجرد قانون ہے۔

ویدوں میں اس نظریہ پر غور و خوض کیا گیا۔ ویدوں میں اچھے اعمال کا محافظ' اچھا اور برا فعل دیکھنے والا' تمام کرم کا آقا جیسے القاب دیوتاؤں کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ اچھے افعال کا نتیجہ لافانیت کی صورت میں برآمد ہونے کا واضح ذکر متعدد بھجنوں میں آیا ہے۔ انہی افعال کی مطابقت میں روح جنم اور موت کے چکر میں پڑتی ہے۔ ویدوں کی رو سے انسان کو اس زندگی میں اپنی گذشتہ زندگیوں کے اعمال کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔

Marfat.com

بدھ مت کے فلسفہ میں نظریۂ کرم کی بنیاد منحصر ابتداء کے نظریہ پر ہے۔ بدھ مت کہتا ہے۔ "اپنے اعمال کی وجہ سے انسان ایک جیسے نہیں' بلکہ کچھ زیادہ دیر تک زندہ رہتے ہیں اور کچھ کم عرصہ تک کچھ صحت مند ہیں اور کچھ غیر صحت مند' وغیرہ۔ اس نظریہ کی رو سے ہر انسان اپنے افعال و اعمال کا ذمہ دار ہے۔ عمل کا پھل لازماً" ملتا ہے۔ ہر فرد کے مستقبل کا انحصار اس کے موجودہ اعمال پر ہے۔

ہندو نیایہ و یشنک نظاموں میں قانون عمل خدائے مطلق کی زیر رہنمائی و ہدایت ہے' جو دنیا کی تخلیق اسی قانون کے مطابق کرتا ہے۔ خدا ہی اعمال کے فائدہ مند یا نقصان دہ ہونے کا تعین اور اسی کے مطابق مسرت یا دکھ کا فیصلہ کرتا ہے۔

فلسفۂ ویدانت کہتا ہے کہ نظریۂ کرم سوچنے یا عمل کرنے اور خوشی یا دکھ اٹھانے والے کی غیبت کو ضروری قرار دیتا ہے۔ چونکہ عمل کا یہ سلسلہ بے ابتداؑ و بے انتہاء ہے' اس لئے یہ موجودہ پیدائش سے پہلے موجود ہوتا ہے۔ ہر انفرادی روح آج اپنے سابق اعمال کے نتائج بھگت رہی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے اچھے یا برے اعمال کے ذریعہ مستقبل کے نتائج کا بیج بھی بو رہی ہے۔

نتیجۂ بحث

تمام ذہنی یا جسمانی کام سرانجام دینے کے لئے چار بنیادی شرائط موجود ہیں۔ اول' ہمارا ایک طبعی جسم ہونا چاہیے جو توانائی کا منبع ہے۔ جسم کے بغیر ہم طبعی سطح پر کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ مزید برآں' یہ جسم اچھی حالت میں ہونا چاہیے۔ دوم' ہمیں کوئی کام کرتے وقت کسی خواہش یا محرک سے آگاہ ہونا چاہیے۔ سوم' ہمارے پاس پانچ اعضائے حس کے آلات ہونے چاہیں' یعنی آنکھیں' کان' ناک' زبان' اور لمس کوئی کام کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ چہارم' ہاتھوں اور پاؤں کے علاوہ ذہنی قوت' قوت ارادی' علم' ارادہ اور حافظہ کسی بھی کام کے لئے لازمی ہیں۔

ان شرائط کے تحت انجام دیے ہوئے اعمال کے نتائج تین قسم کے ہیں: (1) جو قابل خواہش ہیں' کیونکہ وہ زندگی میں ہمارے مقاصد کی تکمیل کرتے اور راحت و

Marfat.com

مسرت دیتے ہیں۔ (2) جو قابل خواہش نہیں' اور (3) جو جزوی طور پر قابل خواہش اور ناقابل خواہش ہیں۔

فعالیت کو زندگی کی ناگزیر شرط تسلیم کرتے ہوئے کوئی بھی انسان کسی نہ کسی قسم کا کام سرانجام دیئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا' چاہے وہ کام طبعی ہو یا ذہنی۔

انسان کو صلہ کی خواہش چھوڑ کر صرف اور صرف عمل کرنا چاہیے۔ سو پھل کی خواہش کریں اور نہ ہی عمل سے منہ موڑیں۔ اس انداز میں عمل کریں کہ آپ کے افعال آپ کو کسی بندھن میں نہ باندھیں۔

قانون عمل کو سادہ ترین انداز میں اس مشہور مقولے سے بیان کیا جاسکتا ہے: "جیسا بوؤ گے' ویسا کاٹو گے۔" اچھے یا برے' تمام اعمال نتیجتاً عمل کرنے والے کی زندگی میں مناسب معلول پیدا کرتے ہیں' بشرطیکہ یہ اعمال صلے کی خواہش کے تحت سرانجام دیئے گئے ہوں۔ ماضی' حال اور مستقبل کے ہمارے تمام اعمال فرد کی موجودہ یا آئندہ زندگی میں اپنے معلول پیدا کریں گے۔ کسی قسم کی لگاوٹ سے آزاد' کامیابی اور ناکامی سے غیر متاثر اور پھل کی خواہش کو سامنے رکھے بغیر متواتر عمل کرنے والے لوگ دانا اور حقیقی روحانی کارکن ہیں۔

☆○☆

8

خدا کا وجود

"خدا محبت ہے' خدا دانش ہے' خدا صداقت ہے۔" (آروبندو)

خدا جیسی کوئی ہستی موجود ہونے یا اس کے وجود سے قطعی طور پر انکار کرنے کے لئے صدیوں سے فلسفی ' سائنس دان اور الہیات دان ولائل پیش کرتے آئے ہیں۔ یہ فلسفہ مذہب کے مسائل میں سے ایک ہے' کیونکہ خدا پر یقین نے مذہبی عقیدے اور سرگرمی میں ہمیشہ ایک مرکزی حیثیت قائم رکھی ہے۔ اس موقع پر ہمیں خدا کے تصورات' خدا کی فطرت اور اس کے وجود کے لئے دلائل کی اقسام کے درمیان ایک قریبی تعلق پیدا کرنا ہے۔ ہم خدا کے تصورات اور فطرت کے حامل تبھی ہوسکتے ہیں جب خدا اور دنیا مذاہب عالم اور وجود خدا کے لئے دلائل کے تعلق کا مشاہدہ کریں

یہاں ہم خدا پر یقین اور خدا کے وجود کے لئے مخصوص روایتی دینیاتی دلائل پیش کریں گے۔

دینیاتی دلیل

دینیاتی دلیل بہت قدیم ہے۔ اس کی ابتدائی ترین جڑیں غالباً" افلاطون کی فکر میں ہیں جس نے دلیل دی تھی کہ طبعی کائنات ہمارے ذہن کا غیر معقول یا ناقابل فہم حصہ ہے۔ یہ دلیل تجربی ذرائع کی مدد سے خدا کا وجود ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس کے مطابق خدا ارتقاء کا ایک ذہین ڈیزائنر ہے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ فطری نظام میں

Marfat.com

ایک مقصد یا غایت موجود ہے۔ یہ کائنات ایک مقصد رکھتی ہے جو دنیا پر حکمران ہے۔

جہاں کہیں کوئی مقصد ہو وہاں لازماً" ایک تجویز کنندہ بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح جہاں کوئی منصوبہ ہو وہاں ایک منصوبہ ساز بھی ہوتا ہے۔ لیکن وہ منصوبہ ساز کون ہے؟ اس منصوبہ ساز کی فطرت کیا ہے؟

کائنات محض واقعات ہی کا ایک مجموعہ نہیں' بلکہ ایک تنظیم یافتہ جمعیت ہے جس میں نظم ہے' ہم آہنگی اور قاعدہ ہے۔ یہ اس بات کی جانب دلالت ہے کہ لازماً" ایک قادر مطلق' ذہین اور باشعور منصوبہ ساز موجود ہونا چاہیے جس نے کائنات تخلیق کی ہے۔ وہ قادر مطلق کائناتی منصوبہ ساز خدا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

مزید مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں: ایک باتنظیم منصوبہ موجود ہے جو ساری مظہری دنیا پر حکمران ہے۔ فلک میں کروڑوں ستارے ایک خاص قاعدے میں چلتے ہیں۔ پیچیدہ زندہ نامیاتی جسم میں مناسب طور پر وظائف سرانجام دیتے ہوئے ہزاروں اعصابی خلیے ہیں۔ لہٰذا نباتات و حیوانات کی زندگی میں بھی نظم موجود ہے۔ مندرجہ بالا مثالیں دنیا کے دانا منصوبہ ساز کے وجود پر دلالت کرتی ہیں۔

پالے کی پیش کردہ گھڑی کی تشبیہ اس دلیل کا جوہر ہے۔ فرض کریں کہ میں کسی صحرا میں چلتے ہوئے زمین پہ پڑا ایک پتھر دیکھتا ہوں۔ میں خود کو قائل کرتا ہوں کہ قدرتی عمل کے تحت یہ پتھر متشکل ہوا۔ لیکن اگر میں زمین پہ کوئی گھڑی پڑی دیکھوں تو میں اسے قدرتی عمل کا نتیجہ قرار نہیں دے سکتا۔ ایک گھڑی گراریوں' پیچوں' سپرنگوں وغیرہ کی پیچیدہ ترتیب پر مشتمل ہوتی ہے' جو وقت کی پیمائش کے لئے بالکل درست طور پر باہم کام کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم کافی بہتر طور پر ایک ذہین منصوبہ ساز کا دعویٰ کرسکتے ہیں جس نے گھڑی بنائی ہے۔ پالے دلیل دیتا ہے کہ دنیا ایک پیچیدہ مشین ہے جسے ایک مطلق منصوبہ ساز نے بنایا اور وہ منصوبہ ساز خدا ہے۔

منصوبہ سازی کے حوالے سے ڈیوڈ ہیوم نے "فطری مذاہب پر مکالمے" میں کہا ہے کہ دنیا ایک عظیم مشین کی حیثیت میں بانظم اور کامل طور پر چلتی ہے۔ گھڑیوں اور مکانات جیسے انسانی منصوبوں کی علت سوچ' شعور اور عقل ہے۔ چنانچہ ایک قسم کی

Marfat.com

باشعور ہستی لازماً موجود ہونی چاہیے' جو کائنات میں معلولات کی علت ہے۔ خدا ہی ہے جس نے تمام چیزوں کو بڑی احتیاط کے ساتھ بنایا۔

تنقید

تاہم' اس دلیل کے خلاف کچھ اعتراضات موجود ہیں۔

(i) منصوبے والی دلیل خدا اور دنیا کے مابین تعلق کو انسان اور مشین کے مابین تعلق جیسا سمجھتی ہے۔ انسان اور مشین دونوں معروضی مظہراور عارضی و محدود ہیں۔ بالکل اسی طرح اگر خدا بھی گھڑی ساز جیسا منصوبہ ساز ہے تو وہ بھی دنیا کے ذریعہ محدود ہے۔ گھڑی ساز نے پہلے سے موجود چیزوں میں سے گھڑی تیار کی' کیا یہ بات اسی انداز میں خدا پر بھی قابل اطلاق ہے۔

کانٹ نے نشاندہی کی کہ منصوبے والی دلیل دنیا کے ایک نقشہ ساز کا وجود ثابت کرتی ہے' لیکن خالق کا نہیں' اور یہ منصوبہ ساز دنیا میں محدود ہے۔

ان مشکلات پر قابو پانے کے لئے غائیت کو بطور قادر مطلق 'سمجھا جاتا رہا ہے نہ کہ بطور ماورائے حدود۔ ایسا نہیں کہ خدا خود کو مہیا کردہ مادوں سے باہر رہتا ہے۔ وہ خارجی اختراع ساز نہیں بلکہ اندر بسا ہوا' چیزوں کا موجد ہے جو انہیں کسی مخصوص منصوبے اور ڈیزائن کے تحت بناتا ہے۔

(ii) غائیت کے حوالے سے یہ دلیل ایک لازمی ہستی کا وجود ثابت نہیں کرتی۔ وہ ہستی جو اول علت' یا کائنات کی خالق ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ صرف اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ کائنات ایک منصوبے کی پیداوار ہے جس کے لئے ایک منصوبہ ساز ضروری ہے۔ اگر وہ واقعی موجود ہے تو اسے "خدا" کہنا چاہیے۔ روایتی طور پر ہم اسے "خدا" کا نام دیتے ہیں جو گڑبڑ پیدا کرتا ہے۔

(iii) لفظ "نظم" بہت زیادہ واضح نہیں۔ یہ ایک نسبتی اصطلاح ہے۔ کوئی شئے جو ایک شخص کو بانظم لگتی ہے' دوسرے کو نہیں لگے گی۔ نہ ہی یہ واضح ہے کہ کائنات کسی بھی مخصوص مفہوم میں بانظم ہے۔ دنیا میں بہت سی بدنظمیاں' بے آہنگیاں اور

تباہیاں موجود ہیں۔ فطرتاً" تمام چیزیں موزوں طور پر مرتب شدہ یا تنظیم یافتہ نہیں۔ نظم یا مقصد منصوبہ سازی کا نتیجہ نہیں۔

یہاں غائتی دلیل کی حمایت کرنے والا جواب دے گا کہ نباتات اور حیوانات کا نظم یکساں نہیں' جیسا کہ گھڑی یا گھر کے معاملہ میں ہے۔ الوہی منصوبہ ساز کا نظم اور منصوبہ نسبتی نہیں بلکہ مطلق ہے۔

(iv) ہیوم کے مطابق ہم تشبیہ کے ذریعہ استدلال پیش کرنے میں کامل یقین کو تسکین نہیں دے سکتے۔ ایک طرف کائنات اور دوسری طرف مشینوں' گھروں وغیرہ جیسی چیزوں میں وسیع اختلاف ہے۔ دنیاوی اور انسانی نقشہ گر کی تشبیہ بہت کمزور ہے۔ کائنات ایک بہت بڑی مشین کے مانند نہیں۔

(v) اگر ہم کامیابی کے ساتھ دنیا کا ایک الوہی منصوبہ ساز مستنبط کرلیں تو پھر بھی ہم دانا خدا اور ذہین خدا کا دعوی کرنے کے مجاز نہیں۔ اس کے علاوہ' ایک محدود دنیا سے ہم لامحدود خالق کو مستنبط نہیں کرسکتے۔

تکوینیاتی دلیل

تکوینیاتی یا علتی دلیل کا آغاز اس تصور سے ہوتا ہے کہ دنیا خدا کا معلول ہے' اور خدا علت اول ہے۔ وسیع تر معنوں میں دنیا سے خدا کی طرف جانے والی کسی بھی موحدانہ دلیل کو تکوینیاتی کہا جاسکتا ہے' بشمول دینیاتی دلیل کے۔

ارسطو کے نزدیک علت اول کی دلیل تکوینیاتی کہلاتی ہے کیونکہ اس کے خیال میں ہر واقع ہونے والی چیز ایک علت رکھتی ہے' اور اس علت کی بھی ایک اپنی علت ہوتی ہے' اور یہ لامحدود سلسلہ چلتے چلتے علت اول تک پہنچتا ہے۔ اگر وہ علت اول خدا ہے' جس کو اپنے ہونے کے لئے کوئی علت درکار نہیں' تو اس صورت میں لامحدود سلسلے کا امکان خارج ہوجاتا ہے۔

خدا کو کائنات کی علت اول ماننے والوں کو اس علت کی فطرت کا تعین کرنا چاہیے۔ کیا خدا مستعد یا مادی علت ہے؟ شاید وہ کائنات کی مستعد علت بھی ہے اور

Marfat.com

مادی علت بھی۔

اس دلیل کے مطابق ہر چیز ایک علت رکھتی ہے۔ اگر اسے اصول علت کے حوالے سے تسلیم کرلیا جائے تو پھر خود کائنات کی کوئی علت ہونا بھی لازمی ہے۔ وہ علت خدا ہے۔ چنانچہ خدا موجود ہے۔ یوں خدا کائنات کی لامحدود علت اول ہوا۔

تنقید

یہ دلیل بھی چند مندرجہ ذیل حدود رکھتی ہے:

(i) خدا کو محدود علتی سلسلے کے ساتھ جوڑنا مشکل ہے۔ اگر خدا علت اول ہے " پھر وہ بھی محدود علتی سلسلے کے ماتحت ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ خدا ایک معلول ہونے کی وجہ سے اپنی ایک علت بھی رکھتا ہے۔ اگر وہ علتی زنجیروں سے ماوراُ ہے تو اس کے اور اس کی تخلیق کے مابین کوئی تعلق ڈھونڈنا ناممکن ہے۔

(ii) مشہور برطانوی تجربیت پسند ڈیوڈ ہیوم کا کہنا ہے کہ علت اور معلول دونوں محدود ہیں۔ اگر یہ بات درست مان لی جائے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ خدا بھی محدود ہے۔

(iii) کانٹ کا اعتراض زیادہ طاقتور ہے۔ علیت مظاہر کی ایک کیٹگری ہوتے ہوئے ہمیں مظہر سے ماوراُ نہیں لے کر جاسکتی۔ اور مظہر کے اندر خدا کا تصور قائم رہتا ہے۔ سو یہ لامتناہی سلسلے کی جانب اشارہ کناں ہے۔

(iv) قانون علت کے مطابق ہر چیز کی ایک علت ہے' اور اگر یہ درست ہو' تو خدا کی بھی ایک علت ہونی چاہیے۔ اور اگر خدا کی کوئی علت نہیں تو پھر یہ بھی درست نہیں کہ ہر چیز کی علت ہوتی ہے۔

(v) ہم جانتے ہیں کہ دو علتیں موجود ہیں--- مادی اور مستعد--- جو چیزوں کی پیداوار کے لئے لازمی ہیں۔ کوزے کے معاملے میں کوزہ گر مستعد اور مٹی مادی علت ہے۔ اگر ہم کہتے ہیں کہ خدا کائنات کی مستعد یا آلاتی علت ہے تو پھر اس کے لئے کسی

Marfat.com

مادی علت یا مادے کی مدد کے بغیر تخلیق کرنا ناممکن ہوگا۔ اس کے برعکس' اگر مادی علت سے مراد علت اول ہے تو وہ بھی دنیا کی تمام محدود چیزوں کی طرح ارتقاء کی تبدیلیوں میں سے گذرا ہوگا۔

وجودیاتی دلیل

وجودیاتی دلیل تصورات یا انسانی تجربہ سے خدا کا وجود ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ دلیل سب سے پہلے ایک عہد وسطیٰ کے فلسفی سینٹ اینسلم (Anselm) نے پیش کی۔ اس نے کہا کہ ہمارے پاس کامل ہستی کا ایک تصور ہے' اور خدا سے ہماری مراد وہی کامل ہستی ہے۔

مزید دلیل کچھ یوں ہے:

"خدا وہ ہستی ہے جس سے زیادہ عظیم کسی ہستی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔" اب ہمارے پاس اس قسم کی ایک ہستی کا تصور ہے' لیکن ایسی ہستی کے تصور کے لئے وجود لازمی ہے۔ اگر وہ موجود نہیں تو وہ اتنا عظیم نہیں جتنا کہ موجود ہونے کی صورت میں ہوتا' اور تعریف کی رو سے وہ قابل تصور وہ عظیم ترین ہستی ہے۔ چنانچہ ' اس قسم کی ایک ہستی موجود ہے۔

یہ واضح ہے کہ "عظیم" سے اینسلم کی مراد زیادہ کامل' اعلیٰ ترین اور مطلق ہے۔ خدا کو ایک کامل ترین ہستی بیان کرنے کی بجائے اینسلم خدا کو ایسی ہستی بیان کرتا ہے جو اس قدر کامل ہے کہ اس سے زیادہ کسی کامل چیز کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

وجودیاتی دلیل میں اینسلم نے نشاندہی کی کہ کامل ترین قابل تصور ہستی لازماً ذہن کے ساتھ ساتھ حقیقت میں بھی موجود ہے۔ اس نے خدا کو ایک لازمی وجود کہا' سو اسے غیر موجود سمجھنا ناممکن ہے' کیونکہ جس چیز کو موجود سمجھا جائے اسے غیر موجود نہیں سمجھا جاسکتا۔

ڈیکارٹ نے اس دلیل میں کچھ تبدیلیاں پیدا کیں۔ اس نے کہا کہ خدا ہی کامل ترین ہستی کے اس تصور کی علت ہے۔ کاملیت کا مطلب اس کی نظر میں صفات' قوت' نیکی' علم اور وجود بھی ہے۔ چنانچہ خدا سے کمتر کوئی بھی چیز اس قسم کے ایک

Marfat.com

تصور کی علت نہیں ہوسکتی جو ڈیکارٹ کے مطابق ایک خلقی تصور ہے۔

تنقید

(i) کانٹ نے اس دلیل پر سات اعتراضات کیے ہیں۔ اس کے مطابق کسی چیز کے محض خیال سے اس کی حقیقت کو نہیں گھٹا سکتے۔ لیکن اگر کسی چیز کو موجود ہونا ہے تو اسے تجربہ میں لازماً" آنا ہوگا۔ یہ وجودیاتی دلیل سوچ اور وجود کے مابین موزوں فرق کو نظرانداز کردیتی ہے۔ کانٹ نشاندہی کرتا ہے کہ میں اپنے جیب میں ایک سو ڈالرز کا تصور کرکے ان کا وجود ثابت نہیں کرسکتا۔ بالکل اسی طرح، ہمارے ذہن میں خدا کا تصور ہے۔

(ii) فرانس کے ایک بھکشو گانیلون نے دعوی کیا تھا کہ انسلم کے استدلال کو اگر دیگر میدانوں میں لاگو کیا جائے تو یہ مجرد نتائج تک لے جائے گا۔ اس نے ایک کامل ترین جزیرے کے لئے ایک متوازی وجودیاتی دلیل قائم کی۔ اس نے کامل ترین قابل تصور جزیرے کی بات کی، لیکن اس کی دلیل کو موخر تصور کے حوالوں سے جھٹلایا جاسکتا ہے۔ اس قسم کا ایک جزیرہ تصور کرکے، انسلم کا اصول استعمال کرتے ہوئے ہم دلیل دے سکتے ہیں کہ یہ حقیقتاً موجود ہوئے بغیر کامل ترین قابل تصور جزیرہ نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح، اگر خدا حقیقت میں موجود نہیں تو اسے کامل ہستی تصور نہیں کیا جاسکتا۔

(iii) اگر وجود ایک "کاملیت" ہے اور خدا کامل ترین ہے تو خدا کا وجود تسلیم کرنا پڑے گا۔ لیکن وجود ایک صفت یا خصوصیت ہے۔ کسی صفت کا حامل ہونے کے لئے کسی چیز کا پہلے موجود ہونا لازمی ہے۔ لیکن خدا کا وجود اس کی کاملیت میں سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

(iv) ڈیکارٹ کی وجودیاتی دلیل دعوٰی کرتی ہے کہ وجود کو خدا کا تعین کرنے والی توثیقات میں اسی طرح شامل ہونا چاہیے جس طرح اندرونی زاویے دو قائمہ زاویوں کے برابر ہیں جو ایک مثلث کی لازمی خصوصیت ہیں۔ لیکن کانٹ کہتا ہے کہ موضوع

Marfat.com

اپنی توثیقات کے ساتھ واقعی موجود ہے۔ تجزیاتی اعتبار سے تو یہ درست ہے کہ اگر ایک مثلث موجود ہے تو اس میں تین زاویے لازماً" ہونے چاہئیں' اور اگر ایک لامحدود طور پر کامل ہستی ہے تو اسے موجود ہونا چاہیے۔ جیسا کہ کانٹ نے کہا' "ایک مثلث بنانا اور اس کے تین زاویوں کو مسترد بھی کرنا خود تضاداتی ہے۔ لیکن مثلث کو اس کے تین زاویوں سمیت مسترد کردینا خود تضاداتی نہیں۔ یہی بات مطلق طور پر لازمی ہستی کے معاملہ میں بھی صادق آتی ہے۔"

(v) خدا کی تعریف ہمارا تصور خدا بیان کرتی ہے' لیکن ہم کسی ایسی ہستی کا حقیقی وجود ثابت نہیں کرسکتے۔ ہم میز' قائد' گائے' گھر وغیرہ جیسے الفاظ بول سکتے ہیں جو اشارہ کرتے ہیں کہ یہ دنیا میں حقیقی طور پر موجود ہیں۔ اسی طرح اگر ہم کہیں کہ سونے کا پہاڑ موجود ہے' تو یہ بات اس کے وجود کی توثیق نہیں کرتی' کیونکہ درحقیقت سونے کا پہاڑ منفی وجودیاتی بیان ہے اس لئے وہ موجود نہیں۔ اسی طرح خدا منفی وجودیاتی بیان ہے اور وجود نہیں رکھتا۔

اخلاقی دلیل

خدا میں یقین کی اخلاقی دلیل کی بنیاد انسان کی اخلاقی فطرت اور مذہبی تجربے پر ہے۔ یہ اخلاقی دلیل کانٹ سے شروع ہوتی ہے جو اپنی "Critique of practical reason" میں استدلال کرتا ہے کہ خدا کا وجود عملی یا اخلاقی استدلال کی شرط مقدم ہے۔

کانٹ کے مطابق خدا کا وجود شرط مقدم یا اخلاقی زندگی کا پیش مفروضہ ہے۔ اپنے کامل اچھائی کے نظریہ میں کانٹ نشاندہی کرتا ہے کہ دنیا میں کسی بھی چیز کو سمجھنا سرے سے ہی غیر ممکن ہے' حتی کہ کچھ اخذ کرنا بھی ممکن نہیں۔ المختصر' اعلی ترین نیکی کو فروغ دینا ہمارا فرض ہے۔

یہ دلیل معروضی اخلاقی قوانین سے الوہی قانون دہندہ تک ایک منطقی استنباط کے طور پر بھی پیش کی جاتی ہے۔ مختلف افراد کی یہ اخلاقی اقدار اور اخلاقی تجربات دنیا میں

Marfat.com

خدا کی موجودگی پر دلالت کرتے ہیں۔ خدا ہمارے لئے بلند ترین اخلاقی مثالی نمونہ ہے۔بلند ترین اخلاقی مثالی نمونہ حقیقی ہے۔ ہماری روحانی اور اخلاقی زندگی کو حقیقی اخلاقی اقدار کے منبع کی ضرورت ہے' اور وہ منبع خدا ہے۔ وجود خدا کے بغیر اخلاقی قانون اور اخلاقی نظم دنیا میں پھل پھول نہیں سکتا۔

ہم یہ استدلال بھی پیش کرسکتے ہیں کہ اگر مذہبی تجربہ موجود ہے (جو تقریباً" خدا کے تجربے جیسا ہی ہے) تو یہ صرف تبھی ممکن ہے جب خدا موجود ہو۔ جس طرح ہم مختلف مذاہب کے مذہبی تجربات کی تردید کرسکتے ہیں بالکل اسی طرح خدا کے وجود سے بھی انکار کیا جاسکتا ہے۔

آخری بات یہ کہ ہم نے کچھ معجزات دیکھے ہیں' مختلف دیوتاؤں اور نبیوں کی رحمت' الوہی یا وجدانی تجربات جو ہمیں وجود خدا پر قائل کرتے ہیں۔

تنقید

(i) کسی شخص کی اخلاقی زندگی کا انحصار لازمی طور پر خدا کے وجود پر نہیں جیسا کہ کانٹ نے دلیل پیش کی تھی۔ کانٹ کی طرف سے یہ پیش مفروضہ کہ اچھے اعمال کا اچھا صلہ ملتا ہے' تمام صورتوں میں درست ثابت نہیں ہوتا۔ اعلیٰ ترین نیکی اور "خدا" کے درمیان کوئی لازمی تعلق موجود نہیں ہے۔

(ii) کانٹ کی "اعلیٰ ترین نیکی" ممکن ہے اور اس کے ممکن ہونے کے لئے خدا کو ایک اخلاقی اور قادر مطلق ہستی کے طور پر موجود ہونا چاہیے۔ لیکن اس سیاق و سباق میں "ممکن" سے کیا مراد ہے؟ اس کا مطلب محض "منطقی طور پر ممکن" ہوسکتا ہے۔ لیکن حقیقت میں کانٹ کی دلیل تقاضا کرتی ہے کہ ہم جب اعلیٰ ترین نیکی کے ممکن ہونے کی توثیق کرتے ہیں تو ہم اس کے محض منطقی طور پر نہیں بلکہ حقیقی طور پر ممکن ہونے کی تصدیق کر رہے ہوتے ہیں۔

(iii) اخلاقی دلیل کے مطابق اخلاقی قوانین ایک قانون دہندہ کو پہلے سے فرض کرلیتے ہیں' جو خدا کا وجود ثابت نہیں کرسکتا' کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ قدرتی قوانین

Marfat.com

کسی قانون دہندہ کو پہلے سے فرض نہیں کرتے۔ اگر ہمارے لئے کوئی قانون ضروری ہی ہے' تو وہ ہم جیسی ہی کوئی محدود ہستی ہوگی: وہ لازمی طور پر خدا ہی نہیں ہے۔ فطری قانون دہندہ یا اخلاقی قانون دہندہ کے طور پر خدا کے ایسے تمام تصورات سائنس دانوں اور مفکرین نے رد کئے ہیں۔

(iv) اخلاقی قوانین اور اقدار اخلاقی نظام کی دنیا میں نافذ ہوسکتی ہیں۔ نظام دنیا میں ہم اخلاقی یا غیر اخلاقی سرگرمیوں کی توقع نہیں کرسکتے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ درجہ بدرجہ لوگ اخلاقی قوانین اور اخلاقی اقدار سے روگردان ہو رہے ہیں۔ اس لئے اگر خدا کا بنایا ہوا اخلاقی نظام موجود بھی ہے تو پھر برائی اور بدنظمی کیسے موجود ہے؟

(v) مذہبی تجربہ' معجزہ' دعائیں' عبادت اور رحمت خالصتاً نفسیاتی اور انسان کی بنائی ہوتی ہیں۔ وہ واقعاتی دنیا کی صداقت کی ضمانت نہیں دیتیں۔ یہ ہپناٹزم یا جادو ہی کی کوئی صورت ہوگی' جو خدا کا وجود ثابت نہیں کرتی۔

خدا کے وجود کا مسئلہ

خدا کے وجود کا مسئلہ' فلسفہ میں ایک مسئلہ کے طور پر' افلاطون کے دور سے مرکز بحث رہا ہے۔ خدا کی تعریف کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ وہ کوئی قطعی تصور نہیں تاہم' اصطلاح "خدا" معنی خیز ہے۔ کچھ منطقی ایجابیت پسندوں' یعنی اے جے آئر' ایم شلک' کارناپ وغیرہ نے معنویت کی ایک کسوٹی تشکیل دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کوئی بیان اس صورت میں معنی خیز ہوسکتا ہے جب اس میں عوامی قسم کے کچھ مشاہدات موجود ہوں جو بیان کی سچائی یا جھوٹ سے متعلقہ ہوں۔ لیکن توثیق پسندوں کا معنی کے بارے میں نکتہ نظر بہت زیادہ تنقید کا نشانہ بنتا آیا ہے۔ وٹگنسٹین کے مطابق زبان کے بہت سے اور مختلف وظائف ہیں۔ کسی اصطلاح کا معنی صرف اپنے استعمال سے معلوم ہوتا ہے نہ کہ اپنی پڑتالوں یا توثیقات سے ۔ مذہبی بیانات کے معنی ان کے استعمال میں دیکھے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر "خدا انسان سے محبت کرتا ہے" نسبتاً سادہ طریقے یا بعید پیچیدہ انداز میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ بیان کے استعمال میں فرق بیان کے معنی

Marfat.com

میں بھی فرق ڈالتے ہیں۔ چنانچہ وٹگنسٹین کا نکتہ نظر ہے کہ فلسفی مذہبی زبان کو اپنا کر اسے زیادہ لچکدار اور ہمدردانہ بناسکتے ہیں۔

کسی بیان کے بامعنی ہونے یا نہ ہونے کا مطلب یہ دیکھنا ہے کہ وہ لوگوں کی سمجھ میں آتا ہے یا نہیں۔ مذہبی لوگ، بشمول الٰہیات دان، جب احتیاط اور ذمہ داری کے ساتھ بات کرتے ہوئے بیانات دیتے ہیں، جن میں لفظ "خدا" شامل ہوتا ہے، تو وہ اپنی کہی ہوئی بات کو سمجھتے ہیں۔ ای۔ ایس ماسکل کہتا ہے کہ یہ امر تجربہ ہے کہ بیانات اسی سیاق سباق میں بامعنی ہوتے ہیں جس میں دینیاتی بحث ہو رہی ہوتی ہے۔

اہل ایمان نہ صرف خدا کے موجود ہونے پر بلکہ اس سے متعلق بہت سی چیزوں کے وجود پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ یہ ہمیشہ واضح نہیں ہوتا کہ ان میں سے کتنی چیزیں صریح طور پر ان کے تصور کردہ "لفظ" خدا میں شامل ہوتی ہیں۔ نتیجتاً" جب وہ "خدا" کا استعمال کرتے ہیں تو لازمی نہیں کہ ان کی مراد اس سے بالکل وہی ہو۔

"خدا" کی مختلف تعریفیں اپنانے میں کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ ہم اس بارے میں کسی الجھن کا شکار نہ ہوں کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور ہر تعریف کو دوسری کے سامنے رکھ کر پرکھیں۔ چنانچہ ایک تعریف میں ہو سکتا ہے ہمیں خدا سے منسوب X خصوصیت ملے، اور کسی دوسری تعریف میں Y اور Z۔

آیئے اصطلاح "خدا" کی کچھ تعریفوں پر غور کرتے ہیں۔ سینٹ انسلم کی پیش کردہ تعریف ہے کہ خدا "ایسی عظیم چیز ہے جس سے زیادہ عظیم کسی چیز کا تصور نہیں کیا جاسکتا" عظیم سے اس کی مراد اعلیٰ یا زیادہ کامل ہے۔ جے۔ این فنڈلے تصور خدا کو "مذہبی رویوں کے معقول معروض کا تصور" کہتا ہے۔ ایف سی کاپلسٹن کا کہنا ہے کہ خدا مطلق شخصی ہستی ہے۔ برٹرینڈ رسل بھی اس نکتہ نظر سے متفق ہے۔ ڈیکارٹ نے اپنی کتاب "Third meditation" میں کہا ہے کہ خدا ایک مطلق طور پر کامل ہستی ہے۔ مابعد الطبیعیاتی نکتہ نظر سے خدا اعلیٰ ترین حقیقت ہے، اعلیٰ ترین قدر اور اعلیٰ ترین مقصد۔

تاہم "خدا" کی معنویت اور بحیثیت مجموعی مذہبی بیانات کے حوالے سے کچھ تنقید

Marfat.com

موجود ہے۔ اے جے آئر کہتا ہے کہ خدا ایک خالصتاً" وجدان کا معروض ہے' لہٰذا اسے استدلالی حوالوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

وہ یہ بھی کہتا ہے کہ خدا کی فطرت ایک اسرار ہے جو انسانی فہم سے ماورا ہے۔ اور ناقابل استدلال شئے کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اس کے مطابق خدا کے لئے دلائل بامعنی ہیں اور نہ ہی قابل توثیق۔

انٹونی فلیو مذہبی اہل ایمان کو ایک دعوت مبارزت دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کسی بھی بامعنی بیان کو جھٹلائے جانے کے قابل ہونا چاہیے۔ عالم دین کے لئے فلیو کی رائے ہے کہ وجود خدا کے خلاف کوئی بھی ثبوت پیش کرنا ممکن نہیں۔ چنانچہ خدا کی موجودگی کا دعوی حقیقت میں دعوی ہی نہیں کیونکہ اسے جھٹلانا ممکن نہیں۔ بلکہ اگر یہ غلط نہیں ہو سکتا تو یہ بے معنی ہے۔

دوسری طرح جان ہک' ای۔ ایس ماسکل' فریڈرک فیرے' ڈاکٹر رے برنے' ایس ہیم بیک' سینٹ اینسلم' ایف سی کاپلیسٹن وغیرہ نے مذہبی زبان کی بے معنویت کے حوالے سے نظریات پیش کئے ہیں۔

جان ہک نشاندہی کرتا ہے کہ تصدیق کا نظریہ بذات خود کسی بھی طرح سے واضح اور متعین نہیں ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ وجود خدا کی توثیق کی نوعیت کے بارے میں کچھ نکتہ نظر قابل توثیق ہوں' جبکہ دوسرے نکتہ ہائے نظر میں نہیں۔ تصور توثیق کا مطلب کسی مفروضے کی صداقت کے حوالے سے جہالت یا غیر یقینی پن کا خاتمہ ہے۔ کسی جواب کا جواب اس طرح دینا کہ منطقی شک کا کوئی امکان باقی نہ رہ جائے۔ وہ کہتا ہے کہ توثیق ایک خالصتاً" منطقی تصور سے زیادہ ایک منطقی ۔ نفسیاتی تصور ہے۔ وہ اصول توثیق کو ترمیم شدہ صورت میں قبول کرتا اور دکھانے کی کوشش کرتا ہے کہ "خدا موجود ہے۔"

اپنی کتاب وجود خدا کے دیباچے میں جان ہک لکھتا ہے کہ ذہن مختلف غیر موجود انواع کے تصورات تشکیل دینے کے لئے آزاد ہے' اور کسی ایک تصور کی پڑتال کرکے یہ بتانا ناممکن ہے کہ اس کا جواب دینے والی کوئی ماورائے ذہنی ہستی موجود ہے یا نہیں۔

Marfat.com

صرف تجربہ ہی اس کا تعین کر سکتا ہے۔

ای ایس ماسکل نے کہا کہ انسان زبان کا استعمال اس لئے کرتا ہے کیونکہ وہ ایک ذہین اور سماجی ہستی ہے۔ دینیات کی استعمال کردہ زیادہ تر زبان کسی بھی متعلقہ اعتبار سے اس عام وعظ سے اختلاف نہیں کرتی اور نہ ہی کوئی خصوصی مسائل اٹھاتی ہے۔ اس نے کہا کہ معنویت مطلب سمجھنے کی استعداد ہے۔ اور کسی بیان یا تصور کے بامعنی ہونے یا نہ ہونے کو جاننے کے لئے صرف یہ دیکھنا ضروری ہے کہ لوگ اسے سمجھ رہے ہیں یا نہیں۔

فریڈرک فیرے اپنی کتاب "زبان، منطق اور خدا" میں کہتا ہے کہ دینیاتی مکاشفہ جوابی اہمیت کی کرداری خصوصیت رکھتا ہے۔ اس کے الفاظ زبردست قوائیت کی علامتوں کے ساتھ نمٹتے ہیں۔ خود الفاظ یا فقرے نہیں بلکہ دینیاتی تقریر کے الفاظ اور فقروں کا مافیہ اس زبان کے شارح کی سب سے بڑی قوت ہیں۔ "خدا" کی تعریف میں انسانی تجربات کا حوالہ لازمی طور پر شامل کیا جاسکتا ہے، لیکن روایتی دینیات کسی بھی تعریف میں ہمیشہ اس سے زیادہ پر اصرار کرے گی۔

ہیم بیک نے اپنی مفصل کتاب "دینیات اور معنی: مابعد دینیات تشکیکیت پر تنقید" میں کلاسیکل دینیات کی زبان کی معنویت کے لئے دلائل دیئے اور اے جی این فلیو اور آر بی بریتھ ویٹ دونوں کی توثیق پسندی کی کمزوری عیاں کی ہے۔ اس کا اخذ کردہ نتیجہ یہ ہے کہ صحیح اور جھوٹ جاننے کے طریق کار موجود ہونا عارفانہ اہمیت کے لئے کافی ہے لیکن اس کی لازمی شرط نہیں۔ وہ فلیو کی مخالفت میں کارل پاپر کا اقتباس پیش کرتا ہے کہ جھٹلائے جانے کے قابل ہونا معنویت کی کوئی کسوٹی نہیں۔ جبکہ وہ پاپر کے اس نظریے سے اختلاف کرتا ہے کہ جھٹلائے جانے کے قابل ہونا سائنسی نظریات کو غیر سائنسی نظریات سے ممیز کرنے کی کسوٹی ہے۔

ای ایس ماسکل کہتا ہے کہ کوئی بھی لسانی بیان اپنے ذریعے بیان کردہ حالت کی پیچیدگی کے ساتھ انصاف نہیں کرسکتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ تمام بیانات ایک ہی جتنے غیر معقول ہیں کہ ہماری کہی ہوئی بات کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔ بلاشبہ وہ سب غیر

Marfat.com

معقول ہیں' لیکن کچھ دوسروں کے مقابلہ میں کم غیر معقول ہیں۔ چنانچہ اصطلاح "خدا" کی تصریح و توضیح میں ہم چاہے کچھ بھی کہنے کی کوشش کریں لیکن معاملے کی فطرت میں کوئی نہایت اہم بات غیر بیان شدہ رہ جائے گی۔

نتیجہ بحث

سائنس اور استدلال کے اس دور میں جب ہم خدا کا وجود ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہم دنیا کے کسی خالق کی تلاش میں نہیں ہوتے' نہ ہی ہم کسی اخلاقی قانون دہندہ کو ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں۔ ہمارا تصور خدا ارتقاء کے ان مراحل سے آگے گذر آیا اور کائنات کی لامحدودیت جیسا وسیع بن گیا ہے۔

ہمارے پاس یہ احساس ہے کہ کوئی چیز ہمارے ادراک' علم اور تخیلات سے ماورا موجود ہے۔ ہمارے تمام خیالات و تصورات کے ساتھ ایک لامحدود کا احساس قریبی طور پر وابستہ ہے۔ کسی شئے کا کوئی بھی محدود ادراک یا تصور اپنے ساتھ ایک ماورائیت کا احساس لاتا ہے' لامحدود کا ایک ادراک' یا کوئی ابدی چیز۔ جدید سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ کائنات میں ہر جگہ حاضر مادے کا کوئی آغاز ہے نہ انتہا' کیونکہ ہم زمان یا مکان میں اس کی حد نہیں جانتے۔ پانی کے ایک قطرے کو ہی لیں جو محدود ہے' لیکن لامحدود ایٹموں پر مشتمل ہے۔ چنانچہ پانی کا ایک قطرہ بیک وقت محدود بھی ہے اور لامحدود بھی۔ چاہے ہم اس لامحدود کو خدا کہیں' یا علت اول' ہماری مراد اسی لامحدود' ابدی اور ناقابل تبدیل جوہر سے ہوگی۔ ذہنی کے ساتھ ساتھ تمام طبعی صورتیں بھی محض خدا کا اظہار ہیں' جیسے سایہ کسی شئے کی صورت ہوتا ہے۔ اس لامحدود اور ابدی خدا میں سے ہم وجود میں آئے اس میں ہم زندہ ہیں' اور اپنے مظہراتی وجود کے اختتام پر اسی میں واپس جائیں گے۔

خدا وہ ہے جس میں سے تمام جاندار اور بے جان اشیاء معرض وجود میں آئیں' جس میں وہ سمندر کی لہروں کی طرح زندہ رہتی اور کھیلتی ہیں' اور انجام کار جس میں واپس لوٹتی ہیں—— جان لو کہ وہی خدا' یا لامحدود جوہر ہے۔ جیسے کوئی تصویر پس منظر کے بغیر نہیں ہوسکتی' اسی طرح لامحدود جوہر یا خدا کا سہارا لئے بغیر مظہر موجود نہیں

ہو سکتا۔ انفرادی روح' اور وہ روح جو کائنات کے پیچھے بطور رہنمااور حاکم موجود ہے' وہ خدا ہے۔

روح بذات خود خدا ہے۔ ہم خدا کو باہر ڈھونڈتے پھر رہے ہیں لیکن خدا ہمارے اندر ہے۔ میں وہ ہوں اور وہ میں۔ بقول بلھے شاہ' "اللہ شہ رگ تھیں نزدیک"' یعنی خدا شہہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اگر ہم ذہن و روح کی تمام تر توانائی کو اپنے اندر موجود لامحدود کی طرف یک سو کر سکیں تو تب ہم روح الارواح کو محسوس کرنے کے قابل ہوں گے' اور تبھی وجود خدا کی صداقت ہم پر منکشف ہوگی' جیسے یہ دنیا کے عظیم روحانی رہنماؤں عیسیٰؑ اور بدھ پر ہوئی تھی۔

☆○☆

Marfat.com

9

خدا اور دنیا

خدا یا قادر مطلق کا تصور مذہب کا سب سے زیادہ اہم' ہمہ گیر اور مرکزی تصور ہے۔ خدا اعلیٰ ترین حقیقت' اعلیٰ ترین قدر اور اعلیٰ ترین مقصد ہے۔ خدا اور دنیا کے درمیان تعلق غیر معلوم زمانوں سے زیر بحث ہے۔ اس اہم سوال پر بحث کے انداز نے مندرجہ ذیل نظریات کو جنم دیا: توحید' توحید ناقص یا وحدت الوجود' ملحدیت' لاادریت اور فطرت پرستی۔ اب ہم ان نظریات پر باری باری بات کریں گے۔

توحید

یہ نظریہ کہتا ہے کہ خدا دنیا سے الگ وجود رکھتا ہے۔ وہ دنیا سے مکمل طور پر باہر یا ماوراٗ ہے۔ انگلش میں توحید کا مطلب Deism ہے۔ یہ لفظ لاطینی زبان کے لفظ "Deus" سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے کہ خدا نے دنیا تخلیق کی اور اس کی تخلیق کے بعد خدا اور انسان کے درمیان کسی تعلق کا امکان رد کر دیا۔

توحید پرست کا ایمان ہے کہ خدا خود علتی ہے' کائنات کی علت اول جس نے دنیا کو عدم میں سے تخلیق کیا' ایک مخصوص زمانے میں اپنے ارادے میں سے بنایا۔ تخلیق کے بعد دنیا ثانوی علتوں (یعنی خواہشات' قوتوں اور توانائی) کے ساتھ اس سے آزاد ہوگئی۔ خدا دنیا کے نگران اور محافظ کے فرائض بھی سرانجام دیتا ہے۔

خدا کا وجود زمان و مکاں سے ماوراٗ ہے۔ توحیدی تصور خدا یہ ہے کہ ہماری دنیا خدا سے باہر ایک آزاد حقیقت ہے اور یہ کہ انسان کے ارادے مکمل آزادی رکھتے ہیں۔ تاہم' مخصوص مواقع پر دنیا اس پہ تکیہ کرتی ہے اور اس کی مداخلت ضروری ہوتی ہے۔

Marfat.com

خدا اور دنیا کے درمیان تعلق کا اشارہ گھڑی ساز اور اس کی بنائی ہوئی گھڑی والی تشبیہہ سے ملتا ہے۔ جب گھڑی ایک مرتبہ بن چکے تو گھڑی ساز کے ساتھ اس کا تعلق ختم ہوجاتا ہے۔ بالکل اسی طرح سے اپنی تخلیق کے ساتھ خدا کے تمام تعلقات اس وقت ختم ہوگئے جب اس نے دنیا کو بنالیا۔

مغربی فلسفیوں، جان ٹولینڈ، میتھیو ٹنگل اور ٹامس کب نے سولہویں اور سترھویں صدی کے دوران اس نظریہ کی حمایت کی۔ تاہم، یہ نظریہ کامل نہیں، اور سبھی نے اسے قبول نہیں کیا۔

تنقید

(i) تخلیق کا دور اور مقصد سمجھنا مشکل ہے۔ توحید پرستی کے مطابق خدا نے اس دنیا کو ایک مخصوص زمانے میں تخلیق کیا، لیکن ہم اس کی تخلیق کا دور اور مقصد متعین نہیں کرسکتے۔

(ii) توحید پرستی کے مطابق خدا نے یہ دنیا عدم سے تخلیق کی، جو کہ منطقی طور پر غیر مناسب بات ہے۔ منطق کہتی ہے کہ عدم میں سے کچھ بھی وجود میں نہیں آتا۔

(iii) اس میں خدا اور دنیا کے مابین ایک دوئی شامل ہے۔ یہ واضح طور پر نہیں بتایا گیا کہ خدا حقیقی ہے یا دنیا۔ دونوں بیک وقت حقیقی نہیں ہوسکتے۔

(iv) یہ منطقی اعتبار سے غیر محفوظ ہے کیونکہ کچھ فلسفی کہتے ہیں کہ خدا خود مختار اور اس دنیا سے آزاد ہے۔ اور پھر کچھ دیگر کے مطابق یہ دنیا ہی ہے جو مکمل طور پر خود مختار اور آزاد ہے۔

(v) یہ اس بارے میں کچھ نہیں کہتا کہ خدا اور دنیا کے مابین تعلق کیا ہے۔ اگر ایک لامحدود اور حقیقی ہے اور دوسرا محدود اور غیر حقیقی، تو کوئی تعلق کیسے موجود ہوسکتا ہے؟

(vi) مزید برآں، خدا نے دنیا کو بنانے کے بعد اسے ثانوی علتوں کے ساتھ اکیلا چھوڑ دیا۔ چنانچہ خدا خارجی اور اس دنیا سے باہر ہے۔ یہ بات انسان کے مذہبی رویے

Marfat.com

میں مشکلات پیدا کرتی ہے۔ یہ روحانی طور پر بھی ناکافی ہے۔

توحیدِ ناقص یا وحدت الوجود

"Pantheism" (یعنی وحدت الوجود یا ہمہ اوست) دو یونانی الفاظ "Pan" (تمام) اور "Theos" (خدا) سے مل کر بنا ہے جس کا مطلب یہ بنتا ہے: سب کچھ خدا ہے۔ آسان الفاظ میں یوں کہا جائے گا کہ دنیا خدا ہے اور خدا دنیا۔ یہ نظریہ توحید پرستی کا مخالف اور اس کا ایک رد عمل ہے۔ یہ نظریہ خدا کو دنیا میں قطعی طور پر نافذ سمجھتا ہے۔

نظریۂ وحدت الوجود کی رو سے خدا اور دنیا بنیادی طور پر ہم وجود ہیں اور خدا ان تمام چیزوں میں رچا بسا ہے جن سے مل کر دنیا بنی ہے۔ دنیا کے بغیر خدا ایک بے خاصیت جوہر اور خدا کے بغیر دنیا ایک مطلق نیستی ہے۔ ہر چیز' ہر واقعہ' ہر ذہن اور ہر ذہنی وظیفہ' سب خدا ہیں اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ نہ صرف یہ کہ خدا تمام وجود میں حاضر ہے' بلکہ وہ واحد حقیقت ہے۔ اگر خدا یکتا اور واحد حقیقت ہے اور خدا کے سوا کچھ موجود نہیں تو ساری تکثیریت (Multiplicity) محض ایک غیر حقیقی اظہار بن جاتی ہے۔

سپنوزا کے خیال میں خدا جوہر ہے اور جوہر خدا۔ یہ جوہر واحد مطلق روحانی حقیقت ہے۔ سپنوزا کی مانند عینیت پسندی کی ہیگلی صورت اپنے کردار میں وحدت الوجودی ہے۔ ہیگل حقیقت کو مطلق ذہن یا ارادے کے طور پر خیال کرتا ہے۔ مطلق سے باہر کچھ بھی نہیں اور سب کچھ مطلق ہے۔ خدا لامحدود اور ہر جگہ موجود ہے۔

خدا کی طرح دنیا بھی بے آغاز اور زمان و مکاں سے غیر محدود ہے۔ المختصر خدا کائنات کے ساتھ ہم وجود ہے۔

تنقید

(i) اگر خدا حقیقی اور غیر محدود ہے تو دنیا حقیقی نہیں ہو سکتی۔ جب دنیا محدود اور

عارضی ہو تو ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ خدا دنیا ہے اور دنیا خدا۔ دنیا اور خدا بالعین نہیں ہوسکتے۔

(ii) اگر ہمارا ایمان ہے کہ سب کچھ خدا ہے اور خدا سب کچھ تو دنیا میں مسئلہ شر موجود نہ ہوتا۔ اگر خدا دنیا میں ہے تو اس میں بھی کچھ برائیاں اور نقائص ہیں۔ اور کوئی بھی شخص اپنے اعمال کا ذمہ دار نہیں۔

(iii) وحدت الوجود کے مطابق اگر خدا محیط کل ہے' اور اگر وہ دنیا کے اندر ہے تو خدا حقیقی' ابدی اور لامحدود کیسے ہے۔ اس نظریے میں ان سب باتوں کی وضاحت نہیں ہوتی۔

(iv) یہ نظریہ علت اور معلول کے درمیان امتیاز کو نظر انداز کرجاتا ہے جو کہ ایک منطقی غلطی ہے۔

(v) وحدت الوجود کہتا ہے کہ خدا حقیقی اور خود مختار ہے۔ اس سے اشارہ ملتا ہے کہ محدود ذات کوئی آزادی اور خود مختاری نہیں رکھتی۔ یوں ذات کی نوعیت اور اخلاقیات پر ضرب پڑتی ہے۔

(vi) آخر میں یہ کہ نظریۂ وحدت الوجود معاشرے میں مذہبی مشکلات پیدا کرتا ہے۔ وحدت الوجود میں خدا شخصی ہستی ہے۔ چنانچہ مذہبی سرگرمیوں کے لئے انسان اپنی ایک ممتاز شخصیت بھی رکھتا ہے۔ لہٰذا یہ اطمینان بخش اور محفوظ نظریہ نہیں ہے۔

خدا پرستی

خدا پرستی کا نظریہ توحید پرستی اور وحدت الشہود سے کافی حد تک مماثلت رکھتا ہے۔ یہ خدا کو بیک وقت محیطِ کل اور ماوراً دونوں سمجھتا ہے۔ یہ بنیادی طور پر ہیگل کے نام سے منسلک ہے اور اس کا مطلب ہے کہ سب کچھ خدا میں ہے۔ اس نظریہ کے مطابق خدا دنیا کی ہر حرکت میں ہمیشہ موجود ہوتا ہے اور دنیا کے ساتھ قریبی طور پر مربوط ہے۔ چنانچہ ' خدا دنیا میں محیط کل ہے۔ مزید یہ کہ سب کچھ خدا میں ہے' لیکن یہ سب خدا نہیں۔ لہٰذا وہ دنیا سے ماورا ہوا۔ خدا دنیا میں محیط کل ہوتے ہوئے بھی

Marfat.com

اس سے ماورا ہے۔

اس نظریہ کی بنیاد ہیگلی عینیت پسندی کی ٹھوس مابعد الطبیعیات پر ہے۔ ہیگلی عینیت پسندی لامحدود اور محدود، خدا اور دنیا کے مابین تعلق کو نامیاتی (Organic) نکتہ نظر سے دیکھتی ہے۔ وحدت الشہود خدا کو اعلیٰ ترین شخصیت، خالق، دنیا کو قائم اور محفوظ رکھنے والا کہتا ہے۔

خدا پرستی کی اصطلاح بھی بالکل انہی معنوں میں استعمال ہوتی ہے جن معنوں میں توحید پرستی۔ خدا لامحدود ہوتے ہوئے بھی تمام خصوصیات سے متصف ہے، یعنی خالق دنیا کا محافظ اور قائم رکھنے والا۔ دنیا کے ساتھ خدا کے محیط کل تعلق میں زمان و مکاں بھی خدا کے اندر شامل ہوتا ہے، حالانکہ اپنی مطلقیت میں وہ زمان و مکاں سے ماورا ہے۔ محفوظ طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ نظریہ تقریباً تمام دیگر نظریات کا احاطہ کرتا ہے۔ اس خدا پرستی کی حمایت کرنے والے مغربی فلسفیوں میں ڈیکارٹ، لاک، برکلے، جیمز وارڈ، ہیگل وغیرہ شامل ہیں۔

تنقید

(i) سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا محیط کل اور ماورا دونوں کیسے ہوسکتا ہے؟ منطقی اعتبار سے یہ بات غیر متناسب ہے۔

(ii) اس میں توحید پرستی اور وحدت الوجود دونوں نظریات کے نقائص شامل ہیں۔ اگر خدا تمام چیزوں میں ہے تو پھر خدا تمام چیزوں سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔

(iii) یہ نظریہ خدا اور قادر مطلق کے مابین امتیاز نہیں کرتا، کیونکہ یہ قادر مطلق کی طرف سے مطلق ماورائیت پر یقین نہیں رکھتا۔

(iv) اس نظریہ میں خدا زمان و مکاں کے اندر اور ماوراً موجود نہیں ہوسکتا۔ یہ بالعموم ایک منطقی تضاد ہے۔

(v) یہ ثنائی مفہوم پر زور دے کر مذہبی مشکلات بھی پیدا کرتا ہے۔ یہ نظریہ ارادے کی آزادی مہیا نہیں کرتا اور نہ ہی خدا کو تمثل کرتا ہے۔

(vi) یہ نظریہ انسانی تفہیم سے ماورا ہے۔ یہ خدا کو سمجھنے کا ایک صوفیانہ اور غیر منطقی طریقہ ہے۔ یہ نظریہ منطقی ذہن کے تقاضے پورے نہیں کرتا۔

تاہم' خدا کا توحیدی تصور مختلف مذہبی روایات کے ساتھ بہترین مطابقت کا حامل ہونے کے باعث مذہبی فلسفیوں کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ چنانچہ خدا پرستی یا وحدت الشہود تینوں نظریات میں سے بہترین لگتا ہے۔

ملحدیت

ملحدیت سے مراد یہ ہے کہ کوئی خدا موجود نہیں' یا اگر موجود بھی ہے تو وہ کسی بھی حوالے سے انسانی وجود پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اس تصور کی حمایت میں منطقی فہم اور علم' سائنسی ترقی اور مادیت پسندانہ نظریات پر مشتمل ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔ ملحدانہ نظریہ یہ ہے کہ جن سوالات کے جواب خدا کے حوالے سے دیئے گئے تھے' اب ان کے جواب سائنسی علم کے حوالے سے دیئے جاسکتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ انسانی تاریخ میں مذہبی ایمان کا کردار خدا کے واقعاتی وجود سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

اس نظریے کی فلسفیانہ بنیادیں کافی حد تک اس کی منطقی فہم عطا کرتی ہیں جو کچھ ہم مافوق الفطرت تصورات سے آزاد نظام کے ذرائع سے دنیا کے بارے میں جانتے ہیں۔ مادیت پسند فلسفیوں کے مطابق خدا اور دنیا کے حوالے سے ہمارا علم اور تجربہ مادی اشیاء کے علاوہ اور کسی چیز پر مشتمل نہیں۔ خدا کی فطرت کے بارے میں ابھی تک توحید پسند فلسفیوں کی جانب سے کوئی تسلی بخش نظریہ نہیں پیش کیا گیا۔ ابی کیورس کے قدیم دور سے لے کر بیسویں صدی عیسوی کے برٹرینڈ رسل' اے ۔ جے آئر' شلک' کارنپ وغیرہ جیسے مفکرین نے استدلال پیش کیا ہے کہ خدا کے نظریہ میں تضادات اور پیراڈاکسز (Paradoxes) موجود ہیں۔

آرنلڈ ٹائن بی لکھتا ہے کہ تمام مذاہب نے اپنے سابق پیروکاروں کے دلوں اور ذہنوں پر اختیار کھویا ہے۔ کارل مارکس نے مذہب کو معاشی استحصال کا ایک آلہ خیال کیا۔ وہ بتاتا ہے کہ ''انسان مذہب کو بناتا ہے' مذہب انسان کو نہیں۔ مذہب کچلی ہوئی

Marfat.com

مخلوق کی علامت ہے' بے دل دنیا کا دل' عین اسی طرح جیسے ایک بے روح حالت کی روح۔ یہ لوگوں کی افیون ہے......"

نطشے' فرائیڈ اور دیگر کے بنائے ہوئے نفسیاتی نظریات کہتے ہیں کہ مذہبی اعتقادات مخصوص انسانی ضروریات کا نتیجہ ہیں۔ والٹرکوف مان نے نشاندہی کی کہ "خدا اور تصورات اس دنیا میں موجود سب کچھ سے انسانی عدم اطمینان کی پرزور یاد دلاتے ہیں۔ ......"

امریکہ کے دو عیسائی ملحدین تامس جے جے الٹائیزر اور ولیم ہیملٹن (جنہوں نے خدا کی موت کی بات کہی) نے انجام کار دعوی کیا کہ جدید انسان خدا کے بغیر اچھی طرح زندگی بسر کرسکتا ہے اور خود کو اس کے وجود سے متعلق مشکلات میں نہیں پھنساتا۔

اسی طرح ہندوستان کے قدیم مادیت پسند فلسفی "چارواک" خدا کے وجود پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ خدا کے وجود کا ادراک نہیں کیا جاسکتا۔ درحقیقت انہوں نے صرف مادے کو حقیقی سمجھا۔ چنانچہ مادی دنیا میں خدا غیر موجود ہے۔

تنقید

(i) دنیا کی تخلیق اور خدا کو سرِدست نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس کائنات کی تخلیق کرنے والا کوئی خالق ضرور موجود ہے۔

(ii) جدید دنیا میں سائنسی ترقی ہوجانے کے باوجود لوگ خدا پر یقین رکھتے ہیں اور دنیا کے ساتھ اس کا تعلق ان کے دلوں کی عمق میں موجود ہے۔

(iii) دنیا محض مادہ یا اشیاء نہیں۔ یہ روح اور تصورات بھی ہے' جیسا کہ وحدت پرستوں اور عینیت پسندوں کا خیال ہے۔

(iv) انسان مختلف ضروریات رکھتا ہے۔ ایک انسان کی بنیادی ضروریات' تعیشانہ ضروریات' خیالی ضروریات اور غیر ضروری ضروریات بھی ہوتی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہماری مادی ضرورت بالکل خدا جیسی نہیں ہوتی۔ تاہم انسان کو خدا کی ضرورت ہے

Marfat.com

مختلف مفکرین اور فلسفیوں نے خدا کے موجود نہ ہونے کے حوالے سے اپنے خیالات پیش کئے ہیں۔ لیکن ان کے دلائل جانبدارانہ اور محض بحث برائے بحث ہیں۔ وہ خدا پرستوں کے مذہبی تجربات کو نظرانداز کردیتے ہیں۔

لا ادریت یا مادہ پرستی

Agnosticism (لاادریت) کا لفظی مطلب "not-know-ism" ہے۔ یہ نظریہ خدا کے وجود کی توثیق یا تردید کے لئے کافی استدلال نہیں رکھتا۔ لا ادری نظریہ میں ہکسلے، سپنسر، ڈیوڈ ہیوم، اور والٹیئر نے عمیق غور و فکر پیش کیا۔ لاادری مطلق جواہر، علتوں، روح وغیرہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔

اوریت کی اصطلاح سب سے پہلے ہکسلے نے استعمال کی، لیکن یہ ہربرٹ سپنسر کے نام سے منسوب ہوگئی۔ اس لفظ کی ایک یونانی شکل کا مطلب ہے "علم کے بغیر۔" سپنسر کا عقیدہ تھا کہ مطلق علم ناممکن ہے۔ تمام علم نسبتی ہے اور مادے، حرکت، قوت اور شعور جیسی حقیقتوں سے مزید آگے نہیں جاسکتا۔ اور یہ سب چیزیں محض ناقابل معلوم کی علامتیں یا وسیلے ہیں۔

ہکسلے نے اس لفظ کو مذہبی مفہوم میں اپنے اس یقین کی نشاندہی کرنے کے لئے استعمال کیا کہ، چاہے ہم خدا کے وجود سے انکار نہ کریں لیکن ہم اس کی حقیقی فطرت کے متعلق کچھ نہیں جان سکتے۔

ہیوم متشکک فلسفی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خدا پر یقین خیال آرائی، تجسس یا صداقت کے لئے خالص محبت کا نتیجہ نہیں "بلکہ اس کا منبع مسرت کے لئے شدید خواہش، آئندہ تکلیف کا خوف، موت کی دہشت، انتقام کی پیاس، کھانے کی اشتہا اور دیگر ضروریات میں ہے۔" چنانچہ ہیوم کے مطابق ہم یہ شرط مقدم ثابت نہیں کرسکتے کہ خدا لازماً" موجود ہے۔ نہ ہی ہم خدا کا وجود اس کی اپنی فطرت کے لازمی نتیجے کے طور پر ثابت کرسکتے ہیں کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ وہ فطرت کیا ہے۔

Marfat.com

تنقید

(i) اس دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں۔ ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ مخصوص چیزیں آنے والے تمام وقتوں کے لئے ناقابل معلوم رہتی ہیں۔ یہی معاملہ ہو سکتا ہے کہ خدا کی فطرت کو جاننا بہت مشکل ہے۔

(ii) ہیوم' ہربرٹ سپنسر وغیرہ نے اپنے نفسیاتی جذبات و احساسات کے ساتھ خدا کا تجزیہ کیا ہے۔ انہوں نے خدا پر اپنے استدلال یا منطقی استعداد کا استعمال نہیں کیا۔

(iii) تمام لاادری فلسفیوں نے مادے اور معروض کے حوالوں سے خدا پر غور کیا ہے' جو کہ زمان اور مکان کے اندر ہیں۔ لیکن خدا مابعد الطبیعیاتی اور زمان و مکاں سے ماوراُ ہے۔ چنانچہ ہمارا خدا کا مشاہدہ موضوعی ہونا چاہیے نہ کہ معروضی۔شاید ہیوم کا علم صرف مظہراتی حلقے تک محدود تھا۔

(iv) لاادری نظریہ میں ذہن' روح اور خدا وغیرہ جیسی مطلق حقیقتیں ناممکن ہیں۔ یہ علم انسانی تجربے سے ماوراُ نہیں' جیسا کہ مختلف اولیاء کے مذہبی تجربات کافی بہتر طور پر خدا کا وجود اور فطرت ثابت کر سکتے ہیں۔

(v) ہیوم ہمیں مطلق حقیقتوں کے مسائل کا تسلی بخش حل دینے میں ناکام رہا۔ وہ اپنی تجربی اور مابعد الطبیعیاتی سطوحات میں یک رنگ نہیں ہے۔

فطرت پرستی

فطرت پرستی کا نظریہ فطری قوانین کی بنیاد پر ہمارے اردگرد تمام مظہر کی وضاحت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ فطرت بذات خود حقیقت مطلق ہے۔ یہ فطرت کی وضاحت حرکت ' توانائی اور فطری قوانین کے ذرائع سے کرتا ہے۔ فطرت پرسی کا نظریہ ہمارے مطالعہ فطرت اور تجربہ میں سے اٹھنے والے کسی بھی تصور کے استعمال کی اجازت دیتا ہے' نہ کہ محض طبعی سائنس کے تصور کی۔

فطرت پرستی مادے کے سائنسی اور توانائی کے قوانین تک ہی محدود نہیں۔ نہ ہی

Marfat.com

یہ ایسا نظریہ ہے جو مادیت پرستی میں سے پیدا ہوا۔ یہ کائناتی سائنس کا ایک مابعد الطبیعیاتی نظریہ ہے۔ فطرت اور فطری قوانین کا تجربہ کرنے کے لئے ہمیں فطرت کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ فطرت کا مشاہدہ اور تجربہ اس نظریہ سے خدا یا روح کو خارج نہیں کردیتا۔ یہاں فطرت کے روحانی پہلو کے ساتھ ہمارا زیادہ تعلق ہے کیونکہ فطرت کا سائنسی نظام حقیقت کا ممدو معاون نہیں ہوتا۔

لاادری فطرت پرستی کی تعریف جیمز وارڈ نے قابل تعریف انداز میں بطور "مادے کے بغیر مادیت پرستی" کے کی۔ بہر صورت انسانی شعور میں روحانی اقدار اور مقصد اس دنیا میں حقیقی ہیں۔

ہنری برگساں، نٹشے، ولیم جیمز، جان ڈیوی جیسے اور دیگر فلسفیوں نے خالصتاً فطرت پسندانہ حوالوں سے حقیقت کی فطرت کے متعلق عمومی نظریات تشکیل دینے کی کوشش کی، اور یوں سائنس کی فراہم کردہ بصیرتوں کو مابعد الطبیعیاتی نظریات تک پہنچایا۔

ولیم جیمز اپنے مشہور مضمون "The will to believe" میں دلیل دیتا ہے کہ خدا کا وجود یا عدم وجود، جس کا کوئی بھی فیصلہ کن ثبوت نہیں ہوسکتا، اس قدر وقیع اہمیت کا معاملہ ہے کہ جو کوئی بھی خواہش کرتا ہے اسے خدا کے مفروضے پر اپنی زندگی داؤ پر لگانے کا حق حاصل ہے۔

تنقید

(i) فطرت پرستی سائنسی قوانین کی بنیاد پر تمام فطری مظہر کی وضاحت کرتی ہے، لیکن قوانین فطرت یا کائنات کو شامل نہیں کرتی۔

(ii) فطرت پرستی مادیت کی ترمیم شدہ صورت نہیں ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ مادیت پسندی میں مادہ حقیقی ہے، لیکن فطرت پرستی میں فطرت حقیقی ہے۔

(iii) فطرت پرستی فطرت کا کوئی قطعی مفہوم فراہم نہیں کرتی۔ تصور فطرت کی بنیاد کے متعلق وضاحت کا فقدان ایک پرزور اعتراض ہے۔

(iv) فطرت پرستی حرکت اور توانائی پر زیادہ توجہ دیتی ہے لیکن فطرت یا روح پر نہیں۔

(v) یہ نظریہ کسی شخص کے مذہبی اور مابعد الطبیعیاتی تجربات کی وضاحت کرنے میں ناکام ہے' جوکہ زندگی میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

(vi) فطرت پرستی کا یہ نظریہ فلسفیانہ اعتبار سے غیر موافق اور غیر محفوظ ہے کیونکہ یہ سائنسی قوانین اور دریافتوں کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتا ہے۔

نتیجہ بحث

ہم نے توحید' وحدت الوجود' خدا پرستی' ملحدیت' لاادریت اور فطرت پرستی کے نظریات کی مدد سے خدا اور دنیا کے مابین تعلق پر بحث کی ہے۔ تاہم' ثنائیت' غیر ثنائیت اور مشروط غیر ثنائیت پر غور کئے بغیر یہ بحث ادھوری رہے گی۔

ہندوستان میں مفکرین ایک ماورائے دنیا شخصی خدا پر یقین رکھتے ہیں جو تمام شفیق خصوصیات کا حامل ہے' جو محیط کل ہے' علیم و خبیر ہے' جو محبت کرنے والا ہے' جس نے کائنات عدم میں سے نہیں بلکہ فطرت کے ازلی مسالے سے تخلیق کی۔ خدا کائنات کی مستعد علت ہے' اور فطرت اس کی مادی علت۔ وہ اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ روح اچانک ہی وجود میں آگئی' بلکہ یہ ماضی میں موجود تھی اور ازل سے ابد تک مستقبل میں موجود رہے گی۔ وہ کہتے ہیں کہ جس طرح روح کل ازلی ہے' اسی طرح انفرادی ارواح بھی۔ ہر ایک روح بالقوہ کچھ عرصے تک فطرت میں موجود رہنے کے بعد تخلیق یا ارتقاء کا ایک نیا دور شروع ہونے پر علتی حالت میں سے برآمد ہوتی اور ان گھڑ صورتوں میں خود کو منکشف کرتی ہے۔ہندوستان میں ثنائی (دویت) نظام فکر کے مطابق انسانی روح فطرت کے ایک لامحدود ذرے جیسی ہے جو لامحدود حد تک چھوٹی سطح پر ذہانت کی الوہی تابانی اور الوہی قوت پر مشتمل ہے' جس کا فرض عبادات' اچھے اعمال' اچھے خیالات اور محبت کے ذریعہ خدا کی خدمت کرنا ہے۔ خدا سب سے محبت کرتا ہے' اور جواب میں اسے محبت کی جاسکتی ہے۔ ان کا ایمان ہے کہ ہر روح خدا اور دیگر ارواح سے الگ ہے۔ تاہم خدا کے ساتھ اس کا رشتہ سورج سے شعاع اور آگ سے

Marfat.com

چنگاری کے رشتے جیسا ہے۔

خدا کے ثنائی تصور کے بعد مشروط غیر ثنائیت کا تصور آتا ہے۔ یہ مفکرین ثنائیت پسندوں کی نسبت زیادہ گہرائی تک گئے۔ انہوں نے حصول صداقت اور خدا کے ساتھ انسانی تعلق کو سمجھنے کی جانب ایک قدم مزید اٹھایا۔ ان کے مطابق خدا ماورائے کائنات نہیں' اور نہ ہی کائنات سے باہر اور الگ ہے' بلکہ وہ کائنات میں محیط ہے۔ خدا باہر بیٹھا ہوا حاکم نہیں بلکہ اندرونی حاکم ہے۔ وہ محیط کل دنیا سے ماورا ہے۔ خدا دنیا کی مستعد علت کے ساتھ ساتھ مادی علت بھی ہے۔ خدا کی تخلیق کردہ دنیا بھی خدا جتنی ہی حقیقی ہے۔ لیکن دنیا خدا پر منحصر ہے اور کوئی آزاد وجود نہیں رکھتی۔ دنیا ایک سراب نہیں۔ سب کچھ خدا نے تخلیق کیا ہے۔ چنانچہ ذات "نفس" بھی خدا جتنی ہی حقیقی ہے۔ انفرادی روح خدا کا جزو لاینفک ہے اور ابدی و حقیقی ہے۔ انفرادی ذات مجسم کردہ روح ہے۔ ہر انفرادی روح خدا میں سے نکلی ہوئی چنگاری ہے لیکن اسے خدا نہیں کہا جاسکتا۔ خدا ہر کہیں مقیم ہے۔ وہ کائنات اور فطرت میں محیط ہونے کے باوجود ان دونوں سے ماورا ہے۔ وہ غیر محدود لیکن شخصی ہے' کسی انسانی صورت کے بغیر۔ مشروط ثنائیت پسند کہتے ہیں کہ خدا کو کسی ایک صورت میں محدود نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ہر صورت زمان و مکان میں ایک تحدید ہے۔ پھر بھی وہ اپنے عبادت گذاروں کی خواہشات کو تسکین دینے کے لئے مختلف روپ میں ظاہر ہوتا ہے۔ ہمارا جسم خدا کے جسم کا ایک حصہ ہے' ہمارا ذہن کائناتی ارادے کا ایک جزو۔ اسے خدا کا مشروط غیر ثنائی تصور کہا جاتا ہے۔ یعنی خدا ایک ہے' کائنات اور انسانی ارواح خدا کے ساتھ متحد ہیں' تاہم ہر ایک اپنی علیحدہ انفرادیت قائم رکھتی ہے۔ خدا ایک درخت کے مانند ہے اور ہم اس کی شاخوں کی طرح۔ خدا ایک سمندر جیسا ہے اور ہم اس میں اٹھنے والی لہروں جیسے۔

ان کے بعد موحدانہ یا غیر ثنائی مفکرین کا طبقہ آتا ہے۔ وحدانیت کے مطابق حقیقت مطلق واحد اور بلا شرکت غیرے ہے۔ خدا واحد حقیقت ہے اور یہ غیر ثنائی ہے۔ انفرادی روح اور دنیا خدا کی حقیقی تقلیب نہیں ہیں۔ وہ خدا کے اظہار ہیں۔ تاہم

Marfat.com

اور روپ کی دنیا محض خدا کا ایک عکس ہے۔

خدا مادی کائنات کا پیدا' قائم اور تباہ کرنے والا ہے۔ وہ دائمی ہے' واحد اور خالص شعور۔ وہ محیط کل اور حاضر و ناظر ہے۔

صرف خدا حقیقی ہے' دنیا جھوٹ ہے' فرد خدا ہے اور اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ خدا مابعد الطبیعیاتی طور پر غیر حقیقی اور غلط ہے۔

ثنائیت' مشروط غیر ثنائیت اور غیر ثنائیت کے یہ تینوں نظریات اس دنیا اور اس کی انفرادی روحوں کے لئے ضروری ہیں۔ ایک نظریہ دوسرے کی نفی نہیں کرتا بلکہ اسے بھرپور بناتا ہے۔ غیر ثنائیت پسند یا مشروط غیر ثنائیت پسند ثنائیت کو غلط نہیں کہتے' یہ صحیح نکتہ نظر ہے۔ یہ صداقت کی جانب ایک قدم ہے' چنانچہ ہر کسی کو اپنے نظریہ دنیا پر عمل کرنے دو' اپنے خیالات کے مطابق۔ توحید زندگی کی ایک بلند تر صورت ہے جس میں کوئی خدا' جنم یا موت' دکھ اور تکلیف' اچھائی یا برائی اور کوئی نام و صورت موجود نہیں' بلکہ وجود' علم اور طمانیت ہے۔ چنانچہ یہ ثنائیت سے شروع ہوتا' مشروط توحید میں سے گذرتا اور کامل توحید پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

☆○☆

Marfat.com

10

مذہبی تجربہ

"جو برہمہ کو جان یا محسوس کرلیتا ہے' وہ برہمہ میں سماجاتا ہے۔"

(وید)

ساری انسانی تہذیب کے دوران مذہب انسانی زندگی کا ایک اہم اور غالب عنصر رہا ہے۔ انسانی تاریخ اور زندگی کو سمجھنے کے لئے مذہب کو سمجھنا ضروری ہے۔ لیکن مذہب کوئی نظر آسکنے والی چیز نہیں۔ مذہب کی اور اس کے تجربے کی تفصیل بتانا ایک سائنسی کارنامہ ہے کیونکہ حقائق کو غیر جذباتی اور معروضی طور پر دیکھنا ضروری ہے۔ ہمیں عوام میں عام طور پر مقبول دکھائی دینے والی باتوں سے آگے جاکر دیکھنا ہوگا۔ اگرچہ مذہبی تجربہ کی صوفیانہ اور دیگر صورتوں کے ماقیہ اور کیفیت کی قدر جاننے میں ہمیں مشکلات درپیش ہوں گی' لیکن ایک مفہوم میں ہم ان کے ساتھ معروضی طور پر نبٹ سکتے ہیں۔ ایک مذہبی تجربہ میں نظر نہ آنے والی دنیا کا ایک قسم کا ادراک شامل ہوتا ہے' یا ایسا ادراک کہ کوئی نظر آنے والا انسان یا شئے نظر نہ آنے والی دنیا کی تجسیم ہے۔

ہندو مذہبی تجربہ

ہندومت کے اعتقادات اور مذہبی تجربات کو بالکل ٹھیک اور تفصیلی طور پر پیش کرنا ناممکن ہے' کیونکہ اس میں بہت سے مکتبہ ہائے فکر موجود ہیں۔ ہندوستانی تصوف

Marfat.com

ویدوں' اپنشدوں' یوگا وغیرہ پر مشتمل ہے۔

وید:

وید- ویدانت کا تصور ہندومت کا لازمہ ہے۔ ویدانت کی جڑیں اپنشدوں میں ہیں- وید اور اپنشد ہی صحیح معنوں میں ہندو مذہب کی بنیاد تشکیل دیتے ہیں۔ الوہی ذات کا ایک تجربہ ہندو مذہب کا مافیہ ہے۔ تلاش حق فلسفہ کا قافیہ ہے۔ تاہم' اعلی ترین صداقت منطقی اور علمیاتی درجہ بندیوں کے اعتبار سے ماورائے ادراک ہے۔ یہ ہرایک کے اندرونی تجربہ کی گہرائیوں میں میسر ہے۔ ایک صوفیانہ نروان اور تقلیبی احساس ہی ہمیں قیاسی استدلال یا فلسفے کے بندھن سے پرے لے جاتا ہے۔ وید اور اپنشد انسانی مذہبی تجربے کی ایسی ہی صورتوں کو مجسم کرتے ہیں۔

ویدوں کی تخلیق بذات خود ایک عارفانہ مظہر ہے کیونکہ خیال کیا جاتا ہے کہ ویدک بھجن عارفانہ تجربے کا نفس مضمون ہیں۔ رگ وید کے مطابق تین مرکزی دیوتا موجود ہیں یعنی سوریا (سورج) افلاکی دنیا کا خدا ہے' اندر درمیانی خلاء کا خدا ہے' اگنی (آگ) زمین کا۔ یہ تین دیوتا تینتیس بنے اور ہر حلقے میں گیارہ گیارہ دیوتا موجود ہیں۔ رگ وید میں متعدد مقامات پر اندر کو کائنات کا واحد دیوتا کہا گیا۔ وہ انسان اور فراوانی کا تنہا آقا ہے۔

اگرچہ ویدک آریوں نے متعدد خداؤں کی پوجا کی' لیکن یاس کہتا ہے کہ خدا صرف ایک ہے۔ اس ذات واحد کو اولیاء اور بزرگوں نے بہت سے نام دیئے۔ انہوں نے اسے اگنی' یم' وایو وغیرہ کہا۔ خداؤں کی عظیم الوہیت یکجا ہے۔ قربان گاہ کے شعلوں میں جلنے والی الوہیت ہی جنگل کی آگ کے طور پر بھی جلتی ہے۔ یہ آسمان پر صاعقہ کی طرح چمکتی اور افلاکی سورج کی طرح روشنی دیتی ہے۔ یہ حرارت بن کر گندم کو پکاتی ہے' سورج کے طلوع و غروب کے طور پر دن اور رات پیدا کرتی ہے۔ بالکل یہی اصول بارش لاتا' بجلی کی کوند ظاہر کرتا' نباتات اگاتا اور زندگی کو قائم رکھتا ہے۔

ویدک عارفوں کی تعلیمات کا نکتہ عروج "ایکم ست" کی حقیقت کے راز میں پوشیدہ ہے۔ ساری کی ساری کائنات پر "واحد" محیط اور غالب ہے' اور اس کا کوئی ثانی

Marfat.com

نہیں' بالکل اسی طرح جیسے اتحاد کا تصور دنیا کے تمام بڑے مذاہب میں موجود ہے۔ چنانچہ ویدک نکتہ نظر حقیقتاً ایک عارفانہ نکتہ نظر ہے جو بہت سوں سے انکار کرتے ہوئے "ایک" کو منکشف کرتا ہے جو بہت سوں کے لئے بنیاد ہے۔ ویدک تمثیل کا مقصد بہت سوں جھٹلانا نہیں بلکہ انہیں استعمال کر کے واحد کا ادراک کرنا ہے۔

تصوف ویدک مذہب کی عین روح ہے' اور اس کو نظر انداز کرنے والی کوئی بھی تعبیر ویدک پیغام کے جوہر سے محروم ہوتی ہے۔ تصوف بذات خود ویدک اقوال کا ایک جوہر خاص ہے۔

چنانچہ ویدک دھرم مذہبی زندگی کی عیاں اور مخفی دونوں خصوصیات رکھتا ہے۔ اول الذکر بیرونی یا خارجی مذہب جبکہ موخر الذکر اندرونی یا داخلی عارفانہ راہ ہے۔

اپنشد:

خداؤں سے لے کر انسان اور حتیٰ کہ خفیف ترین مخلوق کے ساتھ تمام زندگی کی لازمی یگانگت کا تصور تصوف کا سنگ بنیاد ہے' جس پر اپنشدوں میں خصوصاً" زور دیا گیا۔ اپنشد ہندوستانی رشیوں اور بزرگوں کے تجربات پر مشتمل ہیں۔

یہ بات جانی مانی ہے کہ اپنشدوں میں ویدک تبدیلی کا آخری دور شامل ہے۔ پہلا دور منتر' دوسرا دور برہمن' تیسرا دور آرنیک' جبکہ اپنشد چوتھا اور آخری دور ہیں۔ آرنیکوں اور اپنشدوں نے اپنے اندر عارفانہ عناصر کو ترقی دی۔

ہم رگ وید کے ٠بھجنوں میں بھی ادھر ادھر دیوتاؤں کی تکثیریت سے واحد لامحدود کی جانب رجحان پر زور دیکھتے ہیں۔ اپنشدوں میں یہ رجحان زیادہ واضح ہو جاتا ہے اور کین اپنشد میں دیوتاؤں کی شکست فاش کی کہانی میں بہت اچھے طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔ چھانڈوگیہ اور بریہد آرنیک اپنشد میں بھی ہم لامحدود برہمہ یا آتما کی فطرت اور علم کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

اس لامحدود برہمہ کو ماورا اور محیط کل دونوں کہا گیا ہے۔ بریہد آرنیک اپنشد میں یاجناوالکیہ کہتا ہے:

"وہ جو زمین میں رہتا ہے اور زمین کے اندر ہے' جسے زمین نہیں

Marfat.com

جاتی' جس کا جسم زمین ہی ہے' جو زمین کو اندر سے چلاتا ہے ــــ وہ تمہارا اپنا آپ ہے' اندرونی ناظم' لافانی۔"

یہ ذکر بھی آیا ہے کہ برہمہ نظر نہ آنے والا ناظر ہے' نہ سننے والا سامع' غیر متصور مفکر' نامعلوم عالم۔ "اس" کے علاوہ اور کوئی ناظر نہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی سامع نہیں' اس کے علاوہ اور کوئی مفکر نہیں' اس کے علاوہ اور کوئی عالم نہیں۔ وہ تمہاری اندرونی ناظم' لافانی ذات ہے۔

پروفیسر آر ڈی ریناڈے کے مطابق اپنشدوں میں بیان کردہ روحانی ترقی کی سیڑھی کے پانچ مراحل ہیں' جو مندرجہ ذیل ہیں:

(1) بریہد آرنیک اپنشد کے مطابق پہلی منزل میں متلاشیٔ حق خود کو دوسروں سے الگ سمجھتا اور عارفانہ وجدان کے ذریعہ اسے اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔

(2) دوسرے مرحلے میں متلاشی محسوس کرتا ہے کہ وہ حقیقتاً" عین ذات ہے اور وہ اپنی لازمی فطرت میں ہو بہو خاص ذات جیسا ہے۔ بریہد آرنیک اپنشد کے مطابق ہمارے اندر خود کو "میں" کہنے والی ہستی ذات سے متشابہ ہوتی ہے۔

(3) تیسرے مرحلے میں وہ جان لیتا ہے کہ اس نے جو ذات محسوس کی ہے وہ برہمہ کے ساتھ عینیت رکھتی ہے۔

(4) چوتھے مرحلے میں اسے آگہی ہوتی ہے کہ وہ بطور ذات مطلق ہے' اور نتیجتاً" اس نکتے پر پہنچتا ہے کہ وہ قادر مطلق ہے۔ کہا گیا ہے کہ ہمیں اپنی "میں" کو قادر مطلق کے ساتھ متشابہ بنانا چاہیے۔

(5) پانچویں مرحلے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں ہمیں نظر آنے والی ہر چیز' انسان اور فطرت' ذات اور لاذات' یکساں طور پر برہمہ یا حقیقت مطلق پر مبنی ہے۔ اس حقیقت مطلق کو پانا محض عقلی نہیں بلکہ عارفانہ ہے۔

مندرجہ بالا عارفانہ تجربہ مندرجہ ذیل نتائج بھی مہیا کرتا ہے:

(1) بریہد آرنیک اپنشد کے مطابق جب کسی شخص کی خواہشات پوری اور ادراک ذات کے بعد مقصد پورا ہو جاتا ہے تو تمام طبعی لگاوٹ اور خواہشات تباہ ہو جاتی ہیں۔

Marfat.com

(2) عارفانہ ادراک تمام شکوک و شبہات کے غائب ہوجانے پر منتج ہوتا ہے۔ منڈوکیہ اپنشد کے مطابق "اس کے دل کی تمام گرہیں کھل جاتی ہیں' تمام شکوک زائل ہوجاتے ہیں' اور کرموں (افعال و اعمال) کے تمام اثرات کارگر نہیں رہتے۔"

(3) خود آگہی کافی طاقت دیتی ہے۔ اس کی تمام تکالیف دور ہوجاتی ہیں اور وہ روح عالم کی لامحدود طاقت میں شراکت داری کرتا ہے۔

(4) روح عالم کے ساتھ اتحاد مطلق مسرت پر منتج ہوتا ہے۔ تیتریہ اپنشد میں یہ مسرت (آنند' طمانیت) تفصیلاً" واضح کی گئی ہے۔ کامل مسرت تمام خوف دور کردیتی ہے۔

(5) آخر میں' خود آگہی کے نتیجے میں تمام خواہشات کی تسکین حاصل ہوتی ہے۔ چانڈوگیہ اپنشد کے الفاظ میں:"جو اپنی تلاش کے بعد ذات کو پالیتا ہے' وہ تمام کائنات کو پاتا ہے اور اس کی تمام خواہشات پوری ہوجاتی ہیں۔"

یوگ:

ہندوستان کے مختلف مابعد الطبیعیاتی نظاموں میں یوگ مکاتب فکر کا حقیقی موضوع یہیں اور فوری طور پر روحانی اصولوں کے ساتھ انسانی روح کا عارفانہ اتصال حاصل کرنا ہے۔ بیشتر ہندوستانی فلسفوں کی طرح یوگ کے روحانی فلسفہ کا مقصد خدا میں انسان کی جذبیت کے ذریعہ کامل طمانیت کا حصول ہے۔

یوگ کے عام طریق ہائے کار ادراک کی یکے بعد دیگرے نو منازل پر مشتمل ہیں' جو عام انسانی حالت سے کامل اتحاد تک پہنچاتی ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں:

i۔ **یم:** مادی کائنات کے بارے میں انسانی رویے پر مبنی مادی پاکیزگی کے اصول۔ یہ دس اعلیٰ نیکیوں کی پیروی کرنے پر مشتمل ہیں—— (1) عدم تشدد' (2) راست گوئی' (3) حرص نہ کرنا' (4) تجرد' (5) رحم' (6) متانت' (7) عفو و درگذر' (8) ذہن پر قابو' (9) کفایت شعاری' اور (10) جسم کی طہارت۔

ii۔ **نیام:** (1) جسمانی اذیت اور مرتاضیت کی کٹھن مشقیں' (2) آقا کی مرضی کی کامل قبولیت' (3) خیرات اور فیاضی' (4) دنیا کے آقا کی عبادت' (5) مقدس کتاب کا

Marfat.com

مطالعہ‘ اور (6) خدا کے آگے سر تسلیم خم کرنا۔

iii۔ **آسن:** تیسرا اصول آسن یا جسم کا بیٹھنے کا انداز ہیں۔ "آسن" ارتکاز فکر کے لئے ذہن اور جسم کی مدد کرتا ہے۔ پتنجلی واضح الفاظ میں کہتا ہے کہ آسن مضبوط‘ خوشگوار اور آسان ہونا چاہیے۔ خیال کیا گیا کہ آسن جمانے سے مراقبے میں سہولت ہوتی ہے۔

iv۔ **پرانا یام:** سانس کی پاکیزگی۔ یہ سانس لینے کی مشقیں ہیں جن کا مقصد نظام تنفس کو کنٹرول کرکے الوہی قوتوں کے ساتھ اتحاد کے خیال کو واضح بنانا ہے۔ اس میں آہستہ اور گہرا سانس لینا‘ سانس روکنا اور آہستہ آہستہ سانس باہر نکالنا شامل ہے۔

v۔ **پرتیہار:** ذہن کا تعلق احساسات اور ان کے معروضات سے ختم کرلینا۔ ذہن کو تمام بیرونی تاثرات کے لئے بالکل ناقابل گذر ہونا چاہیے۔

vi۔ **دھرم:** ذہنی ارتکاز کی مشق‘ حتیٰ کہ ذہن ایک طویل عرصہ کے لئے کسی مخصوص شئے پر مرکوز ہونے کے قابل بن جائے۔

vii۔ **دھیان:** یعنی مراقبہ‘ جو یوگی سادھنا کے نکتہ نظر سے بہت اہم ہے۔ عمیق ارتکاز فکر مراقبہ کہلاتا ہے۔ مراقبہ میں کسی خاص شئے پر غیر منتشر اور مسلسل توجہ ضروری ہے۔ یہ اتحاد کی عارفانہ منزل ہے۔

viii۔ **سمادھی:** آٹھواں اور آخری اصول "سمادھی" یوگ کی منزل مقصود ہے۔ یہ ایک عارفانہ حالت ہے‘ خدا اور ذات کے کامل اتحاد کی حالت۔ یہ شدید ارتکاز فکر کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہے۔ یہ آٹھ اصول (یوگ انگ) اعلیٰ ترین منزل حاصل کرنے کے ذرائع ہیں۔

بھگوت گیتا

یہ کافی حد تک عارفانہ پن اور فعالیت کا امتزاج ہے۔ اس قسم کا امتزاج ہندو مت کی میراث کی کرداری شان و شوکت ہے۔ تصوف کا مافیہ ایک قسم کا انجذاب ہے۔ عمل میں جذب کی کیفیت بے انا سپردگی کے ذریعہ ممکن ہے۔ پرخلوص عمل محض ایک دلچسپی سے عاری عمل سے زیادہ ہے۔ دلچسپی سے عاری عمل زیادہ دیر تک قائم نہیں

Marfat.com

رہتا۔ اسے ختم ہوجانے کا خدشہ لاحق رہتا ہے۔ خلوص کا عارفانہ رنگ اسے الوہی عمل میں تبدیل کردیتا ہے' اس کے اندر ایک ماورائے انسانی طاقت بھر دیتا ہے۔ عارف اپنے لمحات انجذاب میں خود کو لامحدود کے لئے کھول دیتا ہے۔ وہ خود کو الوہی اثر کا آخذ سمجھتا اور درحقیقت خود ہی الوہیت حاصل کرلیتا ہے۔ یہی وہ منزل ہے جب گوتم بدھ کو نروان اور حسین بن منصور حلاج کو انا الحق کا احساس ہوا۔

بھگتی

بھگوت گیتا کو مختلف طور پر عمل کی تعلیمات' خالص علم کی تعلیمات اور بھگتی کی تعلیمات کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے۔ بھگتی پر گیتا کا اصرار بہرحال بلا شبہ سب سے زیادہ ہے۔ وہ واضح انداز میں قادر مطلق پرش کے طور پر الوہی حاکمیت پر زور دیتی ہے۔ حقیقت مطلق کی بھگتی اس کا بنیادی موضوع ہے' اور راہ عمل کے ساتھ ساتھ راہ علم بھی اسی کے مطابق ترتیب پاتی ہے۔

بھگتی یوگ مقدس قرار دیئے گئے جذبے کے ذریعہ اتحاد کی جستجو ہے۔ یہ محبت کا یوگ ہے' عارفانہ مکاتب میں سب سے عظیم۔ یہ اپنی مقرر کردہ قسمت کے ساتھ انسانی محبت کی ہم آہنگی کے ذریعہ سے اتحاد تک پہنچتا ہے' جو الوہی محبت کو تمام تر پاکیزگی میں منکشف کرتا ہے۔

ایک ہونے کا احساس ہندومت کی بنیادی خصوصیت ہے۔ گیتا میں ایک ہونے کا احساس کیا ہے؟ یہ محبت ہے' الوہی محبت۔ اگر ہم واقعی خدا سے محبت کرتے ہیں تو ہم خدا کے ساتھ ایک ہوجائیں گے' اور ہمارے اور خدا کے مابین کوئی فرق یا فاصلہ نہیں رہے گا۔ ویدیہ بھی کہتے ہیں' "جو برہمہ کو جان یا محسوس کرلیتا ہے' وہ برہمہ میں سماجاتا ہے۔"

خدا محبت ہے۔ خالص محبت طمانیت ہے۔ اعلیٰ ترین طمانیت بذات خود الوہیت ہے۔ بھگتی واقعی اپنی ہستی کو مٹاکر خدا میں جذب کردینا ہے۔ محبت' بھگتی اور خدا کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے ذریعہ وصال خدا کا راستہ سب سے زیادہ آسان ہے۔

خدا کی حقیقی محبت خدا کی عظمت اور جلال کے علم سے حاصل ہوتی ہے۔ جب

Marfat.com

محبت گہری اور مطلق حوالگی پر ختم ہوتی ہے تو بھگت پر خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ یہ بھگتی اور جنان (علم) کو تجربۂ خدا تک لاکر ان میں امتیاز ختم کردیتا ہے۔ اس حالت میں خدا کو جاننا اسے محبت کرنا ہے' اور اسے محبت کرنے کا مطلب اسے جاننا۔ یہ تجربہ جب حاصل ہوجائے تو لاعلمی کا بادل ہٹا دیتا ہے' اور انسان خدا کا ادراک کرتا ہے۔

جنان

جنان یوگ' راہ علم حقیقت مطلق کے علاوہ ہر چیز کو قبول کرنے سے انکار کرکے حقیقی اور غیر حقیقی کے مابین امتیاز کرنے کے طریقے پر زور دیتا ہے۔ گیتا میں جنان فلسفیانہ مسائل کی عقلی تفہیم کے ساتھ ٹھہر نہیں جاتا' یہ بصیرت ہے جو حصول خدا کے ہمراہ ہوتی ہے۔ گیتا میں کہا گیا ہے کہ ہم بھگتی کے ذریعے علم حاصل کرسکتے ہیں۔

لفظ جنان کا مطلب مظہری اور ماورائی علم دونوں ہیں۔ جنان جب اعلیٰ مفہوم میں استعمال ہو تو اس کا مطلب برہمہ کا علم ہے' جو زمان' مکان اور علیت کے درجوں سے ماورا ہے۔ شنکر کے مطابق برہمہ کا علم قادر مطلق کی براہ راست آگہی ہے۔

متمنی کو راہ علم میں یہ جاننا ہوتا ہے کہ دنیا مایا ہے اور صرف برہمہ حقیقی ہے۔ اسے استدلال کے ذریعہ یہ یقین پکا کرنا پڑتا ہے کہ برہمہ کائنات نہیں' نہ ہی اس کا ذہن' نہ ہی شعور' نہ ہی حسیات' نہ ہی رنج والم یا مسرت وغیرہ۔ حتیٰ کہ اس عمل کے ذریعہ آخر کار وہ چیزوں کے جوہر تک پہنچتا اور مطلق کو جانتا ہے۔ حقیقت مطلق کو جاننے کے لئے "میں" اور "میرا" کو تیاگنا پڑتا ہے' جو روح کے بندھن ہیں۔

گیتا کہتی ہے:

> "صرف علم کی کشتی کے ذریعہ انتہائی گناہگار شخص بھی ہمسار کا سمندر عبور کرسکتا ہے۔ جس طرح بھڑکتی ہوئی آگ ایندھن کو راکھ کردیتی ہے' اسی طرح علم تمام اعمال (کرم) کو راکھ کردیتا ہے۔ عمل کا نقطہ عروج علم ہے۔ علم حاصل کرنے کے بعد انسان جلد ہی شانتی یا کامل طمانیت پالیتا ہے۔"

Marfat.com

کرما:

بھگوت گیتا کا آغاز عمل سے ہوتا ہے' اور ارجن بنیادی طور پر مرد عمل نظر آتا ہے جو آزمائش کی گھڑی میں شدید بے دلی کا شکار ہے۔ اگرچہ بھگوت گیتا بنیادی حوالے سے عمل یا کام کی تعلیم دیتی ہے' لیکن باریک بین مطالعہ سے پتہ چلے گا کہ یہ روحانی ادراک کے نقطہ عروج پر پہنچتی ہے کیونکہ گیتا میں جس عمل کا درس دیا گیا ہے وہ بے لوث اور کسی پھل کی خواہش کے بغیر عمل ہے۔

گیتا میں شری کرشن کہتے ہیں کہ کام کرنا مرد و عورت کا مقدر ہے۔ راہ عمل یا کرم یوگ بے لوث عمل پر منحصر ہے' لیکن عمل سے بے تعلقی پر نہیں۔ عمل کئے بغیر انسان ماورائے عمل حالت نہیں پاسکتا۔ مطلب یہ کہ ہمیں عمل ضرور کرنا چاہیے' لیکن ذاتی غرض اور فائدے کو بالائے طاق رکھ کر۔ زندگی کا مقصد خدمت انسانیت ہے نہ کہ خود پروری۔ خدمت کی نیت سے کیا ہوا عمل بہت اعلیٰ مقام رکھتا ہے' لہٰذا انسان کو چاہیے کہ خود کو خدا کا خادم سمجھ کر مخلوق کی خدمت بجالائے' جو کچھ بھی کرے اپنے آپ کو خادم سمجھ کر کرے۔ جزا یا صلہ کے لالچ سے قطع نظر عمل کرنے والا انسان معمولی نہیں' وہ یوگی ہے' عارف ہے' مہاتما ہے۔

بدھ مت کا مذہبی تجربہ

بدھ کے نظری اور عملی پہلوؤں کا مطمع نظر روحانی بصیرت حاصل کرنا ہے۔ مکتی یا "نروان" بدھ مت کی حتمی منزل ہے۔ گوتم بدھ نے تکلیف اور کرم کے اثرات کے عمل کا سبب زیادہ گہرائی میں جاکر دیکھا' اور مراقبہ (دھیان) کے آٹھ مراحل میں سے گذرا۔ مراقبے کے پہلے مرحلہ میں بھکشو کوئی پرسکون جگہ ڈھونڈتا' زمین پہ بیٹھتا اور پھر کسی چیز پر اپنا دھیان لگادیتا ہے۔ یہ چیز کوئی نیلا پھول' مٹی کا گول ٹکڑا یا ایسی ہی کوئی اور شئے ہوسکتی ہے۔ اس طرح تیار ہوکر وہ روپ کے حلقے کے چار مراقبوں میں داخل ہوتا ہے' جو بے روپ حلقے تک لے جاتے ہیں۔ پھر وہ آنکھیں بند کرکے اسے تصور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ فرض کریں کہ وہ ایک نیلے پھول کو تصور میں لارہا ہے۔ پھر وہ اسے تمام پیش و پس منظر سے جدا کرکے محض نیلے کے طور پر زیر غور لاتا ہے۔

Marfat.com

اس کے بعد وہ آنکھیں بند کرکے اس کا تصور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ کوشش مخصوص آگہی تک مسلسل جاری رہتی ہے۔ لیکن مزید مہارت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کوشش کرنے کا خیال دل میں لائے بغیر مراقبہ کیا جائے۔ یہ دوسرا مرحلہ ہے۔ تاہم ماہر کے شعور میں تین عناصر موجود رہتے ہیں: اپنی کامیابی پر وجد کا احساس' طمانیت اور مسرت۔

روپ (صورت) کی قلمرو کے ان چار مراحل کے بعد بھکشو اعلی تر مراحل میں داخل ہوتا ہے۔ پہلے وہ ہر شئے کو ایسے خیال کرتا ہے جیسے وہ بے سرحد جگہ ہو۔ پھر وہ دنیا کو اس کی تمام اشیاء سے خالی کردیتا اور خالی جگہ (Space) کا تصور کرتا ہے۔ پھر وہ خارجی حقیقت کا یہ تصور بھی ملتوی کرکے حقیقت کو محض شعور پر مشتمل ہونے کے طور پر خیال کرتا ہے۔ "بے شکلی" کے تیسرے مرحلے میں وہ اس فارمولے پر دھیان لگاتا ہے کہ --- "کچھ بھی موجود نہیں۔" آخر کار وہ ادراک اور نہ ہی غیر ادراک کی منزل پر پہنچتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر --- یہ شعور کی ایسی قلمرو ہے جو ادراک یا سوچ جیسی نہیں۔ یہ خالص شعور کا وجدانی تجربہ ہے' جس کے بارے میں بدھسٹ اولیاء کا یقین ہے کہ وہ "نروان" کی حالت ہے۔

دھیان لگانا تکنیکوں کی ایک قسم ہے جسے یوگ (یوگا) کہتے ہیں --- ذہنی و جسمانی قوتوں کو عمل میں لانا۔ بدھسٹ بھکشوؤں کے تمام فرقوں میں دھیان کا وظیفہ ہمہ گیر ہے اور عقائد میں کافی اہمیت کا حامل بھی۔ بھکشوؤں کی خاصی بڑی تعداد نے عارفانہ بصیرت کی ایک حالت پائی جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے ناقابل بیان ہے۔ "آگہی" پانے کے بعد گوتم بدھ نے تجربی دنیا کو اس ماورائی حالت کے پرنور تجربہ کی روشنی میں دیکھا جو اسے حاصل ہوئی تھی۔ اسے "چشم بینا" حاصل ہوئی جس نے اسے زندہ ہستیوں کی حالت میں گہرائی اور وضاحت کے ساتھ دیکھنے کے قابل بنایا۔ تاہم' اپنی بعد کی تعلیمات سے' جب وہ آگہی کے تجربہ سے پیدا شدہ عقائد کی تشکیل کرنے لگا' یہ واضح ہے کہ آگہی کے عمل کا کافی بڑا حصہ اپنی نوعیت میں عقلی تھا۔ اس کا تجربہ محض خالصتاً" وجدانی نہیں تھا۔ یہ چشم بینا تھی جسے شعور کی اعلی ترین حالت کے بل پر عام تجربہ کے

Marfat.com

میدان میں لاگو کیا گیا۔

بلا شبہہ "نروان" کی منزل بدھ مت کی منزل مقصود ہے۔۔۔ آٹھ نکاتی راستہ اس منزل تک پہنچاتا ہے۔ اس کے ذریعہ ہم بدھ کی تعلیمات کے ایک اور پہلو سے متعارف ہوتے ہیں۔ وہ مخصوص سوالوں کے ناقابل جواب ہونے کی وجہ سے ان کی مذمت کرتا ہے' جو "غیر متعین" سوالات ہیں' اور معبود سازی میں مددگار نہیں۔ یہ سوالات دنیا' روح' زندگی و موت کی فطرت پر ہیں' جو کہ عارفانہ اور بہت زیادہ گڑبڑا دینے والے ہیں۔

چنانچہ' بدھ مت بنیادی طور پر تلاش مطلق میں نتائجیت (Pragmatism) لئے ہونے کے باوجود ہماری تجربی شخصیتوں اور مظہری کائنات میں ان کے تجربات کی نسبتی اقدار کے فروغ میں بہت بڑا حصہ رکھتا ہے۔ بدھ کو ماورائیت پسند بھی کہتے ہیں۔ اس تعبیر کی جانب میلان رکھنے والے پیروکاروں نے بدھ کی خاموشی میں سے ماورائیت اور تصوف کا ایک فلسفہ تشکیل دیا۔

عیسائی مذہبی تجربہ

عیسائی تصوف بیش بہا روحانی سند ہے۔ یونانی فلسفی افلاطون کو عیسائی تصوف کا بانی خیال کیا جاتا ہے۔ اس کا سارے کا سارا فلسفہ روحانی اور مابعدالطبیعیاتی ہے۔

افلاطون اور پلوٹینس:

عیسائی تصوف عیسیٰ مسیح تک ہی محدود نہیں' بلکہ یہ عیسائیت کے مذہب اور فلسفہ کا احاطہ کرتا ہے۔ دنیائے روح کے بارے میں یہ افلاطون کا شدید احساس ہی تھا جس نے اسے زمین پر اس قسم کی ریاست بنانے پر راغب کیا جس میں روح کی زندگی ممکن ہو۔ جس بنیادی مسئلے کے ساتھ افلاطون نے اپنا خصوصی تعلق بنایا وہ ثنائی تھا' یعنی مظاہر کے مقابلہ میں حقیقی کی نوعیت کیا تھی' اور ہم اسے کیسے جان سکتے تھے؟

افلاطون کا نظریۂ اعیان یا صورت قطعی عارفانہ ہے۔ اس کے مطابق اعیان کی دنیا حقیقی دنیا ہے۔ اعیان کی ابدی دنیا حقیقی دنیا ہے۔ اس دنیا میں ہمیں بلند درجے تک جانا

Marfat.com

چاہیے۔ چنانچہ افلاطون کے خیال میں روح انسان کا اہم ترین حصہ ہے۔ خود افلاطون کی "خالص فلاطونیت" وہ تنا تھی جس میں سے پلوٹینس کی نوفلاطونیت کی شاخیں پھوٹیں۔ بعد کا عیسائی تصوف زیادہ تر اسی پر منحصر ہے۔

افلاطون اور پلوٹینس نے دنیا کی علت ایک تثلیث کو بتایا ہے۔ جو مندرجہ ذیل پر مشتمل ہے:

i۔ واحد--- تمام امتیازات سے بالاتر حقیقت مطلق۔ "آپ ایک ہستی نہیں بلکہ اس ہستی کا ماخذ ہیں جو اس کی اولین اولاد ہے۔ "واحد" کامل ہے، یعنی اس کے پاس کچھ نہیں، وہ کسی چیز کا بھی متمنی نہیں، اسے کسی شے کی ضرورت نہیں، لیکن ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ چھلکتا ہے، اور یہ چھلکنا تخلیقی ہے۔"

ii۔ ناؤس یا فراست--- الوہی ذہن کی روح واحد کی تجسیم کے طور پر۔ ایک حقیقی "لفظ" تمام الوہی تصورات اور علتوں کے لئے منبع یا ہستی جو معقول دنیا کو فیض دیتا ہے۔ ناؤس میں سے مطلق حقیقت اور محدود دنیا کا متوسل پیدا ہوتا ہے۔

iii۔ نفس--- ہماری طبعی کائنات میں گذاری ہوئی دشوار اور علتی زندگی اور اس کے حیات بخش اصول تمام موجودات کی علت اور سہارا ہیں۔

اسی مطابقت میں، انسان تہری فطرت کا حامل ہے، جیسا کہ سینٹ پال نے بیان کیا: جسم، نفس اور اور روح--- Soma' Soul and Spirit۔ صوفیانہ راہ کے تین درجے انہی کے مطابقت میں ہیں: جسم اور اس کی اشتہاؤں کی پاکیزگی، نفس کی بصیرت اور حاصل کردہ مراقبہ، جب انسان وہ روحانی پر پیدا کرلیتا ہے جو اسے ناؤس یا فراست کے ساتھ رابطہ کرنے کے قابل بناتے ہیں۔

سینٹ جان اور سینٹ پال

سینٹ جان اور سینٹ پال کے تصوف کو مسیحی تصوف کی اصطلاح میں بیان اور الوہی تصوف سے متمیز کیا جاتا ہے۔ تاہم، یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ متضاد نہیں۔ سینٹ جان اور سینٹ پل کے خیال میں مسیح زندگی اور زندگی دینے والا دونوں

Marfat.com

ہے' ظاہر اور ظاہر کرنے والا بھی' راہ بھی اور راہنما بھی۔

سینٹ جان کے چوتھے مکاشفہ کو مذہب کا صوفیانہ پہلو خیال کیا جاتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ' ''آغاز میں لفظ تھا' اور لفظ خدا کے ساتھ تھا' اور لفظ ہی خدا تھا۔ وہ شروع میں خدا کے ساتھ تھا' تمام چیزیں اس میں سے جنم لیتی تھیں' اور اس کے بغیر کوئی بھی شئے ہستی میں نہ آتی تھی۔ زندگی اس کے اندر تھی' اور زندگی انسانوں کی روشنی تھی۔ روشنی تاریکی میں چمکتی ہے اور تاریکی اس پر غالب نہیں آتی۔ ہر انسان کو پرنور کرنے والی روشنی دنیا میں آرہی تھی۔ خدا دنیا کے اندر تھا' اور دنیا اس میں سے بنی' تاہم دنیا اسے نہیں جانتی۔'' جان کے خیال میں دنیا بیک وقت تخلیق کی نمائندہ اور اس کی تیاری بھی ہے۔ جو کچھ بھی وجود میں آیا وہ ''اس'' کے اندر زندگی تھا۔ اسی خدا کے توسط سے تمام چیزیں بنیں۔

سینٹ جان قطعی طور پر وعدہ کرتا ہے کہ تمام مسیحی خدا کے ساتھ اندرونی رابطہ قائم کریں گے۔ ''وہ تمہیں تمام چیزیں سکھائے گا' اور تمہارے ذہن میں تمام چیزیں لائے گا۔''

سینٹ پال نے رہبانیت اور تصوف کی بنیادوں میں بھی اہم حصہ ڈالا۔ اس کا سارا پیغام یہ فہمائش ہے کہ بپتسمہ کے موقع پر مسیح کے ساتھ قائم ہونے والے قریبی اتحاد کی حقیقت میں زندگی گذاری جائے۔ سینٹ پال کو ایک عارفانہ نظر حاصل تھی اور اس کے ذریعہ اس نے خدا کی مخفی دانائی پر بات کی۔ یہ عارفانہ نظر خدا نے اسے تخلیق کائنات سے قبل ودیعت کی تھی۔ بائبل میں مسیح کی سریت کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ ''کوئی بھی شخص مسیح میں سما کر نئی مخلوق بن جاتا ہے۔ تمام چیزیں خدا کی ہیں' جس نے عیسیٰ مسیحؑ کے ذریعہ ہمیں اپنے مطابق بنایا ہے۔''

مسیح کے ساتھ اتحاد' مسیح کے ہمارے اندر قیام پر پال کے اصرار نے لوگوں کو اس کے مسیحی تصوف پر بات کرنے کے لئے مائل کیا۔ سینٹ پال کا بنیادی عقیدہ ہے کہ مسیح ہمارے اندر موجود نہیں' اور یہ سکونت پذیر روح مصلوب مسیح کے ساتھ اس کے ذہن میں مقید ہے' یعنی اس انسان کے ساتھ جو صلیب پر فوت ہوا۔

Marfat.com

مسیحی تصوف اور الوہی تصوف کے علاوہ فطری تصوف اور نفسی تصوف بھی موجود ہے۔ فطری تصوف فطری روح یا خدائے واحد کے نفوذ کلی کے احساس پر مشتمل ہے۔
خالص نفسی تصوف میں خدا کی موجودگی کا تصور کسی بھی قابل بیان صورت میں موجود نہیں۔ روح یا نفس کو بذات خود مقدس اور مخفی خیال کیا جاتا ہے۔ غیر مخلوق روح یا نفسی فطرت یا خدا کے ساتھ صحبت پذیر ہونے کے لئے نہیں بلکہ ایسی حالت میں داخل ہونے کی جدوجہد کرتی ہے جہاں خود اس کے علاوہ کسی بھی چیز سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔

اسلامی مذہبی تجربہ

اسلام ہمہ گیر الہام کی تعلیم دیتا اور تمام مذاہب کو خدا کی جانب سے القائی اور مخصوص ضروریات پوری کرنے والے خیال کرتا ہے۔
قرآن کی بہت سی صورتوں میں خدا کی واحدانیت پر خصوصی زور دیا گیا ہے۔
"اور تمہارا معبود واحد معبود ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (وہ) بے حد رحم کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔" (سیقول۔ آیت 164)
یہ تصور تصوف کا ایک بنیادی نظریہ ہے' یعنی دنیا الوہی شعور میں شامل ہے۔ "وہ اول بھی ہے اور آخر بھی' اور ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔" (سورہ الحدید' آیت 4)
سرسید احمد تعریفی کے الفاظ میں "مسلمانوں کا سیدھا سادا عقیدہ یہ ہے کہ خدا ایک ہے۔ وہ اپنے واحد متبرک جوہر میں موجود ہے۔ وہ تمام چیزوں کو عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ تمام اشیاء اپنے وجود کے لئے اسی پر منحصر ہیں۔ وہ کسی پر منحصر نہیں۔"
ﷲ ارض و سمٰوت کا واحد خالق ہے۔ وہ قادر مطلق خدا ہے۔ قرآن کی ہر سورۃ' ماسوائے نویں سورہ التوبہ کے' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہوتی ہے' انسان کا دل اللہ کی قربان گاہ ہے' اور ہر مسلمان مومن ہے۔ خدا کی واقعیت میں سچے اہل ایمان کے لئے تمام مقامات مقدس ہیں' کیونکہ اللہ مشرق و مغرب میں محیط ہے' لہٰذا تم اپنا

Marfat.com

چہرہ کسی بھی سمت میں کرو' وہاں اللہ کا چہرہ موجود ہے۔

ایک فارسی صوفی لکھتا ہے کہ میں نے اس کائنات کو الوہی اسرار کا دفینہ پایا۔ مرکبات اور اتفاقات' عناصر' اجسام' قوتیں اور خواص ان اسرار کے پردے ہیں۔

مختلف صوفیانہ مکاتب نے عارفانہ دینیات کے متعدد کم و بیش مختلف نظریات تشکیل دیئے ہیں۔ انہیں سات نکات میں مرتب کیا جاسکتا ہے۔

1۔ الوہی جوہر قطعی خالص اور خصوصیات سے مبرا ہے۔

2۔ خدائی روحانی حقیقت کائنات کا الحق' مطلق وجود' اور سچائی' خوبصورتی اور محبت کا جوہر ہر جگہ موجود اور زمان و مکاں سے ماورا ہے۔

3۔ تمام اختلاف اور تکثیریت مطلق حقیقت اور قدر سے عاری ہے۔

4۔ تخلیق کا ایک مقصد ہے۔

5۔ خدا کا مستعد پہلو' کائناتی روح ساری کائنات میں جان ڈالتی ہے' یہ روح اور زندگی کے ہر قاعدے میں موجود ہے' جو خدا کے اور خدا کی جانب سے ہیں۔

6۔ سچے علم' خوبصورتی اور نیکی کا واحد جوہر ہی حقیقی ہے۔

7۔ انسانی زندگی کا بلند ترین مقصد وصل الہٰی ہے۔

تصوف اسلام میں باطنیت کا ایک عنصر ہے۔ صوفی خدا کو دوست اور محبوب کی طرح پیار کرتے ہیں۔ خدا حس یا عقل کے ذریعہ نہیں لیکن براہ راست مذہبی تجربہ سے جانا جاسکتا ہے۔ یہ براہ راست مذہبی تجربہ حاصل کرنے کے لئے انسان کو سب سے پہلے اپنی خود غرض ادنیٰ ذات کو مسخر کرنا لازمی ہے۔ پاکیزگی' بھگتی اور خدا کو ماننا حصول خدا کے تین مرکزی مراحل ہیں۔

تصوف کا دارومدار "بصیرت یا وجدان" پر ہے۔ وجدان کی جستجو تین قسم کی ہے: (1) خدا کی جانب سے حاصل کردہ علم' جو خدا کے منکشف کردہ ضابطے پر مشتمل ہے' (2) خدا کی مدد سے حاصل کردہ علم' جو باطنی عقیدے کا ہے' اور (3) خدا کا علم' جس کے حامل پیغمبر' اولیاء اور اساتذہ تھے جن کا خدا کے ساتھ براہ راست رابطہ تھا اور وہ خدا کی راہنمائی میں کام کرتے تھے۔

○○

Marfat.com

حصہ دوم

(مذاہب عالم)

Marfat.com

11

اسلام

"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

مذہب اسلام کے بانی اور خاتم النبین حضرت محمدؐ 570 عیسوی میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ عربی زبان کا لفظ "محمدؐ" حمد سے مشتق ہے۔ عہد جوانی میں آپؐ نے بکریاں چرانے کا پیشہ اپنایا اور خوبصورت نخلستانوں میں آپؐ نے کئی مرتبہ اپنے اردگرد الوہی قوت کی موجودگی محسوس کی۔ آپؐ پر اکثر وجد کی کیفیت طاری ہوجایا کرتی تھی۔

حضرت محمدؐ کا دل دیدار الٰہی کا متمنی تھا اور آپؐ نے خدا کا حقیقی مذہب جاننا چاہا۔ چنانچہ آپؐ خاموش وادیوں اور غار حرا میں چلے جاتے جو مکہ مکرمہ کے شمال میں تقریباً" تین میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں آپؐ غار میں کئی کئی دن تک اکیلے یا پھر حضرت خدیجہؓ کے ساتھ رہتے۔ آپ نے اعلیٰ ترین صداقت کی روحانی روشنی کی تلاش میں کئی سال گذارے۔ چالیس برس کی عمر میں آپؐ کو خدا نے فیضیاب کیا اور آپؐ کو لوگوں کا نبی ہونے کی بشارت دی گئی۔ اس موقع پر آنحضورؐ وہ آیات دہرانے لگے جو الہام کے دوران آپؐ پر نازل ہوئی تھیں۔ یہ آیات بعد ازاں قرآن پاک میں بھی شامل ہوئیں۔ اللہ کی جانب سے حکم ملنے پر آپؐ نے لوگوں کو سچے مذہب کی جانب مائل کرنا شروع کیا۔ لیکن شروع شروع میں مکہ کے لوگوں نے زیادہ توجہ نہ دی اور آپ کی شان میں گستاخی کے مرتکب بھی ہوئے۔ لیکن خدا کی وحدانیت پر آپؐ کا یقین دریا کی طرح تمام حدیں توڑ کر بہہ نکلا اور آس پاس کے ریگستانوں کو سیراب کرنے لگا۔ 44 برس کی عمر میں آپؐ کو اپنی نبوت کا یقین ہوگیا اور آپؐ کے ذہن سے تمام مشکوک و شبہات مٹ گئے۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ آپؐ کے ماننے والوں کی تعداد بڑھتی گئی۔

Marfat.com

63 سال کی عمر میں 632ء میں آپؐ کا وصال ہوا۔

حضرت محمدؐ کو کامل یقین تھا کہ خدا دو تین یا زیادہ نہیں بلکہ صرف اور صرف ایک ہے۔ یہ عظیم ترین سچائی پہلے کلمے میں مجسم ہے:--- لا الہ الا اللہ' یعنی خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اللہ دنیا کو بنانے' قائم رکھنے اور تباہ کرنے والا ہے۔ وہ قادر مطلق' علم و خبیر اور مطلق ہے۔ اللہ تعالیٰ از ازل تا ابد موجود ہے۔ وہ ناقابل تغیر' رحیم اور شفیق ہے۔ دنیا کی واحد علت ہونے کی وجہ سے وہ طبعی ہونے کے ساتھ ساتھ ماورا بھی ہے۔

رسول اللہؐ نے صنم پرستی کو غلط قرار دیا اور "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی تبلیغ کی۔ آپؐ نے صرف اور صرف واحد ولا شریک اللہ کی عبادت کرنے کا حکم فرمایا۔ آپؐ نے اہل ایمان کو تلقین کی کہ اللہ کی عبادت کرو' خیرات دو اور بیماری یا سفر میں نہ ہونے پر روزہ رکھو۔ آپ نے کہا کہ سچ بولو' لوگوں کی امانتیں انہیں بحفاظت اور پوری کی پوری لوٹاؤ' پڑوسیوں کے ساتھ لین دین میں محبت کا مظاہرہ کرو۔ آپؐ نے دھوکہ بازی' بدقماشی اور خونیں جھگڑوں سے بچنے کی تعلیم دی۔ آپ نے مسلمان برادری سے کہا کہ یتیموں کو ان کی جائیداد سے محروم نہ کرو' اور عورتوں کے ساتھ بدکاری مت کرو۔

دریں اثناء الہام کا سلسلہ جاری رہا اور جبرائیل علیہ السلام نے ظاہر ہو کر آپؐ کو عقیدہ اسلام کے حوالے سے خدائی احکامات پہنچائے' مثلاً" جنت اور دوزخ' اہل ایمان کے لئے جنت کے لطف و کرم' ایمان نہ لانے والوں کے لئے دائمی دوزخ' روز قیامت' وغیرہ۔

"اسلام" کا مطلب روح کو "خدا کے حضور سربجود" کرنا ہے۔ رسول اللہؐ نے خدائے واحد کی بادشاہت اور وحدانیت کی تبلیغ کی۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ارض و سما کا خالق ہے۔ وہ مطلق' ابدی' لامحدود خدا ہے۔ اللہ حیات' علم' قدرت' ارادہ' سماع' بصر اور کلام کا سرچشمہ ہے۔ بطور حیات وہ دنیا کی ہر زندہ شے کا ماخذ ہے۔ بطور علم وہ ہر چیز سے آگاہ ہے۔ بطور قدرت وہ دنیا کی ہر چیز کا خالق ہے (بشمول ارض

و سماء)۔ بطور ارادہ میں دنیا میں وقوع پذیر ہونے والی ہر بات کا تعین کرتا ہے۔ بطور سماع وہ کان نہ ہونے کے باوجود سب کچھ سنتا ہے۔ بطور کلام وہ زبان نہ ہونے کے باوجود بات کرتا ہے۔ وہ متعدد دیگر خصوصیات بھی رکھتا ہے۔

دینِ اسلام کے پانچ ستون

سماجی اخلاقی فرائض کی انجام دہی کے لئے ایک اہل ایمان سے پانچ مذہبی اقدامات کی توقع کی جاتی ہے۔ انہیں اسلام کے "پانچ ستون" کہا جاتا ہے' جو مندرجہ ذیل ہیں:

(1) عقیدہ' (2) نماز' (3) زکوہ' (4) روزہ' اور (5) حج۔

عقیدہ: یہ خدا کی وحدانیت پر مکمل اور غیر متزلزل یقین ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے علاوہ' ہر مسلمان کو ایمان کی مندرجہ ذیل جزئیات پر یقین رکھنا بھی ضروری ہے: (i) خدا پر ایمان' (ii) ملائکہ پر ایمان' (iii) قرآن پاک پر ایمان' (iv) انبیاء پر ایمان' (v) قیامت پر ایمان' (vi) خدا کے قادر مطلق ہونے پر ایمان' اور (vii) رسول اللہؐ کے خاتم النبین ہونے پر ایمان۔

نماز: قرآن پاک میں نماز کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ نماز کا مقصد درخواست کرنا نہیں بلکہ اللہ کے حضور سر تسلیم خم کرنا ہے۔ نماز مسلمان کی مذہبی زندگی کا محور ہے۔ دن میں پانچ وقت نماز ادا کرنا مسلمانوں کے لئے ہمہ گیر قانون ہے۔ طلوع آفتاب' عروج آفتاب' سہ پہر' غروب آفتاب اور تاریکی ہوجانے پر بالترتیب فجر' ظہر' عصر' مغرب اور عشاء کی نماز قبلہ رو ہو کر پڑھی جاتی ہے۔ جب ممکن ہو عبادت کر لینی چاہیے' لیکن نماز جماعت کی صورت میں مسجد میں پڑھنا قابل ترجیح ہے۔ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے کاروبار بند کرنے کی ہدایت کی گئی۔

زکوٰۃ: زکوٰۃ ایک قسم کا مذہبی محصول ہے۔ یہ غرباء کے لئے بخوشی اور مرضی سے دیا جانے والا تحفہ ہے۔ قرآن پاک میں غرباء اور محتاجوں کی مدد کے لئے پیسے دینے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد سماجی حیثیت کے اعتبار سے ہر فرد کو برابری کی سطح پر لانا ہے۔ زکوٰۃ غریب اور امیر کے درمیان فرق گھٹانے میں مدد دیتی

ہے۔ اسلام میں خیرات کرنے پر بھی زور دیا گیا۔ مثلاً ارشاد ہے کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے اچھا ہے' اوپر والا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچے والا ہاتھ مانگنے والا۔

روزہ: مذہبی وظیفہ کی چوتھی بنیادی شرط روزہ رکھنا ہے۔ روزے کو مذہب کا دروازہ قرار دیا گیا۔ روزہ تین قسم کا ہے: (1) پیٹ اور جسم کے دیگر حصوں کو اشتہاء اور شدید خواہش کی تسکین کرنے سے روکنا' (2) آنکھوں' کانوں' زبان' ہاتھوں' پاؤں اور جسم کے دیگر حصوں کو گناہ سے روکنا' (3) دل کو دنیاوی حرص اور سوچوں کو خدا کے علاوہ تمام چیزوں سے پاک کرنا۔ سارے ماہ رمضان میں روزے رکھے جاتے ہیں' اور ماہ کے آخر میں عیدالفطر منائی جاتی ہے۔

حج: بیت اللہ کی زیارت کرنا مسلمانوں کے مذہبی وظائف کا پانچواں بنیادی عنصر ہے۔ ذوالحجہ کے مقدس مہینے میں دنیا بھر سے ہزاروں حجاج کرام خانہ کعبہ کے گرد اکٹھے ہوتے ہیں۔ حج عید الفطر سے دس ہفتے بعد ہوتا ہے۔ حجاج کرام روزۂ رسولؐ پر بھی حاضری دیتے ہیں۔ ہر صاحب استطاعت اور تندرست مسلمان کے لئے زندگی میں ایک مرتبہ حج کا فریضہ ادا کرنا ضروری ہے۔ حج دنیا بھر کے مسلمان میں جذبۂ اتحاد کو بھی فروغ دیتا ہے۔ مکہ اور مدینہ کے مقدس مقامات میں تمام دنیاوی امتیازات ختم ہوجاتے ہیں۔

فلسفۂ اسلام

اسلام کی حیثیت محض ایک مذہب کی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ہے۔ یہ انداز حیات اور ضابطہ حیات بھی ہے۔ یہ کچھ اخلاقی اصول اور سماجی ثقافتی فلسفہ بھی پیش کرتا ہے۔ ارسطو اور نوفلاطونیت سے متاثر الکندی' الفارابی' ابن سینا اور ابن رشد نے کائنات اور خدا کی قدرت کے بارے میں استدلالی تشریحات پیش کیں۔ صوفی الغزالی نے کچھ احادیث اور صوفیانہ تجربے کی تعبیر تصوف کے حوالے سے کی۔ تصوف اور استغراقی تصورات آٹھویں صدی عیسوی میں ہی اسلام کے اندر ترقی پاچکے تھے۔ لفظ ''صوفی'' صوف یعنی کھردرے کھدر سے مشتق ہے' اور صوفی ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو

Marfat.com

دنیاوی حرص و ہوا اور آسائشات سے دامن بچا کر سادگی اور پرہیزگاری کی زندگی خدا کی یاد میں بسر کرے۔

الغزالی نے اپنی تحقیقات تین صورتوں میں جاری رکھیں۔ پہلی صورت میں اس نے ایک محض نظری اور متکلمانہ دینیات کو نامنظور کرنا چاہا۔ دوسری صورت میں اس نے ایسے یونانی فلسفیانہ تصورات کو رد کرنے کی خواہش کی جو قرآن مجید کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتے تھے۔ تیسرے' وہ تصوف کے حد سے بڑھے ہوئے دعووں کی کوئی حد بندی چاہتا تھا۔ اس کے خیال میں دنیا خدا میں سے ظاہر نہیں ہوئی' بلکہ خدا کی تجسیم ہے جو ہر چیز میں نفوذ پذیر ہے۔

اسلام کی اخلاقیات

اسلام کے اخلاقی اصول مسلمانوں کے طرز عمل' برتاؤ اور مذہبی سرگرمیوں کے ساتھ بہت قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ قرآن میں کہا گیا کہ غلاموں کے ساتھ انسانی سلوک روا رکھا جائے۔ مسلمان ہو جانے والے غلام کو آزاد کر دینے والا آقا اچھا خیال کیا جاتا تھا۔ قرآن کی دیگر تین ہدایات قابل ذکر ہیں' یعنی جوابازی' شراب اور سور کے گوشت سے پرہیز۔ قرآن پاک میں کہا گیا ہے کہ جوابازی اور شراب نوشی گناہ ہے جبکہ سور کا گوشت پلید ہوتا ہے۔

ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ برادرانہ اور فیاضانہ سلوک کرنا چاہیے۔ مذہب اسلام خدمت کو بہت زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ انسانیت کی بھلائی اور انسانوں کی خدمت کا مطلب خدا کی اطاعت شعاری کرنا ہے۔ اسلام امن و سلامتی' طمانیت اور رضائے خدا تسلیم کرنے کا مذہب ہے۔ مسلمان سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ نرم دل' مخلص' حق پرست' مخیر' اور گناہ سے دامن بچانے والا بنے۔

مذہبی صحائف

دین اسلام کے مطابق قرآن پاک قیامت تک پوری کائنات کے لئے نور و ہدایت

Marfat.com

کا سرچشمہ ہے۔ قرآن کی حاکمیت اعلیٰ غیر متزلزل ہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ قرآن پاک کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کے ذریعہ انسانوں کو مخاطب کیا۔ رسول اللہؐ نے ہی قرآن مجید کی آیات لوگوں تک پہنچائیں۔ قرآن پاک میں 30 پارے اور 6'666 آیات ہیں۔ مذاہب عالم کی عظیم کتب کے درمیان قرآن پاک کی حیثیت عظیم تر ہے۔ یہ دنیا کی غالباً واحد ایسی کتاب ہے جو ہزاروں مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ خدا نے قرآن پاک کی حفاظت خود کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ مسلمان اس کتاب کی شان میں زرہ برابر گستاخی بھی برداشت نہیں کرتے' اور تمام مذہبی تہواروں اور اہم موقعوں پر برکت کے لئے قرآن پاک کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں۔

مسلمان فرقے

عقیدے' مذہب اور خدا پر ایک جیسا مضبوط یقین ہونے کے باوجود مسلمان بہت سے فرقوں میں تقسیم ہیں۔ حضرت محمدؐ نے خود پیشگوئی کی تھی کہ امت مسلمہ 72 فرقوں میں بٹ جائے گی۔

دو مرکزی فرقے اہل تشیع اور اہل سنت ہیں۔ اہل سنت مسلمان پہلے تین خلفائے راشدین حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ کی روحانی حاکمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ جبکہ اہل تشیع حضرات کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسول اللہؐ کے بعد اسلام کے روحانی رہنما ہیں۔ اہل سنت مسلمان اکثریت میں ہیں اور ان کا مسلک سنت کی بنیاد پر ہے۔ بایں ہمہ' بہت سے خطوں میں شیعہ فرقہ بھی غالب ہے۔ ایران' عراق میں اہل تشیع کا غلبہ ہے۔ جبکہ زیادہ تر مسلم دنیا میں اہل سنت فرقہ والوں کی اکثریت ہے۔

نتیجۂ بحث

اسلام مسلمانوں کو اللہ کی ہدایت کے مطابق زندگی گذارنے پر زور دیتا ہے۔ "لا

Marfat.com

الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" سارے مذہب کی بنیاد ہے۔ مسلمان کہلانے کے لئے سب سے پہلے خدا کی وحدانیت' رسول اللہؐ کے آخری نبی ہونے او قرآن شریف کے آخری کتاب ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے۔ نماز' روزہ' حج اور زکوہ بھی دین اسلام کے ستون ہیں جن کے بغیر ایمان کی عمارت کھڑی نہیں ہو سکتی۔

قرآن پاک کو دنیا بھر کی مذہبی کتب میں ایک ممتاز اور بے مثال مقام حاصل ہے۔ آیات کا ترنم اور پاکیزگی سننے والے کی سماعت اور دل دونوں پر اثر کرتی ہے۔ یہ رشد و ہدایت اور ابدی دانائی کی کتاب ہے۔ قرآن پاک میں قادر مطلق کی یکتائی اور وحدانیت پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے جو دین اسلام کی اساس ہے۔ قرآن پاک کے مطابق راستباز رویہ' پرہیز گاری ' حقوق اللہ اور حقوق العباد پورے کرنا ہی حقیقی اسلام ہے۔ قرآن پاک کا ایک اہم ترین پیغام یہ بھی ہے کہ ساری انسانیت اور ساری تخلیق ایک برادری کی حیثیت رکھتی ہے۔

☆○☆

Marfat.com

12

عیسائیت

"میں راہ ہوں--- ہاں، اور سچائی اور زندگی۔ میرے وسیلے کے بغیر کوئی بھی باپ تک رسائی نہیں پاسکتا۔" (عیسیٰ مسیحؑ)

عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ مسیحؑ کو افلاکی باپ کی تجسیم اور انسانیت کا نجات دہندہ مانتے اور ان کی عبادت کرتے ہیں۔ یقین کیا جاتا ہے کہ وہ تقریباً" دو ہزار سال پہلے بیت اللحم میں کنواری ماں کے بطن سے 25 دسمبر کو پیدا ہوئے۔ بارہ سال کی عمر میں انہوں نے عالم فاضل یہودیوں کے مشکل ترین دینیاتی سوالات کا جواب دے کر الوہی ذہانت کا مظاہرہ کیا۔ یروشلم میں عظیم میلے کے موقعہ پر انہوں نے لاتعداد بے گناہ میمنوں کی قربانی اور ان کا خون خدا کی نذر ہوتے دیکھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے یہودی مذہب کی تشکیل نو کرنا ضروری سمجھا۔

بپتسمہ کے موقعہ پر غیب سے ایک آواز سنائی دی' "یہ میرا پیارا بیٹا ہے' جس پر میں بہت خوش ہوں۔" تقریباً" تیس سال کی عمر میں عیسیٰؑ عوام کے سامنے نمودار ہوئے اور غریبوں کو تعلیم دی' بیماروں کو شفاء دی' برائیوں کو دور کیا' اندھوں کی بصارت اور بہروں کی سماعت بحال کی' مردوں میں جان ڈالی' پانی پر قدم رکھے اور بہت سے معجزے دکھائے۔ کینہ پرور پیروکاروں نے عیسیٰؑ پر ملحدیت کا الزام لگایا اور انہیں

Marfat.com

گاؤں کے گورنر کے سامنے مقدمہ کے لئے لایا گیا۔ گورنر نے سزائے موت سنائی اور انہیں مصلوب کروایا گیا۔ موت کے بعد ان کی تعلیمات اور وعظ دنیا بھر میں پھیل گئے۔ معتقدین نے انہیں عیسیٰ مسیح اور خود کو عیسائی یا مسیحی کہا۔

عیسیٰ مسیح کی تعلیمات

حضرت عیسیٰ مسیح دنیا کے عظیم استاد تھے۔ انہیں بچپن سے ہی خدائی بصیرت حاصل تھی۔ وہ پاکیزگی اور سچائی کی تجسیم تھے۔ ترک دنیا' نفس کشی اور ایثار کے ذریعہ انہوں نے تمام قوموں کے روحانیت پرست لوگوں کے دل فتح کئے اور انہیں برکت کی زندگی گزارنے' دوسروں کے لئے کام کرنے اور انسانیت کی خاطر جان نثار کرنے کی تعلیم دی۔

حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات میں خیرات' نفس کشی' ترک دنیا' تزکیۂ نفس' ہمہ گیر محبت اور خدا پر یقین کا کا بیج بویا گیا۔ مسیح کے لئے خدا کو "باپ" کہہ کر پکارنا بالکل فطری اور گرانقدر تھا۔ ان کے اور دنیا کی باقی تمام مخلوقات کے لئے خدا باپ تھا۔ "میں اور میرا باپ ایک ہی ہیں۔"

عیسیٰ مسیح نے کوہ سینائی پر اپنی کچھ قابل قدر تعلیمات پیش کیں' جو مندرجہ ذیل ہیں:

"تمہارا دل نہ گھبرائے۔ تم خدا پر ایمان رکھتے ہو مجھ پر بھی ایمان رکھو۔ میرے باپ کے گھر میں بہت سے مکان ہیں۔ اگر نہ ہوتے تو میں تم سے کہہ دیتا' کیونکہ میں جاتا ہوں تاکہ تمہارے لئے جگہ تیار کروں۔ اور اگر میں جاکر تمہارے لئے جگہ تیار کروں تو پھر آکر تمہیں اپنے ساتھ لوں گا تاکہ جہاں میں ہوں تم بھی ہو۔" (یوحنا' 14 ب: 1 تا 3)

"...... میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر ایمان رکھو اور شک نہ کرو تو بہت کچھ کرلو گے...... بلکہ اگر پہاڑ سے بھی کہو گے کہ تو اکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ تو یوں ہی ہو جائے گا۔ اور جو کچھ دعا میں ایمان کے ساتھ

Marfat.com

مانگوگے وہ سب تم کو مل جائے گا۔" (متی' 21 ب: 21 ' 22)

"...... اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی جان کی فکر نہ کرنا کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے؟ اور نہ اپنے بدن کی کہ کیا پہنیں گے؟ کیا زندگی خوراک سے اور بدن پوشاک سے بڑھ کر نہیں؟ ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے' نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں' پھر بھی تمہارا آسمانی باپ ان کو کھلاتا ہے۔ کیا تم ان سے زیادہ قدر نہیں رکھتے؟ تم میں سے ایسا کون ہے جو فکر کرکے اپنی عمر میں ایک گھڑی بھی بڑھا سکے....... اس لئے فکر مند ہو کر یہ نہ کہو کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں یا پہنیں گے' کیونکہ تمہارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ تم ان سب چیزوں کے محتاج ہو....... پس کل کے لئے فکر نہ کرو کیونکہ کل کا دن اپنے لئے آپ فکر کر لے گا۔ آج کے دن کے لئے آج ہی کا دکھ کافی ہے۔" (متی' 6 ب: 24 تا 34)

حضرت عیسیٰؑ کے وعظ

1۔ مبارک ہیں وہ جو غریب ہیں' کیونکہ ان کے لئے آسمان کی بادشاہت ہے۔

2۔ مبارک ہیں وہ جو دکھ سہتے ہیں' کیونکہ انہیں راحت ملے گی۔

3۔ مبارک ہیں وہ جو کمزور ہیں' کیونکہ وہ زمین کی میراث پائیں گے۔

4۔ مبارک ہیں وہ جو سچائی کے لئے بھوکے اور پیاسے ہیں' کیونکہ ان کو تسکین ملے گی۔

5۔ مبارک ہیں وہ جو درد مند ہیں' کیونکہ انہیں رحم حاصل ہوگا۔

6۔ مبارک ہیں وہ جن کا دل پاکیزہ ہے' کیونکہ وہ خدا کو دیکھیں گے۔

7۔ مبارک ہیں وہ جو امن پسند ہیں' کیونکہ انہیں خدا کے بیٹے کہا جائے گا۔

8۔ مبارک ہیں وہ جو سچائی کی خاطر مصلوب کئے جاتے ہیں' کیونکہ آسمان کی بادشاہت ان کی ہے۔

Marfat.com

9۔ مبارک ہو تم جب آدمی تم پر میرے حوالے سے ظلم کرتے اور ہر قسم کی بری بات کہتے ہیں۔

10۔ خوش اور مسرور ہو' کیونکہ آسمان میں تمہارا انعام بہت عظیم ہے' کیونکہ آدمیوں نے تم سے پہلے آنے والے نبیوں کو بھی قتل کیا۔

عیسائیت کا فلسفہ

عیسیٰ مسیحؑ اور خدا: عیسیٰ مسیحؑ نے زور دیا ہے کہ خدا شخصی ہے۔ عہد نامہ عتیق میں خدا شخصی حوالے سے بات کرتا ہے۔ مسیحؑ نے کہا: "ابتداء میں مسیح تھا اور مسیح خدا کے ساتھ تھا اور مسیح (کلام) خدا تھا۔ یہی ابتداء میں خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اس کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں اور جو کچھ پیدا ہوا ہے اس میں سے کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی۔ اس میں زندگی تھی اور وہ زندگی آدمیوں کا نور تھی۔ اور نور تاریکی میں چمکتا ہے اور تاریکی نے اسے قبول نہ کیا۔" (یوحنا' 1 ب: 1تا 5)

خدا ایک ہے۔ وہ اولین محرک یا بے علت علت ہے۔ خدا نے عدم میں سے دنیا تخلیق کی۔ خدا نے اپنے ارادے سے دنیا بنائی۔ دنیا کی تخلیق زمان و مکاں میں ' بلکہ خدا نے زمان و مکاں کی تخلیق دنیا کے ایک حصے کے طور پر کی ۔ تخلیق شدہ دنیا اچھی ہے۔ خدا اچھا' شفیق اور عادل ہے۔ خدا اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے۔ خدا مہربان ہے۔ خدا اگرچہ مطلق اچھائی اور مطلق علم ہے لیکن انسان کو غلط راہ پر چلنے اور نتائج کا دکھ سہنے سے بچانے کا اختیار نہیں رکھتا۔

مندرجہ بالا تمام خوبیاں کم و بیش خود حضرت عیسیٰؑ میں پائی جاتی تھیں۔ حضرت عیسیٰؑ بھی باپ یعنی خدا کے برابر ہیں۔ سینٹ جان کے مطابق حضرت عیسیٰؑ انجیل میں کہتے ہیں: "باپ مجھ سے عظیم تر ہے۔" (یوحنا' 14 ب: 28) ایک اور جگہ پر وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ انہیں باپ سے "ہدایت" ملی ہے اور وہ اپنے طور پر "کچھ نہیں کر سکتے"۔ یوحنا کی انجیل میں تصدیق کی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ باپ کے برابر ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ خود بھی باپ کی ہم سری کا دعویٰ مزید واضح طور پر کرتے ہوئے کہتے ہیں: "میں اور

Marfat.com

باپ ایک ہی ہیں۔" (یوحنا' 10 ب: 30)

خدا بطور باپ ارض و سماء کا خالق ہے' خدا بطور بیٹا انسانیت کا نجات دہندہ ہے' اور چرچ کی عبادت اور زندگی کا مرکز ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ خدا کی تجسیم تھے' لیکن عیسائی انہیں خدائی انسان سمجھتے ہیں کیونکہ تجسیم الوہیت سے کچھ بڑھ کر ہے۔ وہ الوہی محبت' الوہی رحمت اور الوہی نیکی کی کامل تجسیم تھے لیکن حضرت عیسیٰؑ خدا نہیں۔

یہودی عیسائی تصور کے مطابق خدا لامحدود' ابدی' خود موجود' ہر موجود چیز کا خالق اور اپنے آپ سے ماورا ہے۔ خدا کو بطور "آقا" اور بادشاہ کے ساتھ ساتھ بطور باپ بھی خیال کیا جاتا ہے۔ خدا کی اچھائی' محبت اور رحمت ہم معنی ہے اور ان سب میں محبت کی اصطلاح مشترک خصوصیت ہے۔ وہ سوچ اور فعل دونوں میں مقدس ہے۔ چنانچہ عیسائیت میں خدا کو لامحدود' ازلی غیر تخلیق شدہ' شخصی حقیقت خیال کیا جاتا ہے جس نے اپنے علاوہ تمام ہستیوں کو تخلیق کیا' اور جس نے نوع انسانی پر خود کو مقدس اور محبت کرنے والے کے طور پر منکشف کیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے خدا کے ساتھ اپنی یکجائی کی تبلیغ کی اور اپنے بارے میں کہا کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں۔

مکاشفہ: مکاشفہ کی تعریف کسی استدلالی مخلوق کے ساتھ خدا کے رابطے کے طور پر کی جاسکتی ہے۔ اس نظریہ کے مطابق مکاشفہ کا مافیہ جملوں یا اقوال میں بیان کردہ سچائیوں کا مضمون ہے۔ اس قسم کی مبینہ خود انکشافی کو دینیاتی زبان میں "مکاشفہ" (یا الہام) کہتے ہیں۔

عہد نامۂ عتیق میں خدا نے خود کو بطور منصف و ہیبت ناک منکشف کیا جبکہ عہد نامہ جدید میں بطور رحیم۔ مذہبی صداقتوں کی الوہی تشہیر کے طور پر مکاشفہ مصدقہ انداز میں بائبل میں تحریر شدہ ہے۔

مکاشفہ کے قضیاتی نظریہ کے ساتھ ہمیشہ قدرتی اور الہامی دینیات کے درمیان امتیاز منسلک رہا ہے۔ قدرتی دینیات سے مراد وہ تمام دینیاتی صداقتیں تھیں جنہیں انسانی عقل کسی مدد کے بغیر جان سکتی تھی۔ مثلاً" یقین کیا جاتا تھا کہ خدا کا وجود اور خصوصیات اور روح کی لافانیت کو کسی کے مکاشفہ کی مدد کے بغیر منطقی دلائل سے ثابت

Marfat.com

کرنا ممکن ہے۔ دوسری طرف مکاشفاتی یا الہامی دینیات کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ یہ ان مزید صداقتوں پر مشتمل ہے جو انسانی استدلال کے ذریعہ قابل رسائی نہیں اور جنہیں ہم صرف اسی صورت میں جان سکتے ہیں جب خدا خصوصی طور پر ہمارے اوپر ان کا مکاشفہ کرے۔

مکاشفہ پر مذہبی اعتقاد عقائدانہ تفصیلات سے بوجھل ہے' لیکن اپنے جوہر میں درست ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اس کا تعلق خدا کو منکشف کرنے والی حقیقت کی نوعیت سے ہے' چاہے سننے والے کان اور جواب دینے کی تمنا کچھ بھی ہو۔ اس مفہوم میں مکاشفہ صرف مذہبی تجربہ کے حلقے تک ہی محدود نہیں۔ یہ انسانی علم کی ترقی کی شرط ہے' اور درحقیقت کسی بھی میدان میں تمام انسانی کامیابی کی بھی--- چاہے یہ میدان سائنس کا ہو' فن' اخلاقیات' مذہب یا پھر روزمرہ زندگی کا۔ لیکن بالخصوص طور پر مذہبی تجربہ وہ نقطہ لگتا ہے جہاں مکاشفہ کی منتشر روشنی مرکوز ہوتی ہے' یعنی جہاں حقیقت (خدا) خود کو انسان پر اپنی عمیق اور بھرپور ترین۔سطح پر منکشف کرتی ہے۔

شفاعت یا نجات: شفاعت کا مطلب نجات دلانے کا عمل ہے۔ عیسائیت میں اس سے مراد یسوع مسیحؑ کی قربانی سے گناہوں اور ان کے عواقب سے نجات پانا ہے۔ عیسیٰ مسیحؑ انسانیت کے محافظ اور شفاعت دہندہ تھے۔ گناہوں سے چھٹکارہ پانا' گناہگاری کی زندگی ترک کرنے کا عہد کرنا اور محبت' خدمت اور بھائی چارے کی زندگی اپنانا نجات کی پہلی بنیادی شرط ہے۔ روحانی شفاء دوسرا مرحلہ ہے۔ یہ طبعی بھی ہوسکتی ہے' ذہنی بھی۔ نجات میں لازمی طور پر روح کی پاکیزگی شامل ہے۔ نجات خدا کی محبت اور اس محبت پر یقین سے ملتی ہے' اور خدا سے محبت کے جواب میں گناہوں کی معافی نہ ملنا ناممکن ہے۔ اس قسم کی نجات کے لئے خدا کی رحمت اور محبت لازمی ہے۔ یہ عبادت' دعا' مراقبہ اور الوہی محبت کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے۔

تجسیم نو: تجسیم نو کا مطلب ظاہری موت کے بعد دوبارہ زندگی یا شعور میں

Marfat.com

واپس لانا ہے۔ حضرت عیسٰیؑ کو مصلوب اور پھر دفن کردیا گیا۔ لیکن صحائف کے مطابق تین دن بعد مسیحؑ کی روح قبر میں سے اٹھی۔ یہی تجسیم نو ہے۔ تب حضرت عیسٰیؑ اپنے کچھ قریبی حواریوں اور ماں حضرت مریمؑ کے سامنے ظاہر ہوئے۔

حضرت عیسٰیؑ کے ظہور نو پر بہت کچھ لکھا گیا۔ کچھ محققین نے ان بیانات کے مستند ہونے پر شکوک و شبہات کا اظہار کیا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت عیسٰیؑ صرف ان کے سامنے ظاہر ہوئے جن کا شمار ان کے قریبی رفقاء اور حواریوں میں ہوتا تھا' نہ کہ ساری دنیا کے سامنے۔ یروشلم میں ان کے شاگردوں نے پہلے پہل یہی خیال کیا وہ ایک روح ہیں۔ ان بیانات سے ہم یہ نتیجہ مستنبط کرسکتے ہیں کہ ظہور نو اپنی فطرت میں غیر واقعی لگتا ہے۔ چند شکوک زدہ شاگردوں کی موجودگی میں مسیحؑ کی طبعی حاضری اور "بھنی ہوئی مچھلی اور شہد" کھانا منطقی اعتبار سے قابل ادراک نہیں۔ آیا یہ محض ایک نفسیاتی وقوعہ تھا' یا عقیدے اور حسن شعور کا معاملہ' یا کسی طاقتور روح کی کارگذاری' یا پھر حضرت عیسٰیؑ جسمانی طور پر دوبارہ ظاہر ہوئے--- اس بات کا علم صرف اس کا تجربہ کرنے والے لوگوں کو ہی ہوگا۔

تاہم حضرت عیسٰیؑ کی وفات نے شاگردوں کو مایوسی اور بدنظمی کے گڑھے میں دھکیل دیا۔ لیکن کچھ لوگ حضرت عیسٰیؑ کی روحانی تجسیم نو کو قبول اور جسمانی تجسیم نو کو رد کرتے ہیں۔ شاید حضرت عیسٰی مسیحؑ کی روح ان کے پیروکاروں کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی کرتی رہی۔

گناہ اور دکھ: گناہ خدائی معیار کے مطابق زندگی گذارنے میں ناکامی کے لئے بائبلی لفظ ہے۔ اس میں "غلطی" سے لے کر "مکاری" تک مختلف معنی شامل ہیں۔ بائبل تعلیم دیتی ہے کہ گناہ اعمال' رویوں کی ایک درجہ بند فہرست نہیں بلکہ ایک حالت ہے۔ انسان فطرتاً" گناہگار ہے' چنانچہ وہ گناہگارانہ اعمال سرانجام دیتا ہے۔ (یوحنا 1 ب: 8 تا 10) ۔ انسان کی گناہگار حالت (ایک روحانی بیماری) نے اسے خدا سے جدا کردیا' کیونکہ خدا پاکیزہ اور منصف ہے اور گناہ کی سزا دیتا ہے۔ تاہم' خدا ایک

Marfat.com

شخصی اور رحیم دیوتا بھی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کوئی انسان اس کے معیاروں کے مطابق زندگی نہیں گذار سکتا۔ چنانچہ اس نے انسان (حضرت عیسٰی مسیحؑ) کا روپ دھارا اور ہمارے لئے وہ زندگی گذاری۔

عیسائی صحائف میں حضرت عیسٰیؑ کا مصلوب ہونا برائی یا گناہ کی تاریخ کا نکتہ عروج ہے۔ تمام تر گناہ' دکھ اور برائی شیطان کی مثبت قوت کی وجہ سے ہے۔ لیکن چونکہ خدا اچھا اور محبت کرنے والا ہے' اس لئے وہ ہمارے گناہ معاف کرتا اور ہمیں نئی اور ابدی زندگی دیتا ہے۔

عیسائیت کے فرقے

عیسائیت کے اہم فرقوں کی مندرجہ ذیل درجہ بندی کی جاتی ہے: رومن کیتھولک' مشرقی آرتھوڈوکسی' پروٹسٹنٹ ازم اور لوتھریت۔

رومن کیتھولک: رومن کیتھولک کلیساء کی بنیاد سینٹ پال نے رکھی۔ یہ دنیا میں عیسائی تنظیموں میں سب سے بڑا ہے۔

رومن کیتھولک کلیساء بشپس کے تحت ایک پیچیدہ نظام مراتب رکھتا ہے جس کا سربراہ روم میں پوپ ہے۔ کلیساء کو عموماً "خدا کے لوگ" کہا جاتا ہے۔

رومن کیتھولک حضرت عیسیٰؑ مسیحؑ کے دس فرامین کے علاوہ کلیسائے کے فرامین کی اطاعت بھی کرتے ہیں۔ پہلے فرمان میں ہمیں ہدایت کی گئی ہے کہ صرف ایک سچے اور زندہ خدا کی عبادت یقین' امید' خیرات اور مذہب کے ساتھ کریں۔ دوسرا فرمان تقاضا کرتا ہے کہ ہم خدا اور مقدس لوگوں اور چیزوں کے بارے میں تعظیم کے ساتھ بات کریں' اور اپنے قانونی عہد اور حلف پورے کریں۔ تیسرے فرمان کے مطابق اتوار کو چھٹی کرنا ضروری ہے کیونکہ خدا نے چھ دن میں دنیا تخلیق کرکے ساتویں دن آرام کیا تھا اور اتوار کا دن سبت کا دن ہے۔ چوتھا فرمان ہے' "پڑوسیوں سے ہماری محبت خدا سے ہماری محبت کا ثبوت ہے۔" پانچواں فرمان تمام قتل و غارت سے منع کرتا ہے۔ جبکہ چھٹا اور نواں فرمان ہر ایسی بات سے روکتا ہے جو سوچ' الفاظ یا اعمال میں مقدس

Marfat.com

پاکیزگی کے برعکس ہے۔ آٹھواں فرمان ہمارے پڑوسی کی نیک نامی کی حفاظت کرتا ہے اور جھوٹی گواہی' دروغ گوئی اور غیر منصفانہ فیصلے سے روکتا ہے۔ ساتواں اور دسواں فرمان تمام حریصانہ خیالات اور پڑوسیوں کی اشیاء' منافعوں کے لئے خواہشات اور دوسروں کی چیزیں بے ایمانی سے لینے کی مخالفت کرتا ہے۔

کیتھولک کلیساء امریکہ' یونان' روم وغیرہ میں وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا ہے۔

مشرقی آرتھوڈوکسی: مشرقی آرتھوڈوکسی کلیساء کا مرکزی مقام قسطنطنیہ میں واقع ہے۔ چار مشرقی بشپس اور آرک بشپ ایک تنظیم متشکل کرتے ہیں جو "ہم سروں کا مرکز" کے طور پر جانی جاتی ہے۔ رومن کلیساء کی طرح مشرقی کلیساء بھی بشپس' پادریوں' راہبوں' راہباؤں اور عوام پر مشتمل ہیں۔ آرتھوڈوکسی تعلیمات کے مطابق ہر کوئی انسان کلیساء کا سربراہ نہیں ہوسکتا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ مسیح نے کلیساء ایک سلسلہ مراتب والی پادریانہ تنظیم کے ساتھ قائم کیا جو اس کی نگرانی کرسکے۔ مشرقی کلیساء اپنے ارکان کی زندگی کے صوفیانہ پہلو کے ساتھ منسلک ہے۔ مشرق میں عیسائیوں کی اس بات پر مخالفت کی جاتی ہے کہ وہ نجات کی متلاشی چند افراد کے مجموعہ کے طور پر کلیساء کی تحقیر کرتے ہیں۔

مشرقی آرتھوڈوکسی کلیساء مرکزی طور پر یونان' رومنی بلغاریہ' روس اور مشرق وسطیٰ میں واقع ہے۔

پروٹسٹنٹ ازم: اس کی بنیاد ایک کلیساء کی حیثیت میں نہیں رکھی گئی بلکہ یہ مغربی عیسائیت کے اندر ہی ایک تحریک بن کر ابھرا۔ یہ روایت پرستی' کثریت اور رومن یورپ میں تمام اختیارات اور قوتوں کے ارتکاز کے خلاف ایک بغاوت تھا۔ پروٹسٹنٹ کا لفظ ہی Protest یعنی احتجاج سے ماخوذ ہے۔ اور اس سے ایسا عیسائی مراد ہے جو رومن کیتھولک یا مشرقی آرتھوڈوکسی کلیساؤں میں سے کسی کا مقلد نہ ہو۔ اسے اردو میں احتجاجیوں کا مذہب کہہ سکتے ہیں۔

پروٹسٹنٹ فرقہ تعلیم دیتا ہے متبرک روغن (Sacraments) وصول کرنا' زبور کی تلاوت یا مقدس مقامات کی زیارت وغیرہ جیسا کوئی بھی مذہبی فریضہ خود بخود نجات

Marfat.com

نہیں دلاسکتا۔ پروٹسٹنٹ کہتے ہیں کہ خدائی کیفیت انسانی معاملات کے طرز عمل اور زندگی کی اخلاقی پاکیزگی میں آشکار ہوتی ہے۔ وہ پہلے فرمان پر احتجاج کرتے ہیں: "میں خداوند تیرا غیور خدا ہوں۔۔۔ تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا۔۔۔ نہ ان کی عبادت کرنا۔" پروٹسٹنٹ فرقہ والوں کے علاوہ تمام عیسائی اس فرمان کو تسلیم کرتے ہیں۔ وہ رومن کلیسائیوں کی طرح سے حضرت عیسیٰؑ کی عبادت نہیں کرتے۔

آج کل ہر چوتھا عیسائی خود کو پروٹسٹنٹ سمجھتا ہے۔ دنیا کے متعدد ممالک میں پروٹسٹنٹ کلیساء موجود ہیں لیکن انہیں منظم کرنے والی مرکزی تنظیم نہیں ہے۔

لوتھریت: دنیا بھر کے پرونسننتوں کا تقریباً" ایک تہائی حصہ اپنا سلسلۂ نسب مارٹن لوتھر اور اس کے قریبی پیروکاروں سے ملاتا ہے۔ پروٹسٹنٹ اصلاحات نے مارٹن لوتھر کی بغاوت سے پہلے تک سنجیدہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ نہیں کیا تھا۔ لوتھر کو یقین تھا کہ اس تحریک کے ذریعہ عہد نامۂ جدید کا اصلی کلیساء بحال کیا جاسکتا ہے۔

لوتھر کے مطابق انسانوں کے پاس خدا کو جاننے کا صرف ایک ذریعہ ہے' یعنی الوہی الہام۔ اعلیٰ ترین الہام حضرت عیسیٰؑ میں پایا جاتا ہے' جو مجسم خدا ہے۔ لوتھر بیشتر رومن خیالات کو تسلیم کرتا رہا۔ اسے یقین تھا کہ مقدس صحائف عمل کی بجائے صرف عقیدے کے ساتھ نجات کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس کا عقیدہ تین "Solas" میں خلاصہ بند ہے۔ انسانی نجات کے لئے صرف صحائف' صرف رحمت یا صرف عقیدے کی ضرورت ہے۔

نتیجۂ بحث

عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ خدا ایک تہری ہستی ہے' تین الگ الگ شخصیتوں کی حامل --- باپ' بیٹا اور روح۔ چنانچہ خدا تین بنیادی خصوصیات والی شخصی ہستی بھی ہے --- معرفت کل' مختار' اور ہر جگہ موجود۔ وہ لامحدود اور ابدی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ دنیا کے منظر میں آنے والے کسی بھی اور شخص جیسے نہیں۔ وہ ایسے انسان تھے جو مافوق الفطرت حالات کے ذریعہ پیدا ہوئے۔ کچھ کا کہنا ہے کہ وہ دنیا کی

Marfat.com

عظیم ترین زندہ مثال تھے' اعلیٰ ترین استعداد کے حامل ایک اخلاقی گرو۔

خدا دنیا کے ہر شخص سے محبت کرتا ہے۔ محبت خدا کا عظیم ترین اظہار ہے۔ خدا محبت ہے' اور محبت میں زندہ رہنے والی ہر شئے خدا کے ساتھ اور خدا ان کے ساتھ رہ رہا ہے۔

خدا حضرت عیسیٰؑ میں خود بولتا یا سوچتا تھا۔ مسیحؑ انسانی وجود میں خدا کی تثلیث ہے--- لفظ' سوچ' شعور۔ خدا تمام ناموں اور صورتوں سے بالاتر مقدس واحد ہے' جس نے بطور باپ حضرت عیسیٰؑ کی گہرائیوں میں خود کو قریبی طور پر پیش کیا۔ حضرت عیسیٰؑ "نادیدہ خدا کی شبیہہ" ہے۔

بائبل میں خدا کا ذہن' انسان کی حالت' راہ نجات' گناہگاروں کا مقدر' یقین رکھنے والوں کی شادمانی شامل ہے۔ اس کے عقائد مقدس' تواریخ درست' ہدایات قابل پیروی اور فیصلے ناقابل تردید ہیں۔ عہد نامۂ جدید کے مطابق "ابتداء میں صرف مسیحؑ موجود تھا' خدا کے ساتھ۔ وہ ہمیشہ سے زندہ اور بذات خود خدا ہے۔ اس نے ہر موجود شئے تخلیق کی--- کوئی شئے ایسی نہیں جو اس نے نہ بنائی ہو۔ اس کی زندگی ابدی ہے' اور یہ زندگی ساری نوع انسانی کو منور کرتی ہے۔ اس کی زندگی تاریکی کو روشن کرنے والا نور ہے--- اور تاریکی اس نور پر کبھی غلبہ نہیں پاسکتی۔" بعد ازاں' اپنے ایک مکالمے میں حضرت عیسیٰؑ نے کہا کہ' "لوگو' میں دنیا کا نور ہوں۔ اس لئے اگر تم میری پیروی کروگے تو تاریکی میں لڑکھڑاؤ گے نہیں' کیونکہ زندہ نور تمہاری راہ کو روشن کرے گا۔"

☆○☆

Marfat.com

13

ہندومت

"میں صرف ہندومت کو کسی دوسرے مذہب پر فوقیت نہیں دیتا' بلکہ ایسا مذہب جو ہندومت سے بالاتر ہو کر انسان کی عین فطرت بدل دیتا ہے' انسان کو اندر سے صداقت کے ساتھ ناقابل علیحدگی طور پر باندھ دیتا ہے' اور ہمیشہ کے لئے پاکیزہ بناتا ہے۔" (موہن داس کرم چند گاندھی)

تعارف

شری رام کرشن نے ایک مرتبہ کہا تھا میرا یا تمہارا کوئی مذہب میرا قومی مذہب یا تمہارا قومی مذہب ہرگز موجود نہیں۔ بہت سے مذاہب موجود نہیں ہیں۔ صرف ایک لامحدود مذہب موجود ہے اور یہ مذہب مختلف ممالک میں مختلف طریقوں سے خود کو ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ ہمیں تمام مذاہب کا احترام کرنا' اور ہر ممکن حد تک انہیں قبول کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

سوامی ویوکانند نے بھی مذہب کی تعریف انسان کے اندر ہمیشہ سے موجود الوہیت کے اظہار کے طور پر کی ہے۔ مذہب کسی صداقت سے نہیں ڈرتا' کیونکہ صداقت مذہب کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ یہاں پر "سچا مذہب" الفاظ کا استعمال اس مفہوم میں نہیں کیا گیا کہ "میرا مذہب" سچا ہے' اور "تمہارا مذہب" جھوٹا۔ یہ مذہب کا ایک قطعی غلط تصور ہے۔ جیسا کہ شری رام کرشن نے کہا تھا: "ہر مذہب سچا ہے۔" کچھ لوگ بڑی ایمانداری کے ساتھ شک کرتے ہیں کہ اگر عیسائیت سچی ہے تو ہندومت بھی سچا کیسے

Marfat.com

ہوسکتا ہے۔ وہ سوچتے ہیں کہ اگر ان کا مذہب سچا ہے تو دوسروں کا مذہب ضرور جھوٹا ہوگا کیونکہ وہ ان کے مذہب سے اختلاف رکھتا ہے۔ یہ مذہب کے بارے میں ایک نہایت بچگانہ اور احمقانہ تصور ہے۔ جس طرح آپ کے وجود کی سچائی میرے وجود کی سچائی کو جھٹلاتی نہیں' بالکل اسی طرح آپ کے مذہب کے سچا ہونے کی حقیقت میرے مذہب کی سچائی کی تردید نہیں کرتی۔ تاہم تمام مذاہب ایک جیسے نہیں' بلکہ تمام مذاہب سچے ہیں۔ مثلاً" آپ کوہ ہمالیہ کی تصاویر ہندوستان' تبت یا چین کی طرف سے لیں گے تو کوئی بھی تصویر دوسری جیسی نہیں ہوگی۔ لیکن بلا شبہہ وہ تمام تصویریں کوہ ہمالیہ ہی کی ہیں۔

دنیا کے بڑے مذاہب کی موٹی موٹی زمرہ بندی تین حوالوں سے کی گئی ہے' یعنی--- ہندوستانی گروپ--- ہندو مت' بدھ مت' جین مت اور سکھ مت۔ مغربی گروپ--- زرتشت مت' یہودیت' عیسائیت اور اسلام۔ شیرو۔ جاپانی گروپ--- تاؤمت' کنفیوشس مت اور شنتو مت۔

ہندومت کا تصور

ہندومت ہندوؤں کا قدیم آریہ دھرم ہے۔ جب فارسی حملہ آور ہندوستان کے شمال مغرب سے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ دریائے سندھو کے کناروں پر آریائی مرتاضوں کی اولادیں رہتی تھیں۔ فارسی میں س کی آواز ھ بن جاتی ہے' اس لئے انہوں نے اسے سندھو دریا کی بجائے ہندو دریا کہا۔ بعد ازاں سندھو دریا کے کناروں پر آباد یہ لوگ بطور ہندو پہچانے جانے لگے' اور ان کی سرزمین ہندوستان جبکہ مذہب ہندومت کہلایا۔

ہندومت کا فلسفہ

خدا: وحدانیت

فلسفیانہ نکتہ نظر سے ہندومت غیر ثنائی ہے' اور مذہبی نکتہ نظر سے توحید پرستانہ۔ ہندو فلسفہ خدا' روح اور دنیا کی بنیادی غیر ثنائیت پر زور دیتا ہے' ظاہری امتیازات صرف

Marfat.com

ناموں اور صورتوں کی پیداوار ہیں۔ لیکن چونکہ ہم مطلق حقیقت میں یقین رکھتے ہیں اس لئے یہ تمام ظاہری امتیازات ہماری لا علمی کی وجہ سے ہیں۔ اگرچہ ہندومت دیوتاؤں کی ایک بہت بڑی تعداد کو مانتا ہے' لیکن درحقیقت وہ انہیں خدائے واحد کے مختلف روپ خیال کرتا ہے۔ برہما' وشنو اور شیو کی ہندو تثلیث الوہیت کے تین پہلوؤں کی نمائندگی کرتی ہے جو تخلیق کرنے' قائم رکھنے' اور برباد کرنے کے عمل کو کنٹرول کرتے ہیں--- یعنی برہما پیدا کرنے والا' وشنو قائم رکھنے والا' اور شیو مارنے والا ہے۔ تاہم' ہندو وحدانیت مختلف عقائد کے بہت سے دیوتاؤں کو رد نہیں کرتی بلکہ انہیں واحد کے اظہار کی حیثیت میں اپنے اندر شامل کرلیتی ہے۔

ہندوؤں کے خدا کو ہر جگہ موجود' قادر مطلق' ہر شئے سے باخبر' لا محدود' رحم کرنے والا اور غیر شخصی طور پر شخصی بیان کیا گیا ہے۔ اس کی روح تمام کائنات میں مسلط ہے۔ وہ تمام صورتوں اور ناموں سے برتر ہے۔ وہ روح الارواح ہے' ہم اسی کے اندر زندہ ہیں' اسی کے توسط سے وجود رکھتے ہیں' اور اس کے بغیر کچھ بھی ہست نہیں ہوسکتا۔ ہم اپنی سوچ کو مرکوز کرنے کے لئے مختلف دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں تاکہ ان کی الوہی فطرت ہمارے اندر آجائے۔ مختلف بت الوہی قوائیت کی علامتیں یا خدا کی خصوصیات ہیں' جنہیں کسی بیرونی صورت کے بغیر سمجھنا بہت مشکل ہوتا۔ ویدانت متعدد دیوتاؤں کی عبادت کرنے کا درس نہیں دیتا' بلکہ صرف ایک خدا کی پرستش کا کہتا ہے جسے بہت سے ناموں سے پکارا جاتا ہے اور جو پجاریوں کی خواہشات کی مطابقت میں کسی بھی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس ہستیٔ مطلق کو ہزاروں نام دیئے گئے ہیں جو بے نام اور بے شکل ہے۔ وہ ماورائے کائنات نہیں بلکہ کائنات میں نافذ ہے' اور محیط کل ہونے کے ساتھ ساتھ ماورائے بھی ہے۔ وہ ثنائیت پسند کو روپ میں اور غیر ثنائیت پسند کو روپ کے بغیر نظر آتا ہے۔ وہ واحد ہے' تاہم اس کے پہلو متعدد ہیں۔ وہ شخصی' غیر شخصی اور ان دونوں سے ہی بالاتر ہے۔

سناتن دھرم

ہندومت کو ازلی دھرم (سناتن دھرم) خیال کیا جاتا ہے۔ یہ اس لئے ازلی ہے

Marfat.com

کیونکہ صرف خدا ہی حقیقی ہے اور وہ ازلی ہے۔ یہ حقیقت مطلق جو محیط کل ہے' کائنات کی مستعد اور مادی علت ہے۔ روح انسانی الوہی ہے اور کل کائنات روح مطلق کی تجسیم ہے۔ خدا ہمارے اندر ہے لیکن لاعلمی کی وجہ سے ہر آدمی کا اپنا اپنا مذہب ہے۔ چنانچہ انسان کا مذہب "مانو دھرم" کہلاتا ہے۔ یہ مانو دھرم ازلی مذہب ہے۔ کوئی شخص ہندو ہونے کے باوجود اپنے مذہب سے تو دور رہ سکتا ہے لیکن اپنا مانو دھرم نہیں چھوڑ سکتا۔

ازلی مذہب یا ہندومت عقائد یا مسالک کے کسی مجموعے پر نہیں بلکہ روحانی رفعت کے ذریعہ خدائی شعور کے حصول پر یقین رکھتا ہے۔ یعنی مطلق برہمہ ہونا اور بن جانا۔ ہندومت اس لئے ازلی ہے کیونکہ ویوتا مذہب کا مرکزی دھرا ہوتے ہوئے ازلی ہے۔

ہندومت میں آتما

ہندومت کسی پر بھی اندھا اعتقاد لاگو نہیں کرتا۔ یہ تحقیق کی راہ بند نہیں کرتا' بلکہ قطعی آزاد اور تعصبات سے پاک تحقیق کو تحریک دیتا ہے۔ ویدانت کے مذہب کو آتما (روح) کی سائنس کہا جاسکتا ہے۔ جیسے جدید سائنس کٹر عقائد کے ساتھ نہیں نمٹتی' اور کسی شخص یا کتاب کی حاکیت میں یقین رکھنے پر اصرار نہیں کرتی' بلکہ کائنات پر حکمران قوانین کو دریافت کرنے کے لئے مکمل طور پر امور فطرت کے صحیح مشاہدے اور تجربے پر انحصار کرتی ہے' اسی طرح ہندومت یا ویدانت مسالک یا عقائد کے ساتھ نہیں نمٹتا بلکہ منطق اور استدلال کے ذریعہ آتما کی صحیح فطرت واضح کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اپنشد میں کہا گیا ہے کہ "اس آتما کے متعلق سننا' اس پر دھیان کرنا اور اسے سمجھنا چاہیے۔"

آتما کی سائنس اس قسم کے سوالات زیر بحث لاتی ہے کہ آتما جسم سے آزاد حیثیت میں موجود ہوسکتی ہے یا نہیں' یہ موجودہ جنم سے پہلے وجود رکھتی تھی یا نہیں؟ یہ آزاد ہے یا محدود؟ چنانچہ اس کا تعلق آتما کی لافانیت' ارادے کی آزادی اور پابندی اور قانون کرم وغیرہ سے ہے۔ فلسفۂ ویدانت انفرادی آتماؤں (جیو آتما) کے ایک انبوہ

Marfat.com

کیثر کی موجودگی کو تسلیم اور انہیں قادر مطلق آتما سے ممتاز کرتا ہے۔ اپنشدوں میں دو آتماؤں کی بات کی گئی ہے۔۔۔ حقیقی آتما اور ظاہری آتما۔ حقیقی آتما دنیا کے ساتھ منسلک نہیں۔ یہ جسم اور صورت کے بغیر' دکھ اور خوشی سے ماورا ہے' جبکہ ظاہری آتما دنیا کے ساتھ منسلک ہے۔ یہ جسم اور صورت رکھتی ہے۔ اپنے ہی برے یا اچھے اعمال کے نتیجہ میں مسرت یا دکھ جھیلتی ہے۔ جب ظاہری روح دونوں روحوں کی یکجائی سے آگہی حاصل کرلیتی ہے تو اس کی تکلیف یا پابندی ختم ہوجاتی ہے۔

ہندومت جیوا یا مجسم فرد کی حقیقت نسبتی حالت میں تسلیم کرتا ہے۔ اس کے مطابق روح موت کے بعد ایک نیا جسم دھار لیتی ہے اور اس نئے جنم کا تعین قانون کرم سے ہوتا ہے۔ قانون علت و معلول پر منحصر دوبارہ جنم کا عقیدہ روح کی نوعیت اور موت کے بعد اس کے اعمال کے حوالے سے تمام اندازوں میں سب سے زیادہ خوشنما ہے۔ روح انسانی اپنے اعمال کے مطابق بار بار جنم لیتی ہے۔ ویدوں کی رو سے انسان کو اپنی زندگی میں اپنی گذشتہ زندگی کے اعمال کے نتائج بھگتنا پڑتے ہیں۔ روح اپنے اعمال کی سزا یا انعام میں بار بار اعلیٰ یا گھٹیا درجے میں جنم لیتی ہے۔ صرف آزاد یا مکتی یافتہ روح ہی کوئی جسمانی روپ اختیار نہیں کرتی۔

ذات کی تجسیم ظاہری اور غیر حقیقی ہے۔ چنانچہ اس کی پیدائش اور موت بھی محض ظاہری ہے۔ جیو آتما خود آگہی حاصل ہونے کے بعد برہمہ بن جاتی ہے' لامحدود اور محیط کل۔ آتما کو جان لینے والا شخص "جیون مکت" کہلاتا ہے۔ وہ پابندی اور تکلیف سے آزاد ہوتا ہے۔ موت آزاد روح کو ہراساں نہیں کرتی' کیونکہ جسم کی حقیقت کپڑوں جیسی ہے۔ آزاد روح ایک جسم میں رہتے ہوئے بیماری' ضعیفی' یا کمزوری کا تجربہ کرتی ہے' بھوک' پیاس اور غم محسوس کرتی ہے۔ لیکن انہیں محض جسم' ذہن یا حسیات کی کرواری خصوصیات کے طور پر جان لینے کے بعد وہ انہیں سنجیدگی سے نہیں لیتک۔ آزاد روح لافانیت کے تحت زندہ رہتی' سوچتی اور کام کرتی ہے۔

تمام زندہ مذاہب میں ہندومت قدیم ترین ہے۔ کسی ایک پیغمبر نے اس کی بنیاد نہیں رکھی' اور نہ ہی یہ کسی مخصوص گروپ کی تعلیمات پر مشتمل ہے۔ قدیم صحیفے

Marfat.com

ہندومت کے سرچشمے ہیں۔ ان صحیفوں کو چھ عنوانات کے تحت رکھا جاسکتا ہے: (1) شروتی' (2) سمرتی' (3) اتہاس' (4) پران' (5) آگم' اور (6) درشن۔ شروتی کا لفظی مطلب ہے "جسے سنا جائے۔" عظیم رشی ابدی صداقتوں کو سنتے اور تجربہ کرتے تھے' اور لوگ کی فلاح کے لئے اپنے تجربات قلمبند کردیتے تھے۔ چاروں وید انہی پر مشتمل ہیں۔ مکاشفے ویدوں کی صداقت ہیں۔ وہ مذہب کا نہایت مستند منبع ہیں۔

"سمرتی" کا لفظی مطلب ہے "جسے یاد کیا جائے۔" شروتی کے بعد ان کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ سمرتیوں کی بنیاد ویدوں کی تعلیمات پر ہے۔ وہ مذہبی فرائض کی وضاحت اور تشریح کرتے ہیں۔ وہ ضابطہ و قوانین کے حصے متشکل کرتے ہیں جو افراد' خاندانوں اور معاشروں کو روز مرہ زندگی میں راہنمائی دیتے ہیں۔

اتہاس یعنی "تواریخ" دو مشہور و معروف رزمیہ نظموں رامائن اور مہابھارت پر مشتمل ہیں۔ ان میں نہایت دلچسپ زندہ کہانیاں شامل ہیں جن کے ذریعہ ہندومت کی بنیادی تعلیمات لوگوں کے اذہان پر اپنے نقوش ثبت کرتی ہیں۔ فلسفیانہ بحثوں کو علامتوں اور استعاروں میں پیش کیا گیا ہے۔

پران بھی اتہاسوں جیسے ہیں۔ انہیں ویدوں کے مذہب کو مقبول بنانے کی غرض سے تحریر کیا گیا ہے۔ پرانوں کا مقصد ویدوں کی تعلیمات کو اساطیر' کہانیوں' حکایتوں اور رشیوں اور بادشاہوں کی علامتی کہانیوں کے توسط سے ایک ٹھوس شکل دینا ہے۔ وہ مذہب کو ٹھوس شکل میں پیش کرتے ہیں۔ کل اٹھارہ پران ہیں جن میں سے بھگوت اور وشنو پران مقبول ترین ہیں۔ آگم بھی عوامی صحائف کی ہی ایک قسم کی ہیں۔ اگرچہ وہ اپنا استناد ویدوں سے اخذ نہیں کرتے' لیکن ان کی تعلیمات کے مخالف بھی نہیں جاتے۔ ان میں دینیاتی مقالے اور پوجا کی عملی ہدایات شامل ہیں۔ شیو مت' شکتی مت اور ویشنو مت کے تین مرکزی فرقوں کی بنیاد آگموں کے عقائد پر ہے۔

درشن چھ ہیں۔ "درشن" کا لفظی مطب روشنی یا دیکھنا ہے: چھ درشن یہ ہیں: (i) نیایہ' (ii) ویشِشک' (iii) سانکھیہ' (iv) یوگ' (v) میماسا' (vi) ویدانت۔ ہر درشن صداقت کو دیکھنے کی ایک راہ پیش کرتا ہے۔ انہیں انداز زندگی خیال کیا جاتا

Marfat.com

ہے۔

مرکزی طور پر وید' اپنشد' بھگوت گیتا اور چھ درشن ہی ہندو فلسفہ کے بنیادی صحائف اور ماخذ ہیں۔

ویدوں کا فلسفہ

رگ وید کے دور سے لے کر ہمارے عہد تک ہندو فکر اور فلسفے نے خیال سے وابستگی قائم رکھی ہے: "وید بے ابد ہیں۔" ولسن کے الفاظ میں: "وید ہمیں عہد قدیم کی کثیر معلومات فراہم کرتے ہیں۔"

وید تعداد میں چار ہیں--- رگ' یجر' سام اور اتھرو۔ پروفیسر میکس مولر کے مطابق رگ وید دنیا کی قدیم ترین کتاب ہے۔ ہر وید تین حصوں پر مشتمل ہے: (1) منتر' (2) براہمن' (3) اپنشد۔ چار ویدوں میں سے رگ وید مرکزی ہے۔ ویدوں میں کچھ فلسفیانہ تفسیریں موجود ہیں:

(i) فطری پہلو: ویدک بھجن' مختلف دیوتاؤں کی عبادات قدیم مذہب کے مخزن ہیں ۔ ویدوں کی کچھ رسومات کا تعلق فطرت کی پرستش سے ہے۔ رگ وید کے مرکزی خدا فطرت کے وہ عظیم قوتیں ہیں جو انسانی بہبود کو متاثر کرتی تھیں۔ اتھرو وید قدیم منتروں اور ٹونوں کا مجموعہ ظاہر ہوتا ہے۔ رگ وید میں لوگ حالت کامل کے لئے دیوتاؤں کو بھینٹ چڑھا سکتے ہیں۔ یہ دیوتا کو موسیقی' رقص' مشروب (سوما) پسندیدہ کھانا (بشمول گوشت) مہیا کرتا ہے۔

ویدک آریاؤں نے متعدد دیوتاؤں کی پوجا کی: ایندر' اگنی' سوما اور دیگر' یہ تین دیوتا بڑھتے بڑھتے 33 بن گئے۔ اگنی آگ کا خدا ہے۔ وہ آگ جس کے بغیر تخلیق ممکن نہیں۔ 200 سے زائد بھجن اس سے منسوب ہیں۔ یگیہ (بھینٹ) کو آگ میں ڈالنے سے بد اثرات زائل ہوجاتے ہیں۔ اگنی دیوتا ہمیں راہ دکھاتا' ہمارے دلوں اور جسموں کو گرمائش دیتا ہمارے کھانے پکاتا' دشمنوں سے محفوظ رکھتا' ہمیں نظر اور بصیرت دیتا ہے۔ ایندر رگ وید کا اہم ترین خدا ہے' تمام دیوتاؤں کا سردار۔ ابتداء میں وہ بارش کا

Marfat.com

دیوتا نظر آتا ہے۔ رگ وید کے تقریباً" ایک چوتھائی ۰ بھجنوں میں ایندر کو مخاطب کیا گیا ہے۔ 114 بھجن سوما سے منسوب ہیں۔ سوما کو طاقت اور دلیری کے دیوتا کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ تمام قدیم لوگ یہ سوما مشروب پیتے اور دیوتا کی پوجا کرتے تھے۔

(ii) رسوماتی پہلو: یہ ویدوں اور ہندو مذہب کا عملی پہلو ہے۔ ویدک رسومات کے مذہبی پہلو کا مقصد ۰ بھجنوں اور یگیوں کے ذریعہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ رگ وید سمہتا میں کچھ ۰ بھجنوں کا مقصد بلا شبہہ مخالف کے کھیت تباہ کرنا ہے۔ اتھرو وید مقبول عام سحر' ہپناٹزم' کالے جادو وغیرہ کے بارے میں ہمارے علم کا واحد ماخذ ہے۔ اتھرو وید سمہتا میں کچھ شادی کے بھجن ہیں' اور کچھ موت کے۔

(iii) توحیدی پہلو: ویدوں میں خداؤں کے مسئلے کے حوالے سے عہد جدید کے محققین نے مختلف نظریات پیش کئے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ وید میں کثیر خداؤں سے واحد خدا کی جانب پیش قدمی موجود ہے۔ ویدوں میں موجود خداؤں کا مطالعہ کرنے کی کوشش کرنے والا میکس مولر کوئی ایسی مناسب اصطلاح نہ ڈھونڈ پایا جو دیوتا کی فطرت پر موزوں بیٹھتی ہو۔ ویدوں میں بہت سے دیوتا ہیں' اور عملی طور پر ان میں سے ہر ایک کو "خدائے واحد اور خدائے مطلق" کہہ کر پوجا گیا ہے۔

راجہ رام موہن رائے کے مطابق ویدک خدا استعاراتی طور پر مطلق دیوتا کی خصوصیات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یعنی ویدک ۰ بھجنوں کے مختلف دیوتے اور دیویاں ایک ہی دیوتا کے مختلف رخ ہیں۔

(iv) روحانی پہلو: ویدوں پر یقین کو غلطی سے عقائد پرستی نہیں سمجھنا چاہیے۔ مذاہب اسی صورت میں قابل تقلید ہیں جب وہ روحانی ہوں۔ ویدوں میں ایسے عظیم مرتاضوں کے وجدانی تجربات موجود ہیں جو انہوں نے مذہب کے ذریعہ حاصل کئے۔ ہندوستانی فکر کے بارے میں رگ وید کو پڑھے بغیر بات نہیں کی جاسکتی۔ ویدک دیوتے اور دیویاں نفسیاتی عمل کی علامتیں ہیں۔ مثلاً" سورج دانش کی علامت ہے' جبکہ آگ اور سوما عزم اور احساس کی نمائندگی کرتے ہیں

(v) اخلاقی پہلو: رگ وید میں "ریت" کا تصور زبردست اہمیت کا حامل ہے۔ یہ

ہمہ گیر اخلاقی نظام ویدوں میں ریت ہے' میماسا اور اورشٹ میں نیایہ و یشنک۔ متھرا اور ورونا جیسے خدا نہ صرف فطرت کا ضابطہ پیش کرتے' بلکہ کائنات میں اخلاقی نظم بھی قائم رکھتے ہیں۔ ویدوں میں ریت ہمیں اخلاقیات کا ایک معیار مہیا کرتی ہے۔ یہ چیزوں کی صداقت ہے۔

خدا کے قانون پر عمل کرنا نیکی ہے' جس میں انسان سے محبت بھی شامل ہے۔ وید انسانوں اور دیوتاؤں میں ایک بہت قریبی تعلق قائم کرتے ہیں۔ انسان کی زندگی خدا کی نگاہوں تلے اپنا سفر طے کرتی ہے۔ اعتدال اچھی زندگی کی مرکزی خصوصیت ہے۔ ویدوں کا نیک آدمی اپنی راہیں نہیں بدلتا۔ نیک دلی اور مہمان نوازی کو عظیم نیکی خیال کیا گیا۔ المختصر' ویدوں کا حتمی مقصد نوع انسانی کی فلاح ہے۔

اپنشدوں کا فلسفہ

صداقت کی تلاش اپنشدوں کا مرکزی موضوع ہے۔ ڈاکٹر رادھا کرشن کہتے ہیں کہ اپنشدوں سے مراد ایسا علم ہے جو غلطیوں کو تباہ کردے اور انسان کو صداقت تک رسائی حاصل کرنے کے قابل بنائے۔ شنکر کہتا ہے' "برہمن کا سچا علم اپنشد کہلاتا ہے۔"

اپنشدوں کے مرتاضوں نے اپنے مذہبی تجربہ کے توسط سے علم (پراودیا) حاصل کرنا چاہی۔ ہمارے حواس ہمیں حقیقی علم نہیں دیتے۔ ذہن ہمیشہ دوئیوں (Dualities) کے درمیان حرکت کرتا ہے۔ کثرت میں واحد کی تلاش انسانوں کی فطری خواہش ہے۔

منڈک اپنشد کہتا ہے' "وہ کیا ہے جسے جان لینے سے ہر ایک چیز کو جانا جاسکتا ہے؟" اپنشدی فلسفے کے مرتاضوں نے زندگی بھر مابعد الطبیعیاتی مسائل پر سوچ بچار کی۔ انہوں نے مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے حقیقت مطلق کو تلاش کیا اور حقیقت کو پوری طرح جان لینے تک اپنی جستجو جاری رکھی۔

اپنشدوں کے مطابق برہمہ حقیقت مطلق ہے۔ برہمہ لامحدود' ازلی و ابدی' ہر شئے پر قادر' ہر شئے سے باخبر اور خود آگاہ ہے۔ وہ روح الارواح ہے۔ برہمہ وہ لطیف جوہر ہے جو ساری زندہ اور بے جان دنیا پر محیط ہے۔ میتری اپنشد کے مطابق' "وہ جس میں سے تمام زندہ چیزیں پیدا ہوئی ہیں' جس میں زندہ رہتیں' اور انجام کار فنا ہو کر جس میں

Marfat.com

واپس جائیں گی' وہ برہمہ ہے۔" بریہد آرنیک اپنشد میں کہا گیا ہے کہ سورج' چاند' آکاش' زمین' دن' رات' مہینے' سال' سمندر' دریا وغیرہ سب برہمہ کے حکم کی وجہ سے باقاعدگی سے چلتے ہیں۔

برہمہ لامحدود ہے۔ یہ محیط کل ہونے کے ساتھ ساتھ ماورا بھی ہے۔ شویتا شویتر اپنشد میں خدا کو ایک ہی جملے میں بیک وقت محیط کل اور ماورا بیان کیا گیا ہے: "خدا آسمان میں ایک درخت کے مانند چپ کھڑا ہے اور پھر بھی ساری کائنات میں سمایا ہوا ہے۔"

بھگوت گیتا کا فلسفہ

بھگوت گیتا کرم (عمل)' جنان (علم) اور بھگتی کا ایک امتزاج پیش کرتی ہے۔ اگرچہ یہ ہندومت کی ایک مذہبی کتاب ہے لیکن حقیقتاً" اسے دنیا کے تمام مذاہب قبول کرتے ہیں۔ یہ کتاب ہندوؤں میں بہت مقبول ہے۔ گیتا دراصل مہابھارت کا ہی ایک حصہ ہے۔ بھگوت گیتا کا پیغام اپنی وسعت کے اعتبار سے کائناتی ہے۔ یہ مقبول عام ہندومت کی فلسفیانہ بنیاد ہے۔ ولیم وان ھمبولڈٹ کے مطابق' "گیتا کسی بھی زبان میں موجود شاید واحد خوبصورت ترین فلسفیانہ گیت ہے۔" لوک مانیہ تلک نے اسے نہایت چمکدار اور کامل موتی کہا جو بے چین روحوں کو سکون دیتا اور ہمیں روحانی دانش میں کامل بناتا ہے۔ گیتا کی مرکزی تعلیم کو اپنی بیسانت کے خوبصورت مختصر الفاظ میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے: "اس کا مقصد متلاشی کو تیاگ کی کمتر سطوحات' جہاں چیزوں کو تیاگ دیا جاتا ہے' سے اٹھا کر پرشکوہ بلندیوں تک پہنچانا ہے جہاں خواہشات مرجاتی ہیں اور یوگی پرسکون اور مسلسل مراقبے میں قیام پذیر ہوتا ہے' جبکہ جسم اور ذہن مستعدی کے ساتھ زندگی کے فرائض سرانجام دینے میں مصروف رہتے ہیں۔"

عمل' علم اور بھگتی کا امتزاج:

بھگوت گیتا خدا کو اس دنیا کی مطلق علت اور بنیاد تسلیم کرتی ہے۔ خدا کو ایشور

Marfat.com

اور برہمہ جیسے القاب سے بیان کیا گیا ہے۔ تاہم' یہ قابل ذکر ہے کہ شری کرشن نے خود کو کافی جگہوں پر دیوتا کے متشابہ کہا اور اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے "میں" یا "میرا" جیسے الفاظ کا آزادانہ استعمال کیا۔ وہ دو فطرتوں (پراکرتی) کا حامل ہے---- پراپراکرتی اور اپراپراکرتی۔ اول الذکر جانداروں پر مشتمل ہے' جبکہ مؤخر الذکر میں تین گن (خصوصیات) شامل ہیں۔ ستو' رجس اور تمس۔ زندہ ہستی کو خدا کے جز "انش" کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ تاہم' وہ دو حقیقت آتما ہیں' بے پیدائش' غیر فانی اور ابدی۔ آتما کپڑوں کی طرح انسانی جسم بدلتی ہے۔ جسموں کو کھیت (کشیتر) کہا گیا کیونکہ اعمال کے پھل ان میں ہی پکتے ہیں۔ جاندار ہستیاں' جو بنیادی طور پر آتما ہیں' لاعلمی کی وجہ سے خود کو جسم سے ہی متشابہ سمجھ لیتی ہیں اور نتیجتاً" پیدائش' بیماری' بڑھاپے اور موت کی تکالیف جھیلتی ہیں۔

گیتا کی تین راہوں کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے: سب سے پہلے راہ علم ہے۔ گیتا انسان کو خود آگہی' یعنی اپنی حقیقت جاننے میں مدد دیتی ہے۔ یعنی اپنی آتما کو جاننا۔ دوسری راہ عمل کی ہے۔ گیتا کی اس بارے میں تعلیم یہ ہے کہ پھل کی خواہش سے لاتعلق ہوکر' بے لوث عمل کرو۔ بھگتی تیسری راہ ہے جس میں انسان خدا کے لئے شدید تمنا یا محبت پیدا کرتا ہے۔ ہم ایسی زندگی گذار سکتے ہیں جس میں علم' عمل اور بھگتی تینوں کا اپنا اپنا مناسب اور جائز مقام ہو۔ گیتا یوگ یا روحانی زندگی کو بالنظم کل کے طور پر لیتی ہے جس میں ہمارا ارادہ (کرم یوگ) ہمارے جذبات کی تربیت (بھگتی یوگ) اور ہماری دانش کی تربیت (جنان یوگ) شامل ہے۔ ان تینوں اصولوں کو ایک دوسرے سے الگ الگ رکھ کر دیکھا جاسکتا ہے۔

کرم یوگ بھگتی کا ایک عنصر موجود ہے۔ کرم یوگی ہمیشہ محسوس کرتا ہے کہ وہ خدا کاخادم ہے۔ بھگتی کے بغیر کوئی بھی عمل کرنا ناممکن ہے۔ کرم یوگ خدا کو عامل سمجھتا ہے اور خود کو محض خدا کا ایک آلہ کار۔ وہ تمام اعمال خدا کی خاطر سرانجام دیتا اور ان کے نتائج بھی خدا پر چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے لئے کام عبادت ہے۔ بھگتی کرم یوگ کا نتیجہ ہے۔

Marfat.com

خدا کے لئے غیر مشروط سپردگی اور وابستگی کا نام بھگتی ہے۔ گیتا کہتی ہے کہ ایک پلڑے میں کرم یوگ اور دوسرے میں جنان یوگ سے حقیقی بھگتی ہمیشہ متوازن رہتی ہے۔ یعنی حقیقی بھگتی میں ہمیشہ ایک جانب اخلاقی آگہی اور دوسری طرف تیاگ ہوتا ہے۔ بھگتی کبھی بھی اندھا دھند نہیں ہوتی۔ یہ خدا کے ساتھ معقول محبت ہے۔ جس طرح کرم یوگ میں بھگتی کا ایک عنصر موجود ہے' بالکل اسی طرح بھگتی میں جنان (علم) کا عنصر پایا جاتا ہے۔

گیتا کی رو سے جنان میں ذہن و دل کی مختلف نیکیوں کی انجام دہی شامل ہے جو متمنی کو جنان تک لے جاتی ہیں۔ راہ علم پر گامزن متمنی کو یہ محسوس کرنا پڑتا ہے کہ دنیا سراب ہے جبکہ صرف برہمہ حقیقی ہے۔ برہمہ علم حقیقی ہے جسے آتما کہتے ہیں۔ اس خود آگہی کے ذریعہ انسان بھگتی حاصل کرتا ہے۔ جنان یوگ فلسفیانہ عقیدے کی استدلالی توضیح ہے۔

ہندو فلسفہ کے مکاتب

ہندو فلسفہ میں چھ بنیادی نظام ہائے فلسفہ پیدا ہوئے۔ ویشنک' نیایہ' سانکھیہ' یوگ' میماسا اور ویدانت۔

کناڈی اپنی کتاب ویشنک فلسفہ میں ابتدائے کائنات کی کڑیاں ایٹموں اور مالیکیولوں کے امتزاج سے ملاتا ہے۔ اس کے مطابق ایٹم اور مالیکیول خدا کے تخلیق کردہ نہیں' بلکہ اس کے ساتھ ہم ازل ہیں۔ وہ ایٹموں کو ملانے اور ان کا مجموعہ بنانے والی طاقت خدا میں سے آتی ہے جو شخصی ہے۔ وہ علم خواہشات اور ارادے کا حامل ہے اور خدا تمام مظہر کا مالک ہے۔ اس نظام فلسفہ کی رو سے اثیر (Ether)' زماں' مکاں' نفس اور ذہن فطرت کے ازلی و ابدی مرکبات ہیں۔ نجات یا موکشا کا مطلب جنم مرن اور دکھ سہنے کے چکروں سے آزادی پا جانا ہے۔

اس کے بعد گوتم کا نیایہ فلسفہ آتا ہے۔ اس کا معروض فطرت' روح اور خدا کا حقیقی علم' اور حتمی آزادی کا حصول ہے۔

Marfat.com

کپل کا سا نکھیہ نظام ذات اور لا ذات' پرش اور پراکرتی یا ابدی قوت کے منطق ملاحظے پر غور و خوض کرتا ہے۔ کپل نے خالق کے وجود سے انکار کیا' لیکن وہ انفرادی روح کو بطور ابدی' لامحدود اور لافانی شئے تسلیم کرتا ہے۔ اس کے خیال میں حتمی نجات علم کے وسیلے سے حاصل ہوتی ہے۔

پتنجلی کا فلسفہ یوگ خود کو انسانی ذہن کی بلند تر نفسیات کے لئے وقف کرتا ہے' اور ارتکاز خیال و مراقبہ کی سائنس' سانس لینے کی سائنس' ٹیلی پیتھی' غیب دانی اور دیگر مختلف نفسی قوتوں کی وضاحت کرنے کے علاوہ ہمیں الوہی شعور (سمادھی) حاصل کرنے کی ایک راہ بتاتا ہے۔ دنیا میں یوگ کا کوئی نظام پتنجلی کے نظام جتنا مکمل نہیں۔ خدا کی بھگتی اور عملی تربیت و انضباط کو نجات حاصل کرنے کے لئے لازمی قرار دیا گیا۔

پورو میماسا جیمنی کے فلسفہ کا ایک بنیاد پرست مکتبہ ہے' جو ویدوں کے حقیقت پسندانہ حصے (کرم کانڈ) کے مختلف فرامین پر غور کرتا ہے۔ ان فرامین پر ہر ممکن سختی کے ساتھ عمل کرنے کو اعلیٰ ترین فرض بتایا گیا۔ اس نظام کو کرم یا حقیقت پسندانہ عمل کا فلسفہ کہا جاسکتا ہے۔ یہ علم کے معتبر ذرائع ' لفظ اور خیال کا درمیانی رشتہ واضح کرتے ہیں۔

سب سے آخر میں ویدانت' جسے عام طور پر شنکر اچاریہ کا ادویت ویدانت کہا جاتا ہے' ویدوں اور اپنشدوں کے مطالعہ تک ہی محدود ہے۔ ویدانت کا لفظی مطلب علم (یا ویدوں) کا انت ہے۔ آج کل یہ ہندوستان کا مقبول ترین فلسفہ ہے۔ موحدانہ ادویت ویدانت فلسفہ تمام قابل ادراک معروضات سے ماورا کی جانب ہماری رہنمائی کرتا اور ہماری روح کو ابدی' مطلق ہستی کی جانب متعین کرتا ہے' جہاں ہمارے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔

ادویت ویدانت کے مطابق صرف برہما حقیقی ہے' اور دنیا غیر حقیقی۔ برہما واحد ہے نہ کہ کثیر۔ اس واحد سے بہت سے وجود میں آئے' اور انفرادی روحیں مطلق برہمہ ہیں۔ مظہری کائنات مطلق برہما میں سے ظہور پذیر ہوتی اور اسی میں واپس لوٹ جاتی

Marfat.com

ہے۔

ویدانت کے دوئی پسند نظریہ میں رامانج نے کہا کہ دنیا' خدا (برہما) اور روحیں حقیقی ہیں۔ ہماری لاعلمی قید اور تکلیف کی وجہ ہے۔ حقیقی علم کے ذریعہ لاعلمی کا خاتمہ ہوسکتا ہے' جسے برہما جنان یعنی الوہی آگہی کہتے ہیں۔ مکتی مسرت و شادمانی کی حالت ہے جس میں ذات خود کو برہما جیسا ہی بنالیتی ہے۔

ہندومت عہد جدید میں

ہندومت ایک قدیم ترین مذہب ہے' لیکن یہ مختلف صورتحال میں اپنی تجدید کرتا رہا ہے۔ ہندو مذہب کو جب بھی داخلی یا خارجی خطرہ لاحق ہوا تو اس میں ہمیشہ تبدیلی و ترمیم ہوئی۔ راجہ رام موہن رائے' سوامی' دیانند سرسوتی' سری رام کرشن اور دیگر مجددین نے وقتاً" فوقتاً" ہندومت کی تجدید کی ہے۔ یہاں چند ایک مذہبی تحریکوں اور اصلاح کاریوں پر بحث کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جو ہندومت میں وقوع پذیر ہوئیں۔

برہمو سماج: جب ہندوستان برطانوی حکومت کے ماتحت تھا تو عیسائی مبلغین نے ہندوؤں کے درمیان اپنے مذہب کی اشاعت شروع کی۔ ہندو مذہب اور عقیدہ حل کر رہ گیا۔ اٹھارہویں صدی کے آخری ربعہ میں راجہ رام موہن رائے نے برہمو سماج کا آغاز کیا۔ انیسویں صدی کے دوران راجہ رام موہن رائے نے سائنس کی پیاس' استدلال سے محبت اور آزاد انسان پسندی کے ساتھ ہندومت کی ایک نئی روح پیش کی۔ برہمو سماج نے ہندومت میں سے کثرت پرستانہ عقائد کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش کی' اور یوں "ابدی و بے شکل خدا" میں اعتقاد بحال کیا جو ساری کائنات کا خالق اور اسے قائم رکھنے والا ہے۔

راجہ رام موہن رائے نے عیسیٰ مسیحؑ کی الوہیت کے مسلک کو مسترد کیا' لیکن وہ عیسیٰؑ کی اخلاقی تعلیمات سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ ہندومت کے بنیادی عقائد میں سے آواگون' بچوں کی شادی' بیوہ کی شادی نہ کرنے کی رسم اور اچھوت پن کو مسترد کردیا۔

انہوں نے بت پرستی کی مخالفت کی جس نے وحدانیت یا ہندومت کے نظریہ واحد خدا کو بے وقعت بنادیا تھا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ ہندو صحائف صرف واحد مطلق پر یقین کی تعلیم دیتے ہیں۔ رام موہن رائے نے اہم کتب اور ویدانت و اپنشدوں سے متعلق کتب شائع کیں اور مذہبی و سماجی اصلاح کے لئے لوگوں کے درمیان تقسیم کیں۔

ہندوستان بھر میں برہمو سماج کی بہت سی شاخیں قائم ہوئیں اور رابندر ناتھ ٹیگور و چندر سین نے اس تحریک میں شمولیت اختیار کی۔ رابندر ناتھ ٹیگور نے ہندومت میں سے توہم پرستی اور اندھے اعتقادات وغیرہ کو خارج کرکے اسے خالص بنانا چاہا۔ بعد میں برہمو سماج تین حصوں میں تقسیم ہوگئی: (1) آدی' (2) نواندھان' اور (3) سدھارن برہمو سماج۔

آریہ سماج: آریہ سماج کی بنیاد سوامی دیانند سرسوتی نے بمبئی میں 10 اپریل 1875ء کو رکھی۔ یہ برہمو سماج کے مقابلہ میں زیادہ بنیاد پرستانہ اور تشددانہ تھی۔ سوامی دیانند سرسوتی نے برہمو سماج پر الزام عائد کیا کہ وہ عیسائیت کی تقلید میں قدیم ہندو روایت سے بہت دور ہوگئی تھی۔ آریہ سماجی نے ویدوں کو اپنی ٹھوس بنیاد بناکر نہ صرف عیسائیت اور اسلام بلکہ مغربی سائنس کے کچھ مخصوص پہلوؤں پر بھی تنقید کی۔ سوامی دیانند کو یقین تھا کہ وید غیر متزلزل اور لامحدود علم کا خزینہ ہیں۔ لہٰذا ویدوں کو سمجھنا اور ان کی تعبیر و تشریح کرنا ضروری قرار دیا گیا' کیونکہ ان میں تمام معلومات' فلسفہ اور تکنیکی و سائنسی علم شامل ہے۔ اس کا نعرہ "ویدوں سے رجوع" قومی یک جہتی بنانے اور ہندوؤں کے درمیان قومی وقار اور شعور کی شمع روشن کرنے کی حقیقی خواہش سے تحریک یافتہ تھا' اور اس کا مقصد ہندومت کی تجدید و اصلاح کاری تھا۔

خود دیانند سرسوتی نے آریہ سماج کے اصول مندرجہ ذیل بیان کئے:

(1) تمام علم اور معلوم کی اولین مستعد علت پرم ایشور یعنی خدائے مطلق ہے۔

(2) خدا ہستی موجود' ذہین اور کامل مسرت ہے۔ وہ بے ہیئت' قادر مطلق' منصف' رحیم' لاولد' غیر محدود' غیر متغیر' بے ابتداء' یکتا' سب کو قائم رکھنے والا' مالک کل' حاضر مطلق' خلقی' ناقابل تغیر' لافانی' بے خود' ابدی اور خالق کل ہے۔

(3) وید حقیقی علم کے صحائف ہیں۔ انہیں پڑھنا' سیکھنا' ان کا ورد کرنا اور دوسروں سے سننا سب آریوں کا فرض ہے۔

(4) حقیقت کو قبول اور غیر حقیقی کو مسترد کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

(5) آریہ سماج کا بنیادی' مقصد ساری دنیا کی بھلائی ہے' یعنی اس کی مادی' سماجی اور روحانی بہتری میں مدد کرنا۔

(6) سب انسانوں کے ساتھ برتاؤ محبت اور انصاف کے تحت' دھرم کے اصول کی مطابقت میں ہونا چاہیے۔

(7) ودیا (موضوع و معروض کا علم) کو فروغ دینا اور اودیا (سراب) کی بیخ کنی کرنی چاہیے۔

(8) صرف اپنے فائدے اور بہتری کے لئے نہیں بلکہ سب کے فائدے اور بہتری کے لئے کوشش کرنی چاہیے۔

(9) معاشرے کی بے غرضانہ حکمرانی پر عمل کرتے ہوئے خود کو پابند سمجھنا چاہیے' جبکہ انفرادی فلاح کے اصولوں کی پیروی میں آزاد ہونا چاہیے۔

سوامی دیانند صرف ایک دیوتا پر یقین رکھتے تھے اور انہوں نے کہا کہ وید بت پرستی کی اجازت ہرگز نہیں دیتے۔ ان کے لئے خدا صداقت ہے۔ گاندھی کا بھی یہی نظریہ تھا۔ آخری فتح حق کی ہی ہوتی ہے' اور یہ اپنے متلاشیوں کے لئے "دھرم" ارتھ' کام اور نجات کو یقینی بناتا ہے۔ صداقت کی بھگتی لازماً" قوت اور عظمت کا سرچشمہ بن جاتی ہے۔ آریہ سماج انسانی نوع کی جسمانی' روحانی اور سماجی بہبود کے لئے حقیقی علم محبت اور انصاف کو بنیاد بناتی ہے۔ سوامی جی نے کہا کہ ساری دنیا کی بھلائی آریہ سماج کا بنیادی مقصد ہے۔ انہوں نے زیادہ تر اس بات پر زور دیا کہ ہمیں ہمہ وقت سچائی کو قبول اور جھوٹ یا غیر حقیقی کو مسترد کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ سماجی مذہبی اصطلاح میں سوامی دیانند نے کسی بت پرستی' اجداد پرستی' ذات پات' جانوروں کی قربانیوں' اوتاروں' زیارتوں' بچوں کی شادی اور اچھوت پن کے علاوہ بیوہ کی شادی کرنے کی بھی تبلیغ کی۔

Marfat.com

رام کرشن کا مشن: رام کرشن ہندو معاشرے کے سامنے ایک شدید روحانیت سے بھرپور مظہری زندگی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے۔ انہوں نے ہندو الہیات کے نظریات اور تصورات کی نہایت سادہ اور بصیرت افروز تعبیرو تشریح پیش کی۔

مہاتما گاندھی نے کہا کہ شری رام کرشن کی زندگی عملی مذہب کی کہانی ہے۔ رام کرشن کے مطابق دنیا کے مختلف مذاہب ' یعنی ہندومت' عیسائیت' اسلام وغیرہ ایک دوسرے کے متضاد یا مخالف نہیں بلکہ ایک ہی ازلی و ابدی مذہب کے مختلف ادوار ہیں۔ رام کرشن کے الفاظ میں "جتنے عقیدے ہیں اتنے ہی راستے بھی ہیں۔" رام کرشن کو مجسم صداقت و پاکیزگی تسلیم کیا جاتا ہے۔

انہوں نے ہندو مت کی موجودہ حالت پر غور و خوض کیا۔ ان کے متعدد روحانی شاگرد اور مرید تھے' جن میں سے سوامی دیوکانند سب سے زیادہ قابل تھے۔ سوامی ویو کانند کے مطابق جب آریوں کی اولادیں ویدانت اور اپنشدوں کی روح کو فروغ دینے میں ناکام ہوگئیں اور مذہب کی سرزمین ہندوستان کو غیر معمولی گڑ بڑ سے بھرپور بنا دیا تو شری کرشن آریہ نسل کا حقیقی مذہب افشاء کرنے کے لئے نمودار ہوئے۔ وہ مذہبی سوچ اور پوجا کے تمام تصورات اور پہلوؤں میں موافقت کے طور پر آئے' اور ان کی زندگی ماضی کی تمام عظیم مذہبی شخصیات کی نو تشکیل شدہ تجسیم تھی۔ تاہم یہ ایک چیلے کے اپنے گرو کے متعلق خیالات ہیں۔

ویوکانند نے اپنے اہل وطن کو فلسفۂ ویدانت پر عمل کرنے اور دنیا بھر میں اس کی اشاعت پر زور دیا' کیونکہ ان کے خیال میں عالمی مسائل کا یہی ایک حل تھا۔

سوامی ویوکانند کو پورا یقین تھا کہ ہندو روحانیت اس وجہ سے اعلیٰ ترین ہے کیونکہ یہ عظیم ادویت (غیر ثنائیت) کو حقیقت میں پیش کرتی ہے' اور اسے پانے کے ذرائع بھی۔ ایک اصلاح کار کی حیثیت میں ویوکانند نے ہندو معاشرے میں سماجی اور اقتصادی برابری کی جدید روح پھونکنے کی کوشش کی۔ انہوں نے اپنے شاگردوں کو فعالیت اور سماجی خدمت کی تربیت دی۔ یہی ان کا مشن تھا۔

مہاتما گاندھی' سری آروبندو گھوش اور ڈاکٹر سروپلی رادھا کرشن ہندومت میں

Marfat.com

اصلاح کے دیگر فلسفی، مبلغین اور دانشور گذرے ہیں۔

☆○☆

Marfat.com

14

یہودیت

"ہر مذہب' اور خاص طور پر یہودیت' نجات کی جستجو کے لئے لوگوں کی تنظیم ہے۔" (موروڈیسائی کاپلان)

یہودیت اہل یہودہ کا قدیم مذہب تھا۔ عہد نامۂ عتیق یہودیت کا مرکزی ماخذ ہے۔ یہودیت نے فطرت کی دہشت زدہ عبادت سے فطری انداز میں ترقی پائی' اور کثرت پرستی سے وحدانیت تک آیا۔ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ خوراک کی تلاش میں خانہ بدوشوں کی طرح فلسطین اور مصر میں جگہ جگہ گھومے۔ زندگی کے لئے ضروری خوراک اور پانی کے سرچشموں کو نادیدہ قوتیں سمجھا جاتا تھا جو اپنی حیات پرور خصوصیات کی وجہ سے نہایت قابل قدر یا قابل عبادت تھیں۔ چنانچہ دریاؤں اور چشموں کے ماخذ' جنہیں "جبل" کہا جاتا تھا' کو ان کی روحانی قدر کی وجہ سے بہت اہمیت دی جاتی تھی۔ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ نے بالترتیب کوہ شدائی اور کوہ سینائی کو اپنے دیوتاؤں کے طور پر اپنایا۔ صحرا میں زندگی کی طمانیت نے ہی انہیں علم مہیا کیا۔ ان دنوں کامیابی کا راز کسی زیادہ طاقتور دیوتا کے ساتھ الحاق حاصل کرنا تھا۔ کچھ محققین کے مطابق یہودیت دو مذاہب یعنی عیسائیت اور اسلام کا مرکب ہے۔

دس فرمان

موسیٰؑ یہودیوں کو مصر سے باہر لے گئے۔ وہ یہودیت کو منظم کرنے اور انہیں ایک نیا ضابطہ اخلاق اور معیار زندگی دینے میں بہت زیادہ دلچسپی رکھتے تھے۔ اس مقصد کے

Marfat.com

تحت انہوں نے اپنے لوگوں پر مندرجہ ذیل دس فرمان صادر کئے:

1۔ خداوند تیرا خدا جو تجھے ملک مصر سے اور غلامی کے گھر سے نکال لایا میں ہوں۔

2۔ میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا۔ تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا۔ نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے......

3۔ تو خداوند اپنے خدا کا نام بے فائدہ نہ لینا کیونکہ جو اس کا نام بے فائدہ لیتا ہے خداوند اسے بے گناہ نہ ٹھہرائے گا۔

4۔ یاد کرکے تو سبت کا دن پاک ماننا۔ چھ دن تک تو محنت کرکے اپنا سارا کام کاج کرنا' لیکن ساتواں دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے۔ اس میں تو کوئی کام نہ کرے گا۔

5۔ تو اپنے باپ اور ماں کی عزت کرنا تاکہ تیری عمر اس ملک میں' جو خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے' دراز ہو۔

6۔ تو خون نہ کرنا۔

7۔ تو زنا نہ کرنا۔

8۔ تو چوری نہ کرنا۔

9۔ تو اپنے پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دینا۔

10۔ تو اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ نہ کرنا۔ تو اپنے پڑوسی کی بیوی کا لالچ نہ کرنا اور نہ اس کے غلام اور اس کی لونڈی اور اس کے بیل اور اس کے گدھے کا' اور نہ اپنے پڑوسی کی کسی اور چیز کا لالچ کرنا۔

یہودیت میں خدا کا تصور

یہودیت کی رو سے خدا تمام قوت کا سرچشمہ اور جوہر ہے۔ وہ کائنات کا خالق اور حکمران ہے۔ تمام ہست اس کا تخلیق کردہ ہے اور وقوع پذیر ہونے والا سب کچھ اس کا کارنامہ۔ اس کی قوتیں صرف اس کے ارادے سے ہی محدود ہیں۔ "وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔" خدا قادر مطلق اور عالم کل ہے۔ وہ ہمہ سماعت' ہمہ بصارت اور علیم و

Marfat.com

خبیر ہے۔ وہ ابدی اور زمان و مکان سے ماورا ہے۔ یہودیت دو جدا قسم کی الوہی خصوصیات تسلیم کرتی ہے۔ اول یہ کہ خدا ایک ماورائی ہستی کے طور پر نظر آتا ہے جو خود کو ہماری تفہیم میں لاتی ہے۔ دوم یہ کہ خدا کی پاکیزگی اسے اخلاقی لحاظ سے کامل بناتی ہے۔ خدا اعلیٰ ترین اخلاقیات کے لئے بھی مثالی نمونہ بن جاتا ہے۔ پاکیزگی کی یہ الوہی خصوصیت دوہرے معنی رکھتی ہے۔ پہلا معنی ہر عارضی اور حیاتی چیز سے ماورا روحانی فوقیت ہے۔ اس سے خدا کی پاکیزہ بنانے والی قوت مراد ہے۔ دوسرا معنی خدا کے ملتفت ترحم کی جانب اشارہ کرتا ہے۔

انسان خدا کے ساتھ خصوصی تعلق کا حامل ہے۔ اس کا اظہار اس فقرے میں ہوتا ہے کہ "انسان کو خدا نے اپنی شکل جیسا بنایا۔" انسان کو خدا کی طرف سے دی ہوئی روح کا حامل سمجھ کر تعظیم دی گئی۔ یہ امر انسان اور خدا میں ایک شخصی تعلق قائم کرتا ہے۔ خدا نے انسان کو زمینی اور روحانی خصوصیات ودیعت کی ہیں اور اسے خدا کے مقاصد کی تکمیل میں حصہ لینے کا کہا گیا' جسمانی اور روحانی دونوں اعتبار سے۔ خدا نے دنیا اور تمام موجودات کو بنایا لیکن اس نے اس کی ترقی کی ذمہ داری انسان کو سونپی۔ انسان کو زندگی کے مادی اور روحانی پہلوؤں کو ترقی دینے کی ذمہ داری بھی دی گئی۔ انسان پر زور دیا گیا کہ وہ پاکیزگی تک پہنچانے والی تمام مثبت نیکیاں سرانجام دے۔ بائبل میں ان کا اظہار خدمت اور فرض' خیرات دینے اور انسانوں سے محبت پر تاکید کی صورت میں ہوتا ہے۔ یہودیوں کے مطابق خدا جیسا بننے کی جدوجہد کرنا اصل مقصد ہے۔ خدا اچھا' راستباز' منصف اور رحیم ہے۔ لہٰذا انسان میں بھی یہ وصف موجود ہونے چاہئیں۔

یہودیت میں اخلاقی اصول

یہودیت کے مطابق زندگی اخلاقی تگ و دَو کا نام ہے اور انسان کو خدا کی الوہی سرگرمیوں میں اس کا رفیق کار بننا ہوتا ہے۔ الوہیت' خدا کی برابری' بے لوث ہو کر نیکی کرنا یہودیت میں انسانی وجود کا اصل مقصد ہے۔ یہودیت نے انفرادی تکمیل کے

Marfat.com

لئے ایک ضابطہ طرز عمل مقرر کیا۔ انسان پر زور دیا گیا کہ وہ ناپاک خواہشات اور گناہگار جذبات پر فتح پائے اور ہر قسم کی تحریص کی مدافعت کرے۔ تزکیہ نفس اور ترک دنیا انسانی ترقی کا پہلا مرحلہ ہے جس کے ذریعہ سے تکمیل ذات ہوتی ہے۔ تزکیہ نفس کی اعلی ترین صورت وہ ہے جو خدا کی علت میں ظاہر ہوتی ہے۔ خدا یا انسانوں کی راہ میں نفس کشی' ترک دنیا اور ایثار ذات کا ہر اقدام کاملیت کی جانب لے جاتا ہے۔ یہودیت کی اصل روح انسان کو دنیا سے بھاگنے اور ریاضت کش بن جانے کی تعلیم دینے میں مضمر نہیں۔ خدا نے نوع انسانی کو اصول و قوانین کا ایک مجموعہ دیا جس پر عمل کرکے ہر انسان الوہی منشاء کی تکمیل میں شریک کار بن جاتا ہے۔ یہ پابندیاں مندرجہ ذیل ہیں: (i) صنم پرستی' (ii) خدا کی شان میں گستاخی' (iii) تزویج محرمات' (iv) قتل' (v) چوری' (vi) زندہ جانور کی ٹانگ کاٹ کر کھانا' اور (vii) بے انصافی۔

یہودیت کا جوہر اس آیت میں ہے' "تم میرے لئے پاکیزہ بنو کیونکہ میں تمہارا خداوند پاک ہوں۔" خدا اخلاقیات اور کاملیت کا مثالی نمونہ ہے جو یہودیوں کو حصول کاملیت اور ایک نیک زندگی گذارنے کے لئے قوت محرکہ اور ترغیب دیتا ہے۔ المختصر' یہودی اخلاقیات پاک خدا کی سرفراز کرے والی قوت کے تحت خود فرازی فراہم کرتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ خدا جیسا بن کر خدا کی راہ پر چلے! انسانی زندگی الوہی نیکی اور پاکیزگی کا نقش ثانی ہونی چاہیے۔ صاف ہاتھوں اور پاک دل والا انسان' جس کی روح غلط راہ پر نہ پڑی ہو اور نہ ہی اس نے دھوکہ دیا ہو' خدا کا مقام پاسکتا ہے۔ حفظ نفس اور تکمیل ذات ہر یہودی کے بنیادی فرائض ہیں۔ ہماری اخلاقی اور روحانی ذات کے لئے قول ہے کہ' "پہلے خود کو اور پھر دوسروں کو خوبصورتی دو۔"

یہودیت اخلاقیات اور کامل طرز عمل کی تعلیم دیتی ہے۔ زندگی خدا کے لئے' ہر قسم کی بے انصافی کے خلاف حق کے لئے' جھوٹ کے خلاف سچائی کے لئے' ناپاکی کے خلاف پاکیزگی کے لئے جدوجہد ہے۔ یہ نیکیوں' انکساری' تسلیم و رضا' مویشیوں پر شفقت' راحت رسانی' ہم آہنگی اور اعتدال کا مذہب ہے۔ امن الوہی خصوصیات کی روح اور انسانی کاملیت کی علامت ہے۔ اس دنیا میں اور نہ ہی اگلی دنیا میں راستباز

کے لئے کوئی سکون ہے کیونکہ وہ ایک قبیلے سے دوسرے قبیلے میں جاتے اور مسلسل جدوجہد کرتے ہیں۔ اور وہی خدا کو پاتے ہیں۔ راستبازی میں خیرات دنیا اور کریم النفسی بھی شامل ہے۔

عمل اور دوبارہ جنم کا قانون

ہندومت کی طرح یہودیت میں بھی قانون عمل اور دوبارہ جنم پر زور دیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص نیک کام کرتا ہے تو اسے انعام ملتا ہے' جبکہ برے کام سزا کا حقدار بناتے ہیں۔ چنانچہ ہر شخص کو اپنے اعمال کی بنیاد پر ہی پھل ملتا ہے۔ کام کرنا انسان کا اولین مقصد ہے کیونکہ کام عبادت ہے' کام زندگی ہے اور کام ہی نجات کی راہ ہے۔ یہ بات یہودیت میں عقیدہ دوبارہ جنم کی بنیاد بنی۔ عمل اور دوبارہ جنم کے یہودی نظریات کا تجزیہ روح کی فطرت کی دریافت تک لے جاتا ہے۔ یہ اس حقیقت کو پیش کرتی ہے کہ روح ابدی اور ناقابل فنا ہے۔ اس کی نوعیت غیر تبدیل شدہ رہتی ہے' چاہے یہ کتنی بار ہی کیوں نہ جنم لے۔

مسئلہ شر

یہودیت کی رو سے برائیاں اور گناہ انسان میں خلقی ہیں۔ رحیم' راستباز' پاکیزہ اور شر سے پاک خدا اس کائنات کی واحد علت ہے۔ گناہ اور شر انسانی ذہن کی آلودگی کے باعث ہیں۔ گناہ خدا کے ساتھ عدم تعلق کا احساس پیدا کرتا ہے۔ خدا گناہگار کو سزا نہیں دینا چاہتا' بلکہ اسے اپنی جانب واپس لانا چاہتا ہے۔ یہ عقیدہ کہ خدا دعا سنتا اور گناہگاروں کو بخشتا ہے' خدا اور انسان کے درمیان باہمی تعلق کی بنیاد پر ہے۔ دعاؤں کے ذریعہ الوہی رحمت حاصل کی جاسکتی ہے۔ دعا اور پچھتاوا ہی روح انسانی اور خدا کے درمیان حائل وسیع خلیج پر پل بنتا ہے۔

یہودی فلسفہ

یہودی عقیدہ زندگی کے اخلاقی' قانونی اور انتہائی مذہبی پہلوؤں کے بارے فلسفیانہ

Marfat.com

دعوے کرچکا ہے۔ خدا یہودیت کا مرکزی نکتہ ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اسرائیل کو ایک خدا کی عبادت اور دوسروں کو خارج کرنا چاہیے یا نہیں؟ اس صورتحال میں سے وحدانیت پیدا ہوجانا قرین قیاس تھا۔ یہودی فلسفہ نے زندگی کے اخلاقی اور مذہبی پہلوؤں پر زور دیا ہے۔ یہ ہر فرد کو کاملیت حاصل کرنے کے لئے ایک اخلاقی ضابطہ تجویز کرتا ہے۔ یہودیت کی نظر میں انصاف انسانی رویے کا سب سے بڑا اصول ہے۔ صرف عمل میں ہی نہیں بلکہ سوچ اور روح میں بھی انصاف درکار ہے۔ بے انصاف محبت بدمعاملگی تک پہنچاتی ہے۔ محبت کو انصاف کی رہنمائی کرنی چاہیے ورنہ یہ بے قدر ہوگی۔

عہد وسطیٰ کے سب سے بڑے یہودی فلسفی میمونائیڈز نے اپنی ———— "Commentary on the mishnah" میں یہودیت کی فلسفیانہ روایت کو مختصراً پیش کیا جس نے عقیدے کو تیرہ چیزوں میں محدود کردیا۔ اس میں مندرجہ ذیل شامل ہیں: (1) خالق کی موجودگی' (2) اس کی یگانگت' (3) اس کی بے جسمی' (4) اس کی ابدیت' (5) صرف اسی کی عبادت کرنا' (6) دیگر تمام نبیوں پر حضرت موسیٰؑ کی فوقیت' (7) نبیوں کے اقوال کی سچائی' (8) سینائی کے مقام پر موسوی شریعت کا انکشاف' (9) شریعت کی عدم تغیری' (10) خدا کی معرفت کل' (11) اس اور اگلی دنیا میں مکافات عمل' (12) مسیحا کی آمد' اور (13) مردے کا دوبارہ جی اٹھنا۔

یہودیت کے فرقے

موجودہ یہودیت تین شاخوں پر مشتمل ہے: آرتھوڈوکس' لبرل اور کنزرویٹو۔ امریکہ میں یہودی برادری کم و بیش برابر تقسیم ہے۔ دنیا کے دیگر حصوں میں آرتھوڈوکس تعداد زیادہ ہے' اور اسرائیل میں ان کا غلبہ ہے۔ زیادہ تر آرتھوڈوکس دوسرے دو فرقوں کی "مذہبی چھوٹ" پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں لیکن اس بات سے کوئی بھی فرقہ انکار نہیں کرتا کہ تینوں فرقے سچے طور پر یہودی ہیں۔

آرتھوڈوکس یہودیت میں قدیم اور صدہا سال میں بننے والی رسومات کی پابندیوں'

عبادتی قواعد' الوہی قوانین' سبت کے ضابطوں' روزہ داری اور دیگر رواجوں پر عمل کیا جاتا ہے۔ رسومات بہت کچھ تقاضا کرنے والی متعدد اور سخت ہیں جن کا بنیادی تعلق عبادتی قواعد سے ہے۔ آرتھوڈوکس یہودیوں کی قدیم روایات عہد جدید میں آتے آتے بہت کم بدلی ہیں۔

لبرل یا ریفارم یہودیت کا آغاز 19 ویں صدی میں جرمنی سے ہوا اور اس نے یہاں سے امریکہ میں جاکر خود مختار جماعتیں قائم کیں۔ جدید سوچ رکھنے والے ربی اور دیگر رہنما اس کی سمت کا تعین کرتے ہیں۔ ریفارم تحریک کا اصل مقصد یہودیت میں سے وہ رواج خارج کرنا تھا جنہیں اس کے بانیوں نے دقیانوسی قرار دیا۔ اس کے علاوہ لبرم تحریک نے شریعت کے بارے میں بنیاد پرست نکتہ نظر اور دینیاتی گڑبڑاہٹ کو بھی خارج کرنا چاہا۔ ری فارم اور آرتھوڈوکس فرقوں کے درمیان ایک فرقہ خود کو "کنزروٹیو" کہتا ہے۔

یہودیت کی تیسری شاخ کنزروٹیو کا احیاء 1845ء میں جرمنی سے ریفارم کے جواب میں ہوا۔ امریکہ کی' یہودی دینیاتی درس گاہ امریکہ میں کنزرویٹزم کا مرکز ہے۔ اس کے بانیوں نے آرتھوڈوکسی کو غیر لچکدار اور ریفارم کو سب کچھ برداشت کرنے والی قرار دے کر تیسرا درمیانی راستہ اختیار کیا۔

یہودی مذہبی تجربہ

ساری تاریخ میں یہودی مذہبی تجربہ میں نجابت اور بدنصیبی کی خصوصیت (بالخصوص 586 ق۔ م میں یروشلم کے زوال سے بعد) موجود رہی ہے۔ یہودی فکر میں شامل مخصوص مذہبی نظریات نے بائبلی یہودیت کے روحانی وارثوں' عیسائیوں اور مسلمانوں' کو بہت عمیق طور پر متاثر کیا ہے۔ ان میں سب سے عظیم نظریہ صرف ایک ہی خدا کی عبادت کا ہے۔ یہودی وحدانیت مذہبی فکر کی زبردست ترقی کا حامل قدم ہے۔ یہودیوں کے لئے قادر مطلق خدا شخصی تھا' جو محبت کرسکتا اور کرتا ہے۔

ایک بہت بڑی شخصیت نے یہودیت اور جدید فلسفیانہ و سائنسی فکر کے درمیان

نیا تصفیہ پیدا کرنے کی راہ ہموار کی۔ موسیٰؑ نے لیبنز کی مابعد الطبیعیات کے حوالے سے یہودیت کی تشریح کی۔ اس نے عقیدے کے بنیادی عناصر کو گھٹا کر تین اعتقادات تک کر دیا ـــــ خدا پر یقین' خدا کی مشیت پر یقین' اور روح کی لافانیت پر یقین۔ روشن خیالی کے نام سے جانی جانے والی تحریک' جس کی مرکزی شخصیت جرمن فلسفی کانٹ تھا' نے مذہب اور فلسفے میں بیان کردہ منطقی تقاضوں کے درمیان مفاہمت پیدا کرنے کی یہودی کوششوں کو مہمیز دی۔

☆○☆

Marfat.com

15

بدھ مت

"اپنا چراغ راہ خود بنو۔"

(گوتم بدھ)

گوتم بدھ 567 ق - م میں نیپال کے قصبے کپل وستو کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں لعبنی میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ شدھو دھن شاکیہ قبیلے کا سردار تھا۔ اس کی ماں مایا اسے جنم دینے کے سات دن بعد فوت ہوگئی۔ بدھ کا اصل نام سدھارتھ اور خاندانی نام گوتم تھا۔

بچپن سے ہی سدھارتھ خاموش طبع' متفکر اور نیکی و پاکیزگی سے بھرپور تھا۔ اس کے باپ نے اس کی روحانی رغبتوں کو نوٹ کیا اور نوجوان شہزادے کو دنیا سے بے تعلقی اختیار کرنے سے بچانے کی پوری پوری کوشش کی۔ لڑکپن کے دوران بدھ نے حیرت انگیز دانش کا مظاہرہ کیا۔ وہ زندگی کے ازلی مسائل پر بہت دکھی ہوا: دکھ' بیماری' بڑھاپا' موت' وغیرہ۔ شہزادے کی پرورش پر آسائش ماحول میں ہوئی تھی اور مناسب عمر میں یشودھرا سے شادی ہوگئی' جس سے اس کا ایک بیٹا راہول پیدا ہوا۔ 29 برس کی عمر میں وہ گھر اور سلطنت چھوڑ کر ایک مجرد بن باس کی راہ پر چل نکلا تاکہ دکھ کا راز اور علاج دریافت کر سکے۔

سب سے پہلے اس نے نہایت کٹھن ریاضتیں کر کے تلاش حق کرنے کی کوشش

Marfat.com

کی' اور آخرکار سات سال بعد گیا کے مقام پر بصیرت حاصل کی۔ تب سے ہی اسے بدھ یا تتھاگت کہا جانے لگا' یعنی ایسا شخص جس نے صداقت پا لی ہو۔

بدھ کا فلسفہ

گوتم بدھ نے منطقی مذہب' عملی اخلاقیات اور زندگی کے سادہ اصول پیش کئے۔ فلسفہ کے یہ تمام پہلو مخصوص خصوصیات کے حامل ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(i) اخلاقی رویے: بدھ کے فلسفہ کی بنیاد مخصوص اخلاقی رویوں اور اصولوں پر ہے۔ اس نے روحانی ترقی کے لئے عقائد و مسالک کا ایک مجموعہ ہی نہیں بلکہ منطقی طریقہ کار پیش کیا۔ اس کی تعلیمات نہایت سادہ اور رافع ہیں' جو چار اعلیٰ اخلاقی نیکیوں' سچائیوں پر مشتمل ہیں۔۔۔ دکھ' دکھ' کی جڑ' دکھ کا خاتمہ' اور دکھ کے خاتمہ تک پہنچانے والی راہ' یہ حصول نروان کے معاون ہیں۔

(ii) چپ کی حالت: بدھ کا مذہب اور اخلاقیات خود انحصاری پر منحصر ہے۔ اس نے ہمیشہ ان ما بعد الطبیعیاتی معاملات سے گریز کرنے کی کوشش کی جن کے لئے طویل بحث درکار ہے۔ بدھ کا مطمع نظر مسائل زندگی کا حل پیش کرنا تھا۔۔۔ یعنی دکھ اور تکالیف۔ چاہے جسم روح سے مختلف ہے یا نہیں' چاہے روح فانی ہے یا لافانی' چاہے دنیا محدود ہے یا لامحدود' چاہے آواگون ہوتا ہے یا نہیں' اسے اس سے کوئی سروکار نہیں کیونکہ یہ فلسفیانہ سوالات ہیں جن کے بارے میں وہ خاموش رہا۔ دس سوالات خود توضیحی ہیں: آیا کائنات (1) ازلی ہے' (2) غیر ازلی ہے' (3) محدود ہے' یا (4) لا محدود' آیا جسم اور زندگی (5) ایک ہی ہیں یا' (6) مختلف ' آیا کوئی تتھاگت موت کے بعد' (7) موجود ہوتا ہے یا' (8) نہیں ہوتا' یا آیا (9 اور 10) وہ دونوں ہی موت کے بعد وجود رکھتے ہیں یا نہیں۔

(iii) یاسیت اور رجائیت: یاسیت فلسفہ بدھ کی ایک اور اہم خصوصیت

Marfat.com

ہے۔ بدھ دنیا کو دکھ اور تکلیف سے بھرپور خیال کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ پیدائش دکھ ہے' بڑھاپا دکھ ہے اور موت بھی دکھ ہے۔ زندگی میں تکلیف اور دکھ ہی دکھ ہے۔ اس کا پہلا اعلیٰ ترین سچ یہ ہے کہ دکھ موجود ہے۔ تاہم' ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ نروان یا پر تکلیف دنیا کے دکھوں سے نجات حاصل کرے۔ تکلیف کا خاتمہ ہی بدھ مت کا مقصد ہے۔ بلاشبہ زندگی دکھوں سے پر ہے' لیکن ایک راہ نجات موجود ہے۔ اس نے اپنے چوتھے سچ میں کہا کہ دکھوں سے نجات پانے کی ایک راہ (مارگ) موجود ہے۔ چنانچہ بدھ کا فلسفہ یاسیت پسندی سے شروع ہونے کے باوجود نہایت رجائیت پسندی پر منتج ہوتا ہے۔

(iv) **حقیقت پسندی:** بدھ نے ویدوں میں رسومات اور جانوروں کی قربانی (یگیہ) وغیرہ جیسے اندھے اعتقادات کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا۔ وہ ویدوں کی حاکمیت بطور الہامی علم تسلیم نہیں کرتا تھا۔ اس نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ وہ سند پر نہیں بلکہ استدلال پر انحصار کریں۔ اپنی تعلیمات میں اس نے زندگی کے حقیقی تجربے پر زور دیا۔ کسی شخص' یا زندہ ہستی' انا یا زندہ وجود جیسی کوئی شئے موجود نہیں کہ جسے لافانی یا پائیدار روح کہا جاسکے۔ آتما کا نظریہ محض رواجی ہے۔

(v) **ملحدیت:** بدھ مت خدا کے بغیر مذہب ہے۔ خدا کا مقام دھرم کو دیا گیا ہے۔ دھرم ہی ساری دنیا کو چلاتا ہے۔ بالخصوص ہنایان بدھ مت میں' دھرم ہی کی وجہ سے کرم کے نتائج اکٹھے ہوتے رہتے ہیں اور ہر شخص کو اپنے کرموں کی مطابقت میں ہی ذہن' جسم اور دنیاوی اشیاء ملتی ہیں۔ ہنایان ملحدانہ ہے۔ چونکہ بدھ مت ویدوں کی حاکمیت سے انکار کرتا ہے' اس لئے اس مفہوم میں بدھ مت ناستک ہے۔ ہنایان مکتبہ میں بدھ کو کبھی بھی قابل پرستش یا خدا کے طور پر خیال نہیں کیا گیا۔ ناگ ارجن اپنی "مدھیامیکا" میں حقیقت مطلق سے انکار کرتا اور اسے بطور شنیتا (Nothing-ness) بیان کرتا ہے۔

(vi) نتائجیت: بدھ کی تعلیمات بہت نتائجیتی (Pragmatic) اور عملی ہیں۔ بدھ کا بتایا ہوا اعلیٰ ترین سچ عملی اخلاقیات کا ضابطہ ہے جس کا انداز منطقی ہے۔ اس کا قابل ذکر آٹھ نکاتی راستہ اشٹنگ مارگ) نہایت نتائجیتی اور تجربی ہے۔ اس نے تمام مابعد الطبیعیاتی سوالات کو استدلال اور تجربے کی مدد سے مسترد کیا۔ اسے ثبوتیت اور مظہریت پسندی کا فلسفہ بھی کہا جاتا ہے' کیونکہ بدھ کے مطابق تجربہ علم کا واحد ذریعہ ہے۔

چار اعلیٰ صداقتیں

(i) دکھ موجود ہے: زندگی درد و اذیت سے بھری ہوئی ہے۔ پیدائش دکھ ہے' بڑھاپا دکھ ہے' بیماری دکھ ہے اور موت دکھ ہے۔ دکھ مسرت کا نتیجہ ہے۔ غربت' حرص' خواہش' غصہ' نفرت اور جھگڑے انسانی دکھ کی وجوہات ہیں۔

(ii) دکھ کی ایک وجہ ہے: دوسری اعلی صداقت کا تعلق دکھ کی وجوہات سے ہے۔ دکھ ایک حقیقت ہونے کی وجہ سے ' اس کی لازماً" کوئی علت یا وجہ بھی ہوتی ہے۔ جنم مرن کے چکر کو قائم رکھنے والی قوت محرکہ یعنی خواہش دکھ کی بنیادی وجہ ہے۔ یہ خواہش تین قسم کی ہے۔۔۔ (ا) نفسانی مسرتوں کے لئے جنسی خواہش' (ب) زندگی کا لطف اٹھانے کے لئے زندگی کی خواہش' اور (ج) دنیاوی ثروت کے لئے دولت کی خواہش۔ تمام دکھ لگاوٹ سے پیدا ہوتے ہیں' جو بذات خود لاعلمی کا نتیجہ ہے۔

علیت کا یہ سلسلہ آواگون (بھون چکر) کے طور پر جانا جاتا ہے۔ ان 12 رابطوں کو تین مرحلوں یعنی ماضی' حال اور مستقبل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں اسے سلسلہ وار پیش کیا جارہا ہے:

گذشتہ زندگی

1۔ لاعلمی (اودیا)

2۔ رغبت (سمسکار)

جاری زندگی

3۔ شعور (وجنان)

4۔ نام اور روپ

5۔ چھ حسیات اوراک (شدا-یتن)

6- چیزوں کا لمس (سپرش)

7- حسی تجربہ (ویدنا)

8۔ اشیاء کی خواہش (ترشنا)

9 اشیاء سے لگاؤ (اپادنا)

10- جنم لینے کی تمنا (بھو)

آئندہ زندگی

11- پیدائش (جاتی)

12- دکھ سہنا (جرمارن)

(iii) دکھوں کا خاتمہ: یہ اعلیٰ ترین صداقت دکھ کا نابود ہوجانا ہے۔ دکھ کی وجوہات کو دور اور ختم کرکے دکھ کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ اس میں برا نیکیتی، خواہش اور زندگی کی محبت کھملا" ختم ہوجاتی ہے۔ جذبات کی تباہی اور نفسیاتی مسرت کا قلع قمع ہی نروان ہے۔ یہ کامل طمانیت ہے جس میں خواہشات اور پریشانیوں کا کوئی دخل نہیں۔

(iv) دکھ کے خاتمہ کا ایک راستہ ہے: بدھ کے مطابق چوتھی اعلیٰ ترین صداقت دکھ اور تکلیف ختم کرنے کا راستہ ہے۔ یہ راستہ (مارگ) آٹھ نکاتی ہے۔ نروان کا مطلب تکالیف کی معدومی اور کامل سکون قلب کا حصول ہے۔

آٹھ نکاتی راستہ

(i) درست نظریہ

لاعلمی دکھ کی جڑ ہے۔ درست نظر کی تعریف اشیاء کی حقیقی نوعیت کے متعلق

Marfat.com

درست علم کے طور پر کی گئی ہے۔ لاعلمی دنیا اور روح کے درمیان تعلق کا غلط منظر پیدا کرتی ہے۔

(ii) درست ارادہ:

دوسرے کا مطلب صحیح عزم کرنا ہے۔ دکھ کی محض جانکاری کا کوئی فائدہ نہیں' جب تک کہ ہم ایک کامل روحانی زندگی گذارنے کا عزم نہ کرلیں۔ بری سوچ' نفسانی خواہشات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے اور ایک کامل زندگی گذارنے کا عزم صمیم ہی درست ارادہ ہے۔

(iii) درست گوئی:

فضائل اخلاق کے لئے جدوجہد کرنے والے کے لئے اپنی گفتگو پر قابو پانا ضروری ہے۔ درست گوئی کا مطلب دروغ گوئی سے گریز' سخت اور تحقیر آمیز الفاظ نہ بولنا' فضول گفتگو اور تنقید سے اجتناب کرنا ہے۔ ہر شخص کو دکھ دینے والی بات سے گریز کرنا اور مناسب و درست الفاظ ہی بولنے چاہئیں۔

(iv) درست رویہ:

درست رویے کا مطلب کسی کی زندگی کو نقصان پہنچانے' چوری کرنے' جنس پرستی' دھوکہ دہی اور بدکاری وغیرہ جیسی سرگرمیوں سے بچنا ہے۔ بدھ نے بھکشوؤں' والدین' بچوں' طالبعلموں' اساتذہ' شوہر اور بیوی کے لئے طرز عمل کے مختلف ضوابط تجویز کئے ہیں۔ اس نے ایثار' فیاضی اور سب کے ساتھ ہمدردی کا سبق پڑھایا۔

(v) درست کمائی:

اس کے مطابق ہمیں اپنی روزی روٹی ایماندار اور جائز ذرائع سے کمانی چاہیے۔ اس کے بغیر درست رویہ پوری طرح سے اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ بدھ کے مطابق ہتھیاروں' جانوروں' گوشت اور شراب وغیرہ کا کاروبار نہیں کرنا چاہیے۔ دھوکہ دہی اور برے ذرائع ' مثلاً" رشوت' بدعنوانی اور ڈاکہ زنی سے کمائی ہوئی دولت سے ہرگز فائدہ نہیں ہوتا۔

Marfat.com

(vi) درست کوشش:

اخلاقیات کی راہ پر چلنے والے کے لئے لازمی ہے کہ وہ برے احساسات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور اپنے ذہن میں برے خیالات نہ آنے دے۔ اس میں برے خیالات کے خلاف اور نیک خیالات بیدار کرنے کے لئے خود ضبطی اور مسلسل کوشش شامل ہے۔

برے خیالات سے بچنے کے طریقے مندرجہ ذیل ہے

(1)۔ کسی اچھے خیال پر سوچوں کو مرکوز کرنا۔

(2)۔ بری سوچ پر عمل کے نتائج کا تجزیہ کرنا۔

(3)۔ بری سوچ کی علت کا تجزیہ کرنا اور اس کے نتائج کو روکنا۔

(4)۔ جسمانی کوششوں کے ذریعہ ذہن کو قابو میں رکھنا۔

(5)۔ دھرم کی پابندی کرنا۔

(vii) درست تفکر:

اس کا مطلب جسم' ضمیر اور ذہن کو ان کی حقیقی حالت میں مستحکم رکھنا ہے۔ برے خیالات صرف تبھی ذہن پر غلبہ پاتے ہیں جب ان کی حقیقی حالت کو بھلا دیا جائے۔ درست تفکر میں جسم کی ناپاکیوں' مسرت' دکھ اور ذہنی و جسمانی تکلیف وغیرہ کی یاد دہانی کرتے رہنا شامل ہے۔ بدھ نے تعلیم دی کہ جسم مٹی' پانی' آگ اور ہوا سے مل کر بنا ہے۔ ہمارے جسم کا شعور اور اپنے یا کسی اور جسم کے ساتھ لگاوٹ ہمیں اس قسم کی غیر ضروری تمنا اور رغبت سے بچنے میں مدد دیتی ہے۔

(viii) درست مراقبہ:

ان سات اخلاقی طرز عمل کے ضوابط کو اپنانے اور ان کا تجربہ کرنے والا شخص مراقبہ کی راہ پر قدم رکھنے کے لئے پوری طرح تیار ہوتا ہے۔ یہاں فضائل اخلاق کا متمنی اپنے پاکیزہ ذہن کو سچائی اور استدلال پر مرکوز کرتا ہے۔ مراقبے کی مندرجہ ذیل منازل ہیں:

(1)۔ پہلی منزل میں چار اعلیٰ صداقتوں پر پرسکون ذہن کے ساتھ غور و فکر کیا جاتا ہے۔

(2)۔ وجدان سوچ کی جگہ لے لیتا ہے۔ غور و فکر فالتو اور استدلال غیر ضروری بن جاتا

Marfat.com

ہے۔

(3) لاتعلقی اور توازن کی حالت۔

(4)۔ غم نہ خوشی کی حالت: کامل طمانیت یا نروان کا حصول۔

بدھسٹ قانون کے سات موتی

1۔ چار پر خلوص ریاضتیں، یعنی جسم، حسیت، خیالات اور منطق کی ریاضت۔

2۔ گناہ یا بدی کے خلاف زبردست چار نکاتی جدوجہد، یعنی گناہکاری کو ختم کرنے کی جدوجہد، پیدا ہونے والی گناہگار حالتوں پر قابو پانے کی جدوجہد، اچھا بننے کی جدوجہد اور اچھائی کو بڑھانے کی جدوجہد۔

3۔ ولایت کے چار راستے، یعنی چار ذرائع: ارادہ، کوشش، تیاری اور تحقیق جس کے ذریعہ سدھی یا اولیائی مافوق الفطرت قوتیں حاصل کی جاسکتی ہیں۔

4۔ پانچ اخلاقی قوتیں۔

5۔ روحانی دانش کی پانچ حسیں، یعنی یقین، توانائی، سوچ، استغراق اور دانش۔

6۔ سات قسم کی دانش: توانائی، سوچ، استغراق، تحقیق، مسرت، خاموشی اور طمانیت

7۔ اعلیٰ آٹھ نکاتی راستہ۔

بدھ کے پانچ فرمان (پنچ شیل)

1۔ کسی زندہ شئے کو مت مارو۔

2۔ جو تمہیں نہیں دیا گیا اسے مت لو۔

3۔ جھوٹ مت بولو۔

4۔ نشہ آور مشروبات مت پیو۔

5۔ بدکاری نہ کرو۔

بدھ مت کے مذہبی مکاتب

ہنیایان اور مہایان:

بدھ کی وفات کے ایک سو سال بعد بدھسٹ جماعت (سنگھ) وسیع پیمانے پر دو

Marfat.com

مکاتب میں تقسیم ہو گئی: ہنایان اور مہایان۔ مہا (اعلیٰ یا عظیم) یان (سواری) بنیادی طور پر ہی ہنا (کمتر یا پست) یان (سواری) سے اپنی اخلاقیات' عقائد' خانقاہی زندگی اور تصور بدھ میں اختلاف رکھتا ہے۔

ہنایانی حقیقی پرانے بدھ مت کے پیروکار ہیں' جو اپنی نوعیت میں بنیاد پرستانہ ہے۔ ہنایان ایسا مذہب ہے جو خدا کے وجود سے انکار کرتا ہے۔ یہ ملحدانہ ہے۔ ہنایان میں سنگھ موجود ہے۔ دھرم کو خدا کی حیثیت دی گئی۔ چنانچہ یہ مسلک میں خدا سے منکر ہے' تاہم عملی طور پر بدھ کی عبادت کی اجازت دیتا ہے۔ کوئی ایسی بھگتی موجود نہیں جو کسی زندہ خدا پر دلالت کرتی ہو۔

ہنایان فرقہ "ارہت" کی حالت کو اعلیٰ ترین منزل سمجھتا ہے۔ کامل علم یا خود افروزی اسی حالت میں ممکن ہے۔ یہ خود انحصاری پر زیادہ زور دیتا ہے۔ تاہم' روح کے عدم تشدد کو قبول کرتا ہے۔ ہنایان کے لئے تمام اشیاء عارضی ہیں۔ ہنایان بدھ مت نروان کا متلاشی ہے' جس کا انحصار خدا کی رحمت پر نہیں۔ یہ قانون کرم اور نظریہ تناسخ کو قبول کرتا ہے۔ یہ اپنے طریقہ کار میں کٹر اور سلبی ہے ہنایان کا مذہب اور فلسفہ مقبول عام نہیں تھا' کیونکہ یہ ہمیں زندہ رہنے کے لئے کوئی راحت بخش عقیدہ دیتا ہے اور نہ ہی عمل کرنے کے لئے کوئی حقیقی تصور۔

مہایان مکتبہ ترقی پسند اور سادہ ہے۔ یہ ہمیں خدا' روح اور انسانی مقدر کے مثبت تصورات فراہم کرتا ہے۔ مہایان فرقے کے متلاشیٔ حق "بودھستو" کی حالت پانے کی جستجو کرتے ہیں۔ مہایان میں بدھ قابل پرستش بت بن گیا اور مطلق وجود سے مشابہہ قرار دیا جانے لگا۔ مہایان فرقے کے لئے بدھ کی شفقت اور رحمت انسان کی عالمگیر نجات تک بھی لے جاسکتی ہے۔ مہایان ایک ماورائی حقیقت پر یقین رکھتا ہے' اور بدھ اس ماورائی حقیقت سے مشابہہ ہے۔ یہ دنیا کی مطلق حقیقت سے انکار کرتا ہے۔ دنیا مظہراتی ہے اور مطلق طور پر حقیقی نہیں۔

فلسفیانہ اعتبار سے مہایان مکتبہ مزید دو دھڑوں میں بٹ گیا تھا: شنیہ واد یا مدھیامک اور وجنان واد یا یوگاچار۔ ہنایان مکتبہ بھی دو فلسفیانہ دھڑوں میں تقسیم تھا' یعنی

Marfat.com

و بھاشک اور سوترا نتک

(i) شنیہ واد یا مدھیامک:

مدھیامک مکتبہ "شنیہ واد" یا عالمگیر لاشئیت کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ خارجی دنیا کے مطلق وجود اور ادراک سے انکار کرتا ہے۔ ناگ ارجن کے مطابق حقیقت مطلق ہست ہے نہ عدم، دونوں ہی نہ ہست ہیں اور نہ ہی ایک دوسرے سے مختلف۔ اس کے پیروکار مدھیامک کہلاتے تھے۔

(ii) یوگاچار یا وجنان واد:

یوگا چار مکتبہ نے اپنے گرو کی تعلیمات کو قبول کیا اور معرفت و خیالات کی بطور حقیقی ذہنی مظہر وجود تلاش کے لئے عملی یوگا کو اپنایا۔ اسے بطور وجنان واد جانا جاتا ہے کیونکہ اس کے مطابق تمام اشیاء شعور ہیں۔ یہ مکتبہ روح کو تمام زندہ ہستیوں پر محیط خیال کرتا ہے۔

(iii) و بھاشک:

و بھاشک خارجی دنیا اور ذہنی مظہر کی حقیقتوں کو تسلیم کرتا ہے۔ اس کے مطابق نظریہ "شیہ" وبھاش یا وردھ بھاش ہے (وردھ= مخالف اور بھاش= بولی)۔ انہیں پرتیکشا وادی یا حقیقت پسند خیال کیا جاتا ہے۔ یہ مکتبہ روح اور مادہ دونوں کو مانتا ہے۔ یہ دونوں دھرموں سے مل کر بنے ہیں۔

(iv) سوترا نتک:

اس مکتبہ نے معرفت کو تسلیم کیا اور کہا کہ اگرچہ خارجی دنیا کا ادارک نہیں کیا جاسکتا لیکن دوسرے لوگوں کی شہادت سے خارجی دنیا کو مستنبط کیا جاسکتا ہے۔ سوترا نتک کو شنیتا یا سوتر کا اختتام کہا جاتا ہے۔ اس مکتبہ کے مطابق دو اشیاء میں کوئی علیت نہیں۔ اور نہ ہی حال کے علاوہ کوئی ماضی یا مستقبل ہے۔ سوترا نتکوں کا عقیدہ ہے کہ علم خود آشکار ہے اور اسے ثابت کرنے کے لئے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ یہ ایک چراغ کے مانند خود افروز و خود درخشاں ہے۔

Marfat.com

نروان

لفظ "نروان" کا مطلب بجھ جانا' یا خواہشات یا تمناؤں (ترشنا) کا معدوم ہو جانا ہے۔ یہ محض معدومیت ہی نہیں' بلکہ کسی شخص کی حالت طمانیت بھی ہے۔ نروان کی حالت میں خواہش اور جذبات ختم ہوجاتے ہیں اور نجات یافتہ شخص ادھر ادھر جانے کی بجائے قطعی سکون حاصل کرلیتا ہے۔ نروان ایجابی لطف کے ساتھ حیثیت رکھتا ہے۔ یہ پاکیزہ طمانیت اور حقیقی علم دیتا ہے۔

تسخیر ذات کرلینے والا شخص شہوت سے آزاد ہوجاتا ہے۔ وہ مزید کوئی تمنا نہیں کرتا۔ شعلہ خواہش کو جلتے رہنے کے لئے مزید کوئی مواد نہیں مل پاتا۔ خواہش اور شہوت کا یہ شعلہ بجھ جانے پر حالت عرفان حاصل ہوتی ہے۔ حالت عرفان میں کوئی لاعلمی' دکھ' تکلیف' بیماری اور موت موجود نہیں ہوتی۔

جب ایک شاگرد نے پوچھا کہ نروان ایجابی حالت ہے یا سلبی' تو بدھ نے کہا: "اے بھکشو! یہ ایسی حالت ہوتی ہے جس میں مٹی ہوتی ہے نہ پانی' روشنی نہ ہوا' لامحدودیت نہ محدودیت' نہ استدلال کی لامحدودیت' نہ لاشئے' ادراک نہ عدم ادراک' یہ دنیا نہ وہ دنیا' سورج اور نہ ہی چاند ہوتا ہے۔ اے بھکشو! میں اسے موت اور نہ ہی پیدائش' آنا اور نہ ہی جانا کہتا ہوں۔ یہ اساس' ملکیت' تدارک سے عاری ہے۔ یہ دکھ کا اختتام ہے—— یہ نروان ہے۔"

بدھ کا تصور نروان سمجھنا مشکل ہے۔ اس کے کچھ پیروکاروں نے خیال کیا کہ یہ قطعی استرداد کی حالت ہے' دیگر کا یقین تھا کہ یہ کائنات میں موجود ہر چیز کی مکمل نیستی ہے۔ ان میں سے کچھ نے سمجھا کہ کامل کالعدم پذیر حالت ہے' دیگر کا خیال تھا کہ یہ قطعی عدم وجود یا فنائے ذات ہے۔

بدھسٹ فلسفہ کے چار مکاتب بنے۔ پہلا نہایت فنائیت یا معدومیت پسند (منکر کل) تھا۔ اس نے نروان کی تشریح دنیا کے قطعی خالی پن کے ادراک اور مسعود لاشیئیت اور معدومیت کے طور پر کی۔ اس حالت کو زندگی کا اعلیٰ ترین اور حتمی مقصد خیال کیا گیا۔ دیگر تین مکاتب کو یقین تھا کہ بدھ کی مراد فنائے ذات و کائنات اور اپنے

Marfat.com

آپ میں مجرد سوچ کی مستقل دائمیت سے تھی۔

نظریۂ لاروح

بدھ کے مطابق تبدیلی حقیقت ہے۔ یہ اشارہ دیتی ہے کہ جو کچھ بھی حقیقی ہے وہ دائمی نہیں۔ کچھ بھی دائمی نہیں۔ قانون تغیر ہمہ گیر ہے۔ چنانچہ' بدھ کسی دائمی روح پر یقین نہیں رکھتا۔ وہ روح یا نفس کے وجود سے انکار کرتا ہے۔ جسے ذہن کہتے ہیں وہ تصورات و خیالات کا بہاؤ ہے۔ سوچیں' احساسات' خواہش وغیرہ ایک لمحے کی پیداوار ہیں۔ ہمارا ذہنی عمل شعور کے ایک بہاؤ جیسا ہے۔ اس بہاؤ سے ماورا کوئی دائمی روح موجود نہیں۔ روح ادراکات کا بہاؤ ہے۔ لہٰذا بدھ نے لاروح کے نظریہ پر زور دیا۔

نظریۂ لاروح سے مراد دو باتیں ہیں: (1) روح یا ذات غیر مستقل ذہنی و جسمانی عوامل کا مجموعہ ہے' اور ' (2) دنیا جوہر سے تہی ہے۔ یہ غیرپائیدار خصوصیات کا مجموعہ ہے۔ بدھ کہتا ہے کہ اگرچہ کوئی پائیدار جوہر موجود نہیں' لیکن بتدریج حالتوں کا ایک تسلسل موجود ہے جو ہماری زندگی کو متشکل کرتا ہے۔ لاروح کا نظریہ منحصر اصلیت کے عقیدے کی پیروی میں ہے۔ شعور کے بہاؤ سے علاوہ کوئی نظر نہ آنے والا' پائیدار جوہر موجود نہیں۔ شعور میں جاری لحہ ماضی کے لحہ کا نتیجہ ہے اور آئندہ لحہ جاری لمحے کا۔

بدھ نے زندگی کے تسلسل کی وضاحت چراغ کی لو کی مثال کے ساتھ کی۔ لو ہر لمحے تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ بدھ دوبارہ جنم اور قانون کرم پر یقین رکھتا ہے۔ تاہم' وہ اس مفہوم میں آواگون کا ماننے والا نہیں کہ روح ایک جسم سے نکل کر دوسرے جسم میں داخل ہوجاتی ہے۔ دو جنم مختلف ہوتے ہیں۔

بدھ کے مطابق موجود نہ رہنے والی روح سے غیر ضروری لگاؤ دکھ کی وجہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تمام تکالیف کی جڑ "میں" کے احساس میں ہے۔ تصور ملکیت اور میرا اور تمہارا کا احساس روح کے غلط تصور کی وجہ سے ہے۔ روح کا ادراک اور نظارہ نہیں کیا جاسکتا' اس لئے اس کا کوئی وجود نہیں۔ اس نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ روح کے متعلق فضول بحث میں نہ الجھیں۔ روح ہمارے تجربہ اور استدلال سے ماورا ہے۔

Marfat.com

بدھ نے وضاحت کی کہ انسان پانچ خصوصیات کے مجموعے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا' جو یہ ہیں: روپ' احساس (ویدنا)' ادراک (سنجم)' رغبت (سمسکار) اور شعور و آگہی (وجنان)۔ چنانچہ بدھ کے مطابق ذات طبیعاتی پیچیدگیوں کے مجموعے سے زیادہ کچھ نہیں۔ ویدانت فلسفہ اسے تسلیم نہیں کرتا۔

بدھ مت کے صحائف

"پٹک" کے طور پر مشہور بدھسٹ صحائف تین حصوں میں تقسیم ہیں' یعنی (۱) ستیہ پٹک (انکشافات کی کتاب' (۲) ونیہ پٹک (تربیت کی کتاب)' (۳) ابھیدم پٹک' (فلسفہ کی کتاب)۔ پٹک کا لفظی مطلب ٹوکری یا پٹاری ہے۔ بدھ کے اقوال اور تعلیمات کو تحریر کرنے کے بعد مختلف ٹوکریوں میں رکھا جاتا تھا' غالباً" یہیں سے ان کا نام پٹک پڑ گیا۔

ستیہ پٹک بدھ کے مذہبی انکشافات اور اقوال کے پانچ مجموعوں پر مشتمل ہیں' اور اس لئے صحائف کا اہم ترین جزو ہیں۔ ونیہ پٹک میں خانقاہی تربیت کے ضوابط' جبکہ ابھیدھم پٹک میں بدھ کی تعلیمات کے فلسفیانہ اور اخلاقی پہلو شامل ہیں۔ تینوں کا مجموعہ "تری پٹک" کہلاتا ہے۔ بدھ مت کے ہر طبقے کا اپنا اپنا تری پٹک مجموعہ ہے' ان کے علاوہ جاتکوں میں ادب اور بدھ کی کہانی شامل ہے۔

بدھم' دھرم اور سنگھ

بدھ مت میں تین چیزیں اہم ہیں: بدھ' جو دنیا کا آقا' اسے بچانے اور دوبارہ وجود میں لانے والا ہے۔ دھرم بدھ کے مذہب کی شریعت ہے' جو ابدی ہے اور یہ دنیا دھرم یا راستبازی کے قوانین کی ہی پیروی کرتی ہے۔ سنگھ یا جماعت بدھسٹ برادری کی تنظیم ہے۔ یہ تینوں "تثلیث" کہلاتے ہیں۔ ہر بدھسٹ چاہے ایک بھکشو' بھکشنی یا گرہست' کے لئے ضروری ہے کہ صبح' دوپہر اور شام کے وقت اس بارحمت تثلیث کو سلام اور اس پر غور و فکر کرنے کے علاوہ یہ منتر دوہراتا رہے:

Marfat.com

بدھم شرنم گچھامی (بدھ میں پناہ مانگتا ہوں)۔
دھمم شرنم گچھامی (دھرم میں پناہ مانگتا ہوں)۔
سنگھم شرنم گچھامی (سنگھ میں پناہ مانگتا ہوں)۔

بدھ مت بطور مذہب

یہ درست ہے کہ بدھ نے خدا کی تبلیغ اور نہ ہی روح کی نوعیت پر بحث کی' وہ افلاک پر بھی توجہ نہیں دیتا' تاہم اس کا مذہب خالصتاً" انسانیت پسندی کا مذہب تھا جس کی بنیاد اخلاقی قوانین پر ہے۔ اگرچہ یہ تسخیرِ ذات اور ناراستی پر راستبازی کی فتح کا مذہب تھا' لیکن پھر بھی بدھ خدا کی زندہ تجسیم ہے۔ لوگوں نے اس کے سامنے ماتھا ٹیکا' اس کی عبادت کی' اور تعظیم کے ساتھ اس کے نام کا ورد کیا' اس سے مدد مانگی' اور اس کی وفات کے پچاس سال بعد تک اسے کائنات کے آقا اور محافظ انسانیت کے طور پر پوجا۔

بدھ نے اپنے شاگردوں کو آخری الفاظ یہ کہے: "اپنا چراغ راہ خود بنو' اپنی پناہ گاہ خود بنو۔ کسی اور میں پناہ مت ڈھونڈو۔ صداقت کو ایک چراغ کی طرح مضبوطی سے تھامے رکھو۔ صداقت کو ایک پناہ گاہ کی طرح اپنے ساتھ رکھو اور اپنی نجات خود تلاش کرو۔"

بدھ مت شمالی ہندوستان میں ایک چھوٹی سی تحریک کے طور پر شروع ہوا تھا۔ لیکن شہنشاہ اشوک کی تخت نشینی تک یہ مذہب زیادہ تر شمالی وسطی ہندوستان میں پھیل گیا۔ بدھ مت صرف ہندوستان تک ہی محدود نہ رہا بلکہ سری لنکا' تبت' شام' مصر اور وسطی و مشرقی ایشیاء تک سرایت کر گیا۔ بعد ازاں یہ مذہب چین' جاپان' کوریا' برما اور دنیا کے کچھ دیگر مغربی ممالک میں متعارف ہوا۔ بدھ مت لوگوں میں بہت زیادہ مقبول ہوا جس کی وجہ بدھ کی تعلیمات کی سادگی' برابری کا آزادانہ جذبہ' بدھ کی پر جلال اور معجزاتی خصوصیات' شاہی سرپرستی اور سنگھوں کی تبلیغی سرگرمیاں تھیں۔
بعد میں بدھ مت میں مختلف دھڑے بندیوں' سنگھ کی بدنظمی' راجپوتوں کے

Marfat.com

عروج اور ہندوؤں کی طاقتوری اور یکے بعد دیگر بیرونی و مسلم حملوں کی وجہ سے اس مذہب میں زوال کا آغاز ہوا۔ لیکن یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بدھ مت دور بالخصوص ہندوستان میں عہد زریں تھا' کیونکہ اس دور میں فنون لطیفہ کے ساتھ ساتھ فلسفیانہ مشاغل و مذہبی تبلیغی کتب پر شاندار کامیابی کے ساتھ کام ہوا۔

نتیجۂ بحث

بدھ بنیادی اعتبار سے ایک اخلاقی گرو تھا' نہ کہ کوئی ماہر مابعدالطبیعیات یا فلسفی۔ اس کے خیال میں سب سے اہم کام انسان کو تکلیف اور بیماری سے باہر نکالنا ہے۔ بدھ کی تعلیمات میں دنیاوی بندھن توڑنے اور تمام جذبات سے آزادی کے ذریعہ ضبط اور نیک چلنی کے عملی معاملات پر خصوصی زور دیا گیا ہے۔ بدھ کے مطابق لاعلمی دکھ کی جڑ ہے' اور صرف لاعلمی کو دور کرکے ہی دکھ دور کیا جاسکتا ہے۔ "درست نکتہ نظر" یا آٹھ نکاتی راستہ بدھ کی تعلیم ہے جس پر عمل کرکے ہم لاعلمی کا خاتمہ کرسکتے ہیں۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ ہمہ گیر تبدیلی اور تغیرپذیری کا عقیدہ "نظریۂ آزاد ابتداء" کی بنیادی تعلیمات سے ماخوذ ہے۔ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ بدھ "نظریۂ آزاد ابتداء" کو بطور درمیانی راہ منظور کرتا ہے۔ بدھ کی تعلیمات کا مقصد برائی سے بچنا اور پاکیزگیٔ ذہن کے لئے نیکی کرنا ہے۔ اس نے ذہن کی متوازن کیفیت حاصل کرنے کی خاطر راستباز زندگی گذارنے پر زور دیا۔ اپنے آٹھ نکاتی راستے کو اس نے "درمیانی راہ" کہا' کیونکہ یہ دنیا کے مکمل تیاگ اور مکمل قبولیت کی دو انتہاؤں سے گریز کرنے کی راہ ہے۔ وہ نظریۂ کرم اور نظریۂ آواگون پر یقین رکھتا تھا۔

بدھ کا فلسفہ تین الفاظ میں مختصراً" بیان کیا جاسکتا ہے ــــ لاروح' فناپذیری اور دکھ۔ پائیدار روح قرار دی جاسکنے والی کوئی شئے موجود نہیں۔ نظریۂ آتما محض ایک روایت ہے۔ نروان کے علاوہ سب کچھ فناپذیر ہے اور نتیجتاً دکھ ہے۔ جسے ہم روایتی طور پر ایک شخص یا فرد کہتے ہیں وہ محض نام اور روپ پر مشتمل ہے' اور یہ دونوں ہر

لمحہ تغیر پذیر ہیں۔

ایجابیت، مظہریت اور تجربیت کے بیج بدھ کے فلسفہ میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے فلسفہ کو ایجابیت کہا جاسکتا ہے، کیونکہ اس کے مطابق ہمیں اسی دنیا میں زندگی کی بہتری کے لئے کوشش کرنی چاہیے۔ اسے اس وجہ سے مظہریت اور تجربیت کہا جاسکتا، کیونکہ اس کا تعلق علم اور ہماری روزمرہ زندگی سے ہے۔

☆○☆

Marfat.com

16

سکھ مت

"خدا صرف ایک ہے' اس کا نام ابدی صداقت ہے۔"
(گرونانک)

سکھ مت عملی اعتبار سے شمالی مغربی ہندوستان کے خطے پنجاب تک ہی محدود ہے۔ مذہب کے بانی نانک (1469ء تا 1539ء) نے اپنے لڑکپن سے ہی ہندومت اور اسلام دونوں کا مطالعہ کیا۔ لہٰذا سکھ مت بنیادی طور پر ان دونوں کا ملغوبہ ہے۔

گرونانک کی پیدائش 1469ء میں تلونڈی کے مقام پر ہوئی۔ ان کے والد کا نام کالو تھا جو ایک ہندو تھے۔ والدہ کا نام ترپتا تھا۔ نانک دنیاوی معاملات سے بے نیاز تھے۔ ان کے پاس کچھ وجدانی علم تھا اور لڑکپن میں ہی انہوں نے کچھ بھجن لکھ ڈالے۔ پوری یک روی کے ساتھ انہوں نے خود کو خدا کی تعریف میں لگا دیا۔

ایک دن نانک اپنے گھر سے نکلے اور خدا کی تلاش میں بن باس لے لیا۔ جنگل میں کسی نے ان سے کہا' "میں تمہارے ساتھ ہوں' میں نے تمہیں مسرت دی ہے اور ان سب کو بھی جو میرا نام لیں گے۔" اس منظر کے بعد نانک نے مذہبی لباس پہنا اور مذہبی لوگوں کے پاس بار بار گئے۔ انہوں نے ملک کے تمام حصوں میں سفر کیا اور تبلیغ شروع کردی۔ پیروکاروں نے نانک کو سرآنکھوں پر بٹھایا۔ انہیں "گرو" سمجھا جاتا تھا۔ گرونانک کی وفات کے بعد گرو انگد' گرو امرداس' گرو رام داس' گرو ارجن' گرو ہرگوبند' گرو ہر رائے' گرو ہرکرشن' گرو تیغ بہادر اور سب سے آخر میں گرو گوبند سنگھ

آئے۔ یہ سکھوں کے دس گرو ہیں۔ سکھ کا مطلب "شش" یا شاگرد ہے۔

سکھ مت کا فلسفہ

(i) **خدا:** سکھ مت بالاصل کوئی مذہب نہیں ہے۔ یہ ہندومت اور اسلام کا مرکب ہے۔ اسلامی وحدانیت اور بت شکنی اور ہندومت کے تصور برہما بطور ست ۔ چیت ۔ آنند کے عناصر سکھ مت کے دو ماخذ ہیں۔ خدا کی وحدانیت اور انسانی بھائی چارہ سکھ مت کے انتہائی بنیادی عقائد ہیں۔ خدا اور گرو یعنی مذہبی رہنما سے محبت سکھ مت کی انتہائی اساس ہیں۔ ہندومت کی طرح سکھ مت میں بھی تصور خدا یہ ہے کہ وہ یکتا اور لاشریک ہے۔ خدا کو شخصی اور مطلق دونوں طور پر بیان کیا گیا ہے۔ خدا ہر جگہ موجود اور عالم مطلق ہے۔ اس کی کوئی تجسیم نہیں۔ وہ ہر شئے میں موجود ہے، وہ ہر دل میں مکین ہے۔ وہ اعلیٰ ترین اخلاقی ہستی ہے، جس کا نفس تمام انسانوں کے دلوں میں ہے۔ وہ خیال سے ماورا اور ناقابل تعین ہے۔ کوئی بھی اس کی عظمت اور اس کے افعال بیان نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے ہی آپ وجود رکھتا ہے۔ اس کا ارادہ عظیم ہے اور کچھ بھی اس کے ارادے سے باہر نہیں۔ اگرچہ سکھ شخصی خدا پر یقین رکھتے ہیں، لیکن گرونانک نے اسے "نرنکار" یعنی بے صورت کہا۔

(ii) **پانچ کاف:** سکھ مت مذہبی تجربے اور سماجی حالات دونوں کی پیداوار تھا۔ کسی سکھ کو "پاہل" (بپتسمہ) لینے کے بعد برادری میں شامل کیا جاتا ہے۔ پاہل لینے کے دوران وہ پانچ کاف اپناتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں: کیس، کچھا، کڑا، کرپان، اور کنگھا (غیر تراشیدہ بال، جانگیہ، لوہے کا کڑا، چونچ سے خم کھایا ہوا خنجر اور کنگھی۔) ان پانچ کاف کو استعمال کرنے والا شخص "خالصہ" کہلاتا ہے۔ گرو گوبند سنگھ خالصہ کے خالق تھے، اور ہر خالصے کا لقب سنگھ ہے۔ شکتی اور بھگتی کے رہنما خالصہ ہی سمجھے جاتے ہیں۔ (پانچ کاف کے حوالے سے روایت یہ بتائی جاتی ہے کہ مغل راج کے خلاف جدوجہد میں جب سکھوں کو بہت زیادہ مارا گیا اور انہیں شاہی فوجوں کے خوف سے جنگل جنگل بیلے بیلے جان بچانے اور فوجوں پر حملہ کرنے کے لئے بھاگنا پڑا تو آخری گرو

Marfat.com

گوبند سنگھ نے پانچ کاف ہر "سنگھ" کے لئے ضروری قرار دیئے۔ سنگھ ببر شیر کو کہتے ہیں اس لئے اس کے بالوں کی طرح ہر سکھ کے لئے بال لمبے رکھنا ضروری ٹھہرا۔ جا نگیہ کسی بھی وقت سوتے یا نہاتے ہوئے قرار ہوئے' کرپان دشمن کا مقابلہ کرنے اور کنگھی بالوں کو سنوارنے کے لئے ضروری تھی' جبکہ کڑا گرو کی غلامی کا نشان تھا۔ مغل فوجوں کے ساتھ لڑائی سے پہلے تک سکھوں میں باقاعدہ بادشاہانہ انداز کی تنظیم اور حاکمیت نہیں تھی' لیکن بعد میں پیدا ہو گئی۔ مترجم)

(iii) سیوا: بھائی بندوں کی خدمت سکھ کا بنیادی فرض ہے۔ یہ محبت کا عملی اظہار ہے۔ گوردوارے محبت اور بھگتی کے ساتھ سیوا کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ لنگر میں اعلیٰ یا پست' امیر یا غریب' عالم یا جاہل' ہندو یا مسلم' تمام لوگ ایک ساتھ خدمت کرتے اور کھاتے تھے۔

(iv) گرو: گرونانک کے مطابق کوئی بھی شخص گرو یعنی استاد کامل کے بغیر خدا کو نہیں پا سکتا۔ گرو اس کے دل سے غرور اور دنیا کی محبت نکالتا اور اعلیٰ ترین صداقت سے روشناس کرواتا ہے۔ "سچا گرو" علم کی تلوار کا مالک ہوتا اور دل کے ساتھ لڑتا ہے۔ وہ دس اعضاء کے فعل اور فعل کا راز' اور تمام برے جذبات کو جانتا ہے۔ وہ الوہی علم میں کامل اور غرور و خود فریبی سے آزاد ہوتا ہے۔ اس کا دل دنیاوی خواہشات سے پاک ہوتا ہے۔ وہ نفس کش ہوتا' بہت کم سوتا اور بہت کم کھاتا ہے۔ وہ اپنے متبرک جسم کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ بھگتی اور ریاضت میں مستحکم ہوتا ہے۔ وہ دن رات الوہی علم بتاتا ہے۔ وہ غرق خدا ہو کر بیدار ہوتا ہے۔

(v) انداز عبادت: سکھوں کا واحد انداز عبادت یہ ہے کہ وہ اپنے گروؤں کے بنائے ہوئے بھجن پڑھتے اور سریلے انداز میں گاتے ہیں۔ سکھوں کا عقیدہ ہے کہ گرو کی روح ہمیشہ ان کے ساتھ ہے۔ وہ مقدس گرنتھ صاحب کی عبادت کرتے ہیں۔ گرونانک کے مطابق خدا کے نام کا مسلسل ورد خدا کو پانے کا بہترین طریقہ ہے۔ اس لئے ریاضت انسان کی اعلیٰ ترین داخلی بصیرت بھی ہے۔ آقا کے نام میں اعلیٰ ترین روحانی اصول کی تخلیقی شکتی بھی مجسم ہے جو کائنات کو قائم رکھتی ہے۔ گرو پر مکمل

Marfat.com

یقین اور اس کی بھگتی ہمیں حصول خدا میں مدد دیتی ہے۔ انسان کا اعلیٰ ترین مقصد وصال خدا ہے۔

(vi) **اخلاقی قدریں:** مذہب کی ایک صورت کے طور پر سکھ مت مخصوص اخلاقی اقدار رکھتا ہے۔ گرونانک نے حصول خدا کے لئے دل و دماغ کی پاکیزگی پر زور دیا ہے۔ انہوں نے ذہن کی پاکیزگی کا تعلق جسم کی صفائی اور پاکیزگی کے ساتھ جوڑا۔ ہر فرد کو روحانی زندگی گذارنی چاہیے۔ انسان کو نیک بننا تمام برائیوں سے بچنا چاہیے۔ گرونانک نے ذات پات اور ختنہ کی رسم پر تنقید کی۔ اس کے علاوہ صنم پرستی اور روایات پرستی کو بھی برا جانا۔ اس کے ساتھ وہ دوبارہ جنم اور سچائی کے ہندو عقائد پر بھی یقین رکھتے تھے۔ ہر فرد کا مطمع نظر اخلاقی و روحانی زندگی گذارنے کے لئے کاملیت حاصل کرنا ہے۔ سکھ مت ہمیں اچھے اور نیک اعمال کی تعلیم دیتا ہے۔

دوسرے مذاہب کی طرح سکھ مت میں بھی کچھ فرقے موجود ہیں۔ عام طور پر سکھوں کے مندرجہ ذیل فرقے بتائے جاتے ہیں: (1) نانک پنتھی یا سہج دھاری اور (2) خالصہ یا کیسا دھاری۔

سکھ مت کے صحائف

سکھ کے مقدس صحائف "گرنتھ" تعداد میں دو ہیں۔ ایک پانچویں گرو ارجن دیو نے مرتب کیا اور دوسرا گرو گوبند سنگھ نے۔ گرنتھ کو بالعموم آدی گرنتھ کہتے ہیں۔ یہ پہلے پانچ گروؤں کے ۰بھجنوں پر مشتمل ہے۔ ان سب کا ایک ہی مجموعہ گرنتھ صاحب کہلاتا ہے۔ گرونانک کی تعلیمات آدی گرنتھ میں شامل ہیں۔ جپ جی صبح کی دعاؤں پر مشتمل ہے۔ یہ گرونانک کے مرتب کردہ ۰بھجنوں کا مجموعہ ہے۔ گرنتھ صاحب کا آغاز جپ جی کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ حصول خدا کی راہ دکھاتا ہے۔ جپ جی صاحب میں گرونانک نے پانچ مرحلے دیئے ہیں جن میں سے گذرنا انفرادی روح کے لئے ضروری ہے تاکہ ابدی مسرت و طمانیت حاصل کرسکے۔ وہ مراحل یہ ہیں: (1) دھرم کھنڈ' (2) گیان کھنڈ' (3) شرن کھنڈ' (4) کرم کھنڈ' اور (5) سچ کھنڈ۔

Marfat.com

سکھ مت کی تعلیمات

1۔ کردار اور فضائل اخلاق کی نشوو نما' خدا کا حصول' اور اچھے اعمال کرنا سکھ کا بنیادی مقصد ہے۔

2۔ سکھ مت کہتا ہے کہ انسان اپنے سابق اعمال کے ساتھ اس دنیا میں جنم لیتا اور پچھلے نتائج ورثے میں پاتا ہے۔ تاہم' کوئی شخص اپنی زندگی میں ہی اپنے اعمال' کردار اور قسمت کی صورت گری کر سکتا ہے۔ گرو کی رحمت مقدر تبدیل اور اعمال کا آئندہ رخ متعین کر سکتی ہے۔ دوبارہ جنم کا دارومدار فرد کی خواہش پر ہے۔ خدا تمام چیزوں کا مطلق ماخذ ہے۔ وہ تمام واقعات کی علت ہے۔ خدا کے نام پر سب کچھ قربان کردو۔ خدا کا نور ہی روح کو درخشاں بناتا ہے۔

3۔ سکھ مت تعلیم دیتا ہے کہ انا یا خودی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ انا خدا اور انسان کے درمیان پردہ ہے۔ ہمیں خدا کے عظیم ارادے کے سامنے اپنی انا قربان کرونی چاہیے۔ انا تمام برائیوں کی علت ہے۔

4۔ سکھ مت کہتا ہے کہ اچھے اور نیک اعمال کرو۔ نیک اعمال کے ذریعہ ہی ہم خدا سے بہت نزدیک اور برے اعمال کے باعث بہت دور ہوتے ہیں۔

5۔ سکھ مت خدا کی پدریت اور انسان کے بھائی چارے کی تبلیغ کرتا ہے۔ یہ انسانوں پر زور دیتا ہے کہ خوش اعتقادی کے ساتھ الوہی فرض جان کر کام کریں۔ اگر ہم انسانوں کو اپنے بہن بھائیوں کی طرح پیار کرتے ہیں تو خدا کی جانب ہماری راہ واضح اور روشن ہوجائے گی۔ برادرانہ محبت اور عجز و انکساری ہی نانک کا بنیادی پیغام ہے۔

6۔ گرو عبادت کی اہمیت پر خصوصی زور دیتے ہیں۔ گرونانک نے کہا: "نانک' آقا کی عبادت سے ہی کامیابی ملتی ہے نہ کہ مُطالبوں اور احکامات سے۔" عبادت اور خود سپردگی کے ذریعہ ہی خدا کی رحمت حاصل کی جاسکتی ہے۔

7۔ خدا میں جذب ہوجانا انسان کی حتمی کامیابی ہے' جسے نروان کہتے ہیں۔ بھگتی اور یقین کے ساتھ خدا پر غور و فکر سے ' "نام" کے مسلسل ورد سے اور گروؤں کی تعلیمات پر عمل کرنے سے نروان ملتا ہے۔

Marfat.com

نتیجۂ بحث

گرو گرنتھ صاحب بذات خود محبت اور بھائی چارے کے ہمہ گیر پیغام کی تجسیم ہے۔ گرو گرنتھ صاحب کہلانے والے مقدس صحائف لوگوں کے لئے الہام کا ایک دائمی ذریعہ ہیں۔ پہلے گرو گرو نانک کے مطابق روحانی ترقی کی پانچ منازل ہیں۔ ان منازل کے نام دھرم کھنڈ' گیان کھنڈ' شرن کھنڈ' کرم کھنڈ' اور سچ کھنڈ ہیں جو بالترتیب فرض' علم' کوشش' رحمت اور صداقت کی منازل ہیں۔ ان کے خیال میں اخلاقیات روحانی بہتری کی بنیادیں تشکیل دیتی ہے۔ انہوں نے پرچار کیا کہ "سچ سب سے اعلیٰ ہے' لیکن سچی زندگی اعلی ترین۔"

سکھوں کے دسویں گرو گو بند سنگھ نے اپنی خود نوشت سوانح بچتر ناٹک میں کہا ہے کہ خدا ان سے یوں گویا ہوا: "میں نے تمہیں اپنا بیٹا بنایا' اور تم نے میری راہ کو وسعت دی۔ جاؤ اور لوگوں کو راستبازی اور اخلاقی راستے کی تلقین کرو۔ اور انہیں برائی سے بچنا سکھا!" (چوپائی' 29)

گرنتھ صاحب میں خود خدا کو "جگت گرو" کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ سچا گرو صداقت اور علم کا سمندر ہے۔ اس کا تفویض کردہ علم ہمیشہ درست ہوتا ہے۔ گرو بذات خود علم کا نور ہونے کی وجہ سے اس کے الفاظ دنیا کے لئے مشعل راہ ہیں۔

خدائی رحمت گرو گرنتھ صاحب کے فلسفہ میں نہایت اہم مقام رکھتی ہے۔ خدا ہمارے کرم (اعمال) کنٹرول کرتا ہے' لیکن اس نے ہمیں آزاد ادارے کی فہم دی ہے۔ خدا کی مرضی کے مطابق عمل کرنے والے طمانیت کی حالت پالیتے ہیں۔

گرو گرنتھ صاحب کا مذہب ہمہ گیر اور عملی ہے۔ محبت' انکساری' قناعت' خدا کی پدریت' انسانی بھائی چارے' تزکیۂ نفس' زندہ چیزوں پر رحم' جسم اور ذہن کی پاکیزگی' روحانیت کی تلاش' مرد اور عورت کی برابری' دوسروں کی خدمت' کھانے پینے اور پہننے کے انداز میں آزاد خیالی کا پیغام اسے ایک ہمہ گیر مذہب بناتا ہے۔ یہ بھگتی اور خدا کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا مذہب ہے۔

☆○☆

Marfat.com

17

جین مت

"صداقت' عدم تشدد اور نفس کشی مذہب کی بنیاد ہیں۔"

مہاویر سوامی

لفظ "جین" کو "جینا" سے اخذ کیا گیا۔ "جی" کا مطلب تسخیر کرنا ہے' چنانچہ جینا کا لفظی مطلب ایسا شخص ہے جس نے تمام جذبات پر غلبہ پالیا ہو اور نجات حاصل کرلی ہو۔ "جینوں" کو تیر تھنکر بھی کہا جاتا ہے۔ "تیرتھ" کا مطلب دریا میں کھڑے ہونے کی جگہ یا بجرا ہے جو دریا عبور کرنے میں مدد دے۔

جین روایت کے مطابق رامشو پہلا اور مہاویر وردھمان آخری یعنی چوبیسواں تیر تھنکر تھا۔ مہاویر کی ولادت 599 ق۔ م اور وفات 527 ق۔ م میں ہوئی۔ اس کا جنم ویشالی (موجودہ بہار) کے ایک گاؤں میں ہوا۔ ابتدائی بچپن سے ہی مہاویر نے دنیا کا عارضی پن محسوس کرلیا اور 30 برس کی عمر میں مرتاض بن گیا۔ آخر کار اسے چشم بینا عطا ہوئی۔ تب اس نے لوگوں میں اپنے مذہبی عقائد کی تبلیغ کا آغاز کیا۔

جین مت کا فلسفہ

مہاویر جین مت کا بانی ہے۔ جین مت تمام زندہ مخلوقات ---- پست یا اعلیٰ'

Marfat.com

حشرات یا انسان--- کے لئے ایک مطلق تعظیم رکھتا ہے۔ مہاویر نے جس بنیادی مسلک پر زور دیا وہ پانچ قسموں اور بائیس پابندیوں پر مشتمل ہے' جنہیں آگے بیان کیا جائے گا۔ نظریہ اہنسا (عدم تشدد) کے اصول کو مقبول عام بنانا اس کا اہم ترین کارنامہ ہے۔ اسی اصول کی بناء پر اس نے بھکشوؤں کے ساتھ ساتھ گرہستوں کے لئے بھی اخلاقی ضابطہ بنایا۔ اس نے سات حقیقتوں کا فلسفہ پیش کیا۔

(i) نظریۂ علم: جینوں نے علم کو دو اقسام میں بانٹا' یعنی پرمان اور نیایہ۔ پرمان چیز کے معروضی علم کے حوالے سے ہے' اور نیایہ کسی مخصوص چیز کے بارے میں بصیرت ہے۔ پھر پرمان کا علم بھی بالواسطہ (اپروکشا) ہے۔ براہ راست علم عملی (دیاوہریکا) یا دیگر دنیوی (پرمارتھ) ہوتا ہے۔ بلاواسطہ عملی علم دو قسم کا ہے--- متی اور سوتر۔ بالواسطہ علم کی پانچ اقسام ہیں--- سمرتی' پرتیہ بھیجنا' ترک' انومان اور آگم۔
نیایہ بنیادی طور پر دو قسم کا ہے' یعنی ارتھ نیایہ اور شبدنیایہ (معنوی اور لفظی۔) ارتھ نیایہ مزید چار زمروں میں تقسیم ہے: (1) نگم نیایہ' (2) سمگریمہ نیایہ' (3) دیاوہرا نیایہ' (4) رجوسوتر نیایہ۔ شبد نیایہ بھی سمبھی روھا نیایہ اور ایوام بھوت نیایہ میں تقسیم ہے۔

جنان (علم) کی مندرجہ بالا درجہ بندی کو روح کی ترقی کی پانچوں حالتوں کے مطابق پانچ مختلف اقسام میں خلاصہ بند کیا جاسکتا ہے: متی' شروت' اودھی' منا پریائے اور کیول۔ متی جنان کا حوالہ حسی تجربے کا عام عمل ہے جو عموماً" ادراک بذریعہ حسیات سے مشروط ہوتا ہے۔ شروت جنان صحیفے کا منکشف کردہ علم ہے۔ اودھی جنان کا تعلق اس سے ہے جسے ہم غیب دانی کے طور پر جانتے ہیں۔ یہ ایک قسم کا ماورائے حس ادراک ہے۔ منا پریائے جنان دیگر اذہان میں خیالات کے علم سے تعلق رکھتا ہے۔ یوگ اور تپ اس علم کے ذرائع ہیں۔ کیول جنان وہ لامحدود علم ہے جس کے توسط سے ہم نجات یا موکشا حاصل کرسکتے ہیں۔

(ii) جین مابعد الطبیعیات: جین فلسفہ کے مطابق حقیقت غیر تخلیق شدہ اور ازلی ہے۔ حقیقت وہ ہے جو دائمیت کے درمیان میں ظہور اور عدم ظہور کی خصوصیت رکھتی ہے۔ جینوں کے مطابق سات حقیقی عناصر موجود ہیں: جیوا' اجیوا' استروا' بندھا' سمورا' نرجانا اور موکشا۔ آیئے ان پر باری باری غور کرتے ہیں۔

جیوا (روح): جین جیوا یا آتما کو بطور باشعور جوہر بیان کرتے ہیں۔ جیوا اپنشدوں کی آتما ہی ہے۔ جیوا خود افروز ہے اور دیگر چیزوں کو بھی فروزاں کرتی ہے۔ یہ اعمال کے نتائج بھگتتی ہے' اور خلقی طور پر لامحدود ادراک' لامحدود علم اور لامحدود قوت کی مالک ہوتی ہے۔ وسیع اعتبار سے بات کی جائے تو جیوا دو قسم کی ہے۔ بدھا یا مقید اور مکتا یا آزاد۔

اجیوا (غیر روح): اجیوا پانچ قسموں کی ہے: اہلیت (دھرم)' نااہلیت (ادھرم)' اثیر (آکاش)' مادہ (پدگل) اور وقت (کال-) دھرم استیکہ نہ تو مستعد ہے اور نہ ہی یہ دوسروں میں حرکت پیدا کرسکتی ہے۔ لیکن یہ مستعد پدگلوں اور جیووں کو اپنے اعمال سرانجام دینے میں مدد دیتی ہے۔ یہ شکل' ذائقے' لمس' سماعت اور بو سے ماورا ہے۔ ادھرم استیکہ جیووں اور مادے کو حالت آرام میں مدد دیتی ہے۔ یہ بھی ازلی' بے ہیئت' غیر متحرک ہے۔ آکاش استیکہ جیوا' اجیوا' ادھرم' کال اور پدگل کو ہم آہنگ بناتی ہے۔ آکاش دکھائی نہیں دیتا۔ یہ استخراجی معروض ہے۔ پدگل استیکہ مادہ ہے۔ پدگل کا خفیف ترین جزو انو یا ایٹم ہے۔ یہ ناقابل تقسیم ہے۔ اسے لوک آکاش--- یعنی وہ جگہ جس میں دنیا موجود ہے--- کہتے ہیں۔ کال "سمیہ" کہلاتا ہے۔ کال ابدی ہے۔ یہ پدگل کی پیداواروں کی علت بھی ہے۔

استروتو: کرم کے مادے کا یوگ کے ذریعہ سے جیوا کے جسم میں داخل ہونا استرو کہلاتا ہے۔ استرو جیوا کی قید کا باعث ہے۔ جسم' گفتار اور ذہن کی سرگرمیوں کی مطابقت میں جیوا ایک قسم کا احساس محسوس کرتی ہے۔ ان تینوں کی سرگرمیوں کی وجہ سے ہونے والا احساس کلیایوگ' وکیوگ اور منویوگ کہلاتا ہے۔ استرو کی چالیس قسمیں ہیں۔ ان میں سے پانچ حسیات اور عدم تشدد' صدق وغیرہ بالخصوص اہم ہیں۔

Marfat.com

باندھ تتو: پدگلوں کا جیوا پر غلبہ پا لینا قید یا باندھ تو کہلاتا ہے۔ شعوری فکر اور احساسات قید کی بنیادی وجہ ہیں اور پدگل انہی افکار کا نتیجہ ہے۔ حالت نجات میں جیوا کو بندھن سے آزادی مل جاتی ہے۔

(iii) جین اخلاقیات: راہ نجات یا موکشا مارگ جین مت کی اہم ترین تعلیم ہے۔ راست عقیدہ' راست علم اور راست رویہ تری رتن یا تین زیور ہیں' جو مل کر راہ نجات کو مشکل کرتے ہیں۔

راست عقیدہ: تتوں کی حقیقی موجودگی پر یقین راست عقیدہ ہے۔ اس کا مطلب راستی کی بھگتی ہے۔ یہ جین مت کے بنیادی اصولوں پر مخلصانہ اعتقاد کا نام ہے۔ اس عقیدے کے بغیر کوئی ترقی نہیں ہو سکتی۔

راست علم: کسی شبہے یا غلطی کے بغیر حقیقی نوعیت کا علم راست علم ہے۔ راست علم میں جیوا اور اجیوا کی ابتدائی حالتوں کا تخصیص یافتہ علم موجود ہے۔ راست علم کسی بھی شبہہ یا غیر یقینی پن سے آزاد ہے۔ روح اور غیر روح کی فطرت جاننا لازمی ہے۔ راست علم کے حصول کے لئے کرموں کا خاتمہ ہونا چاہیے۔

راست رویہ: کسی خواہش کے بغیر خارجی دنیا کی اشیاء کی جانب بے لوث وغیر جانبدار رویہ ہی راست رویہ ہے۔ یہ روح کو ان کرموں سے نجات حاصل کرنے میں مدد دیتا ہے جو قدر کی وجہ بنتے ہیں۔ پانچ عظیم نیکیاں یہ ہیں: (1) اہنسا یا عدم تشدد' (2) ستیہ یا حق' (3) استیہ یا چوری نہ کرنا' (4) برہم چاریہ یا تجرد ' اور (5) اپرگریہہ یا تیاگ۔

اہنسا کا مطلب صرف تشدد نہ کرنا ہی نہیں بلکہ شفقت کرنا بھی ہے۔ اہنسا میں ذہن کی رفتار اور عمل تشدد سے آزاد ہو جاتا ہے۔ یہ کسی بھی شئے کو مارنے سے منع کرتا ہے۔ روحانیت کے متلاشیوں کو نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ اپنی روزمرہ زندگی میں عدم تشدد کے اصول کی پیروی کریں۔

ستیہ یا صدق کا مطلب جھوٹ کا مکمل خاتمہ کر دینا ہے۔ جین فلسفہ میں صداقت

Marfat.com

کا مطلب صرف سچ بولنا ہی نہیں بلکہ اچھی اور خوشگوار بات کہنا بھی ہے۔ سچ سب کے لئے قابل قبول اور مفید ہونا چاہیے۔

استیہ ایک باعزت طرز عمل ہے' مثلاً" چیزیں نہ چوری کرنا اور نہ ہی دوسروں کی مادی چیزیں لینا۔ دوسروں کی جائیداد' زندگی' دولت نہیں چرانی چاہیے۔

ایثار ذات یا جذبات کی موجوں کو مارنا برہم چاریہ یا تجرد ہے۔ تجرد قول' فعل اور سوچ سب میں ہونا چاہیے۔ تمام خواہشات' چاہے ذہنی یا جسمانی' اعلیٰ یا خام' دنیاوی یا مافوق الفطرت' کی مکمل قربانی بھی موزوں تجرید کی تقلید کے لئے اتنی ہی ضروری ہے۔

اپر گریہہ کا مطلب تمام دنیاوی فائدوں اور خواہشات کو ترک کر دینا ہے' یعنی بیرونی لگاؤ سے مکمل احتراز۔ قربانی کا اطلاق قول' فعل' دیکھنے چکھنے اور سونگھنے کا کاموں پر بھی ہوتا ہے۔ لگاوٹ ہی دکھ کا سبب ہے۔

طرز عمل کے تمام قوانین کی اساس رحم پر ہے' جس کی چار صورتیں ہیں:

1۔ صلے کی توقع رکھے بغیر عمل کرنا۔

2۔ دوسروں کی فلاح میں خوشی اٹھانا۔

3۔ کچلے ہوئے لوگوں کی تکلیف کم کرنے کے لئے ان سے اظہار ہمدردی کرنا۔

4۔ مجرموں پر ترس کھانا۔

(iv) جین نیکی (پنیہ)

نیکی یا پنیہ جین مت کے انتہائی زبردست اصولوں میں سے ایک ہے۔ اچھے عمل تک لے جانے اور ذہنی و روحانی سکون حاصل کرنے والا اچھا عمل نیکی کہلاتا ہے۔ جین مت کے مطابق نیکی صرف اچھائی کا علم ہی نہیں بلکہ اچھائی سے محبت بھی ہے۔ محبت ایک اندھی تحریک کا احساس نہیں ہے۔ یہ وہ مسرت ہے جو کسی شئے کے تصور کے ساتھ منسلک ہوتی ہے۔ جینی کہتے ہیں کہ محبت اور علم کے علاوہ جہد مطلق بھی لازمی ہے' یعنی ذاتی مصمم ارادے کا اقدام جس کے بغیر نیکی کی انجام دہی اور تکمیل نہیں ہو سکتی۔ وہ یہ ہیں: (1) خوراک دینا' (2) پانی مہیا کرنا' (3) ننگوں کو کپڑے دینا' (4)

Marfat.com

بے گھروں کو چھت فراہم کرنا' (5) چارپائی یا بستر مہیا کرنا' (6) ناراض کئے بغیر بات کرنا' اور (7) تہنیت پیش کرنا۔

(v) جین مت بطور مذہب

جین مت میں خدا خالق یا فنا کرنے والے کے طور پر کسی خودمختار شخص کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ جین مت کا عقیدہ ہے کہ ہر انفرادی روح اپنی تخلیق کی ذمہ دار ہے' اور ہر اہل روحانی متمنی الوہیت حاصل کر سکتا ہے۔ موزوں روحانی وظائف کی انجام دہی سے یہ منزل حاصل کی جاسکتی ہے' اور یہ کہ تمام ارواح بھی خداؤں جتنی ہی قابل پرستش ہیں۔

چونکہ دنیا بے ابتداء ہے' اس لئے دنیا کی تخلیق کا سوال نہیں ابھرتا۔ دنیا تغیر کا عمل ہے۔ اگر خدا دنیا کا خالق ہے تو وہ تخلیق دنیا سے پہلے بطور خالق موجود نہیں ہوسکتا تھا۔ انسان بھی بہت سی چیزیں تخلیق کرلیتے ہیں اس لئے خدا قادر مطلق نہیں۔ اور ہم اسے دیکھ نہیں پاتے' اس لئے وہ حاضر و ناظر بھی نہیں۔ اگرچہ جین خدا کا نظریہ مسترد کرتے ہیں' لیکن بدھسٹوں کی طرح وہ ہر روح کی خلقی الوہیت پر یقین رکھتے ہیں۔ ہر روح ذاتی جدوجہد کے ذریعہ الوہیت کی منزل حاصل کرسکتی ہے۔ کوئی بھی روح کاملیت کی بلند ترین منزل پہ پہنچ کر "پرماتما" (روح کل) بن جاتی ہے۔ جین مت میں سدھوں' اچاریوں' اپادھیایوں اور سادھوؤں کی پوجا کرنے کی اجازت ہے۔

جین مت اس حد تک الحاد پرستی ہے کہ یہ ویدوں کی حاکمیت قبول نہیں کرتا۔ اگر الحاد پرستی کا مطلب خدا پر عقیدہ نہ رکھنا ہے تو جین مت کو صحیح معنوں میں ملحدانہ قرار دیا جانا مشکوک ہے۔ جین خدا پر یقین نہیں رکھتے لیکن ذاتی جدوجہد کے ذریعہ خلقی الوہیت پر ان کا عقیدہ ہے۔ جین مت بدھ مت سے زیادہ روحانی اور اخلاقی ہے۔ چنانچہ اس اعتبار سے جینی الحاد پرست نہیں' کیونکہ خدا سے انکار کا مطلب الحاد پرستی نہیں۔ جس طرح ہر آزادی یافتہ روح خدا ہے' اسی طرح مہاویر کو جین مت میں بطور خدا لیا گیا۔

Marfat.com

موکشا (نجات)

کرم اور جنم مرن کے چکروں سے آزاد ہونے کے بعد روح نجات حاصل کرتی ہے۔ نجات حاصل کرچکنے والا شخص "سدھا" کہلاتا ہے' ایک روح کامل۔ مادے کے ساتھ تعلق ہی روح کی قید کا باعث ہے۔ چنانچہ' روح کو مادی دنیا کے بندھنوں سے بالکل بے تعلق کرلینے کی منزل "موکشا" ہے۔ لاعلمی کے سبب سے روح مادے کے ساتھ منسلک ہوجاتی ہے۔ راست علم کے ذریعہ لاعلمی دور کی جاسکتی ہے۔ راست علم کا حصول تیرتھنکروں کے صحائف اور تعلیمات کے مطالعہ سے ہوسکتا ہے۔ راست علم' راست عقیدے اور راست طرز عمل کی مدد سے لاعلمی کا مکمل خاتمہ ممکن ہے۔ روح اپنی معیاری فطرت کے لامحدود عقیدے' علم' مسرت اور توانائی سے منور ہوتی ہے۔ راست عقیدہ' راست علم اور راست طرز عمل --- یہ تین عناصر جین مت کے تین رتن کہلاتے ہیں۔ تینوں راستے کاملیت کے لئے ایک ہی جتنے ناگزیر ہیں۔ نجات کی حالت کاملیت کی حالت ہے۔ نجات یافتہ روح کی حالت میں ہی عمل اور خواہش سے آزادی حاصل ہوتی ہے۔ کاملیت کی حالت کو مجہول طور پر جذبات اور دنیا کے بندھنوں سے آزادی بیان کیا جاتا ہے جس میں روح ورائے سخن طمانیت اور شادمانی حاصل کرتی ہے۔

جین مت میں مذہبی طبقے

جین مت وسیع پیمانے پر دو حصوں میں تقسیم ہے: شویتامبر اور دیگامبر۔ اول الذکر سفید ان سلا لباس پہنتے ہیں اور مؤخر الذکر بالکل ننگے رہتے ہیں۔ جینوں کے درمیان بمشکل ہی کوئی عقائدانہ تقسیم موجود ہے۔ ان دو دھڑوں کے درمیان یہ تقسیم صرف اس بنیاد پر ہے کہ دنیاوی اشیاء کے مکمل تیاگ کی علامت کے طور پر بھکشوؤں کو مکمل ننگا رہنا چاہیے یا نہیں۔ علاوہ ازیں دیگامبر زیادہ پرجوش اور کٹر ہیں۔

Marfat.com

جین صحائف

جین فلسفہ و مذہب میں آخری تیرتھنکر مہاویر مطالعہ کا بنیادی موضوع ہے۔ صرف اس کے پیروکاروں نے اس کے اقوال یاد کرلیے اور بعد میں تحریر کیے۔ بالعموم جینوں کے پاس دو قسم کے اصلی صحائف ہیں۔ انہیں "پورو" اور "انگ" کہا جاتا ہے۔ پورووں کی تعداد 14 ہے اور یہ ناپید ہوگئے۔ تاہم اس وقت 14 انگ' 22 اپانگ' 10 پاکنکا' 6 چھید' 4 مول سوتر اور دو دیگر سوتر جین ادب کا مرکزی حصہ ہیں۔

خلاصہ

جین فلسفہ کو صرف ایک فقرے میں مختصراً" بیان کیا جاسکتا ہے۔ زندہ اور غیر زندہ اشیاء' ایک دوسرے سے رابطے میں آنے پر' مخصوص توانائیاں پیدا کرتی ہیں' جو پیدائش' موت اور زندگی کے مختلف تجربات وقوع میں لاتی ہیں۔ نجات تک پہنچانے والی راہ تربیت کے ذریعہ عمل روکا اور پیدا شدہ توانائیوں کو تباہ کیا جاسکتا ہے۔ اس مختصر بیان کا بغور تجزیہ بتاتا ہے کہ اس میں سات مفروضے شامل ہیں: (1) کہ کوئی زندہ یا ہست کہلانے والی چیز موجود ہے' (2) کہ کوئی غیر زندہ یا عدم کہلانے والی شے بھی موجود ہے' (3) کہ دونوں کا آپس میں تعلق بنتا ہے' (4) کہ تعلق کے نتیجہ میں کچھ توانائیاں پیدا ہوتی ہیں' (5) کہ تعلق کا یہ عمل روکا جاسکتا ہے' (6) کہ موجودہ توانائیاں ختم بھی ہوسکتی ہیں' اور (7) نجات قابل حصول ہے۔ یہ سات مفروضے سات "تتو" یا سات حقیقتیں ہیں۔

علاوہ ازیں ' جین علم کے پانچ درجوں کی بات کرتے ہیں جو معرفت کل تک لیجاتے ہیں۔ مہاویر تین درجے لے کر اس دنیا میں پیدا ہوا تھا۔۔۔۔ متی جنان یعنی علم معرفت' شروت جنان یعنی سماعت کے ذریعہ علم' اور اودھی جنان یعنی احساس کے ذریعہ علم۔ اپنی روحانی تلاش کا آغاز کرنے کے فوراً" بعد ہی اس نے دو دیگر درجے بھی

Marfat.com

حاصل کر لے' منہ پریایہ یعنی ذی شعور ہستیوں کی سوچیں' اور کیول جنان یعنی معرفت کل۔

جین مت برابری کے طرز عمل پر بہت زور دیتا ہے۔ یہ طرز عمل مشہور برہمی تصور برہمہ سے بہت زیادہ ملتا ہے' اور اس میں سارا مذہبی رویہ اور فلسفیانہ سوچ شامل ہے جو بطور برہمچاریہ برابری کے طرز عمل کو فروغ دینے میں مدد دیتی ہے۔ برابری کے طرز عمل نے مذہبی رویے اور فلسفیانہ فکر کے میدان میں بھی عدم تشدد کی صورت میں اظہار پایا۔ تمام جین رسومات' داخلی یا خارجی' لطیف یا کثیف' عدم تشدد کے گرد متشکل کی گئیں۔

عدم تشدد کا نفاذ واضح کرنے کے لئے جین مت نے مندرجہ ذیل کو تشکیل دیا: (1) آتماؤں کی سائنس (ودیا)' (2) کرم (عمل) کی سائنس' (3) رویہ کی سائنس' اور (4) کائنات (لوک) کی سائنس۔

جین نظام نے سابق کرم اور گناہوں کا کفارہ ادا کرنے میں آزادی پانے کی خاطر سخت ترین ریاضتوں پر عمل کرنے کو تمام اہمیت دی۔ اس نے آواگون سے بچنے کی خاطر جسمانی تجرد اور عدم تشدد پر خصوصی زور دیا' کیونکہ دوبارہ جنم کا چکر ہی گناہوں اور دکھوں کا باعث ہے۔

بدھ مت اور جین مت دونوں کی پیدائش ہندومت میں سے برہمی پروہتانہ جبر کے خلاف ایک قسم کے رد عمل کے طور پر ہوئی۔ انہوں نے ویدوں کی حاکیت کو مسترد کیا۔

چنانچہ' جین مت دنیا کے قدیم ترین زندہ مذاہب میں سے ایک ہے' اور اب بھی ہزاروں لوگوں کی روحانی طمانیت اور الوہی زندگی کا ضامن ہے۔ مہاویر کا تاریخی تجرد آج جین مرد و خواتین میں قائم ہے جو اپنے عظیم گرو کی راہ پر چلتے ہوئے کاملیت حاصل کرنے کی خاطر ہر چیز تیاگ دیتے ہیں۔

☆○☆

Marfat.com

18

کنفیوشیت اور تاؤمت

"اگر قوم میں نظم ہو تو دنیا میں امن ہو گا"۔۔۔(کنفیوشس)
"برائی کے بدلے میں اچھائی کرو"۔۔۔(لاؤزے)

کنفیوشیت کا فلسفہ

چین کا مذہب کنفیوشیت' تاؤمت اور بدھ مت پر مشتمل ہے۔ کنفیوشیت اور تاؤ مت چین کے مقامی مذاہب ہیں' جبکہ بدھ مت 65 عیسوی میں ہندوستان سے وہاں گیا تھا۔ کنفیوشیت کا بانی کنفیوشس ہے اور لاؤزے نے تاؤمت کی بنیاد رکھی۔ کنفیوشس اور لاؤزے کو پیغمبروں یا کرشن اور بدھ والا درجہ تو نہیں دیا جاتا' البتہ انہیں عظیم بزرگ اور فلسفی مانا جاتا ہے۔

روایتی مفہوم میں کنفیوشیت کو مذہب نہیں قرار دیا جاسکتا۔ نہ ہی یہ کوئی مذہبی سلسلہ ہے۔ کنفیوشس نے کوئی نیا مذہب نہیں پیش کیا تھا' لیکن اس نے دنیا کو انسانی اخلاقیات اور نیکی کے طاقتور اصول دیئے۔

کنفیوشس کا اصل نام کنگ چن تھا۔ نوع انسانی کے دیگر عظیم رہنماؤں کی طرح کنفیوشس کا جنم بھی معجزاتی بتایا جاتا ہے۔ اس کی پیدائش 551 ق - م میں ہوئی۔ بیوہ ماں نے تنگدستی اور محنت مشقت والی زندگی گذار کر اسکی پرورش کی۔ بائیس تیئس سال کی عمر میں کنفیوشس کو معلم کی نوکری مل گئی۔ بعد میں وہ تاریخ کا ایک عظیم ترین استاد مشہور ہوا اور اس نے اپنی عملی دانش کے ذریعے زبردست شہرت پائی۔ اس کے بہت سے شاگرد بن گئے۔ کنفیوشس نے اپنا زیادہ تر وقت قدیم روایات اور عقائد

Marfat.com

کے بارے میں دستیاب ادب کو جمع اور مرتب کرنے میں گذارا۔

تاہم، کنفیوشس کا ذاتی مقصد پڑھانا نہیں بلکہ عوام پر حکومت کرنا تھا۔ وہ پوری طرح قائل تھا کہ حکومتی حیثیت کے ذریعے ہی وہ اپنا سب سے بڑا مقصد پورا کرسکتا ہے۔۔۔ یعنی سماجی سلسلے کی تشکیل نو اور اصلاح۔ چنانچہ وہ اپنی مقامی ریاست میں وزیر ترقیات اور وزیر انصاف بن گیا۔ کنفیوشس نے 50 سال کی عمر میں سارے چین کا سفر کیا اور اپنی تعلیمات کو فروغ دینے کے بعد 73 برس کی عمر میں فوت ہوا۔

اس کی تعلیمات اور اندازِ حیات نے چینی معاشرے پر ایک اہم اور انقلابی اثر ڈالا۔

"ایک اعلیٰ انسان کے نو مقاصد ہوتے ہیں: واضح طور پر دیکھنا، سنی ہوئی بات کو سمجھنا، برتاؤ میں گرمجوشی کا مظاہرہ کرنا، فرض نبھانا، قول پورا کرنا، محنت سے کام کرنا، شک ہونے پر پوچھ لینا، مشکلات کے بارے میں سوچ کر غصہ کرنا، فائدہ ملنے پر حق یاد رکھنا۔"

"دل میں سچائی ہوگی تو کردار بھی خوبصورت ہوگا۔ کردار میں خوبصورتی ہوگی تو گھر میں ہم آہنگی پائی جائے گی۔ گھر میں ہم آہنگی ہونے سے قوم میں ہم آہنگی ہوگی۔ قوم میں ہم آہنگی ہونے سے پوری دنیا میں ہم آہنگی پیدا ہوجائے گی۔"

اس نے اپنا پہلا نظریہ "Li" استعمال کیا جس کا مطلب رسوماتی کے علاوہ تعظیم بھی ہے۔ ہم اسے درست راستہ یا درست رویہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ "Li" ہماری اندرونی فطرت اور رویے کا بنیادی اصول ہے۔

دوسرا نظریہ "Yi" ہے جس کا مطلب چیزوں کو سرانجام دینے کا بہترین طریقہ ہے۔ "Yi" چیزوں کا وہ انداز عمل ہے جو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ اپنی اپنی فطرت کے مطابق کام کریں، اور یہی بہترین طرز عمل ہے۔

تیسرے نظریہ "Jen" کا مطلب ساکھ ہے، یعنی سماجی اعتبار سے بہترین کام کرنے پر آمادگی۔ "Jen" کے مطابق ضروری ہے کہ ہر فرد کو اس کی اپنی فطرت کے مطابق کام کرنے کی اجازت دی جائے۔ "Jen" والا انسان ہر شخص کو جوں کا توں قبول کرلیتا

Marfat.com

ہے۔

چوتھا اور آخری نظریہ "Chih" ہے۔ یہ ایک مثالی حالت ہے جو درجہ بدرجہ حاصل ہوتی ہے۔ "Chih" میں ہر شخص کسی سوال کا سامنا کئے بغیر عادت کے مطابق زندگی گذارتا ہے۔ یہ وہ اعلیٰ ترین مذہبی مثالی نمونہ تھا جسے کنفیوشس خود بھی نہ پاسکا تھا۔

کنفیوشیت کا تعلق بنیادی طور پر اخلاقیات اور انسان کے سماجی سیاسی پہلوؤں سے ہے۔ کنفیوشس کو عموماً" اخلاقیات کا معلم کہا جاتا ہے۔ اس نے خدا سے زیادہ انسان اور معاشرے میں انسان کے فرائض پر زور دیا۔

کنفیوشس توثیق کرتا ہے کہ تمام انسان الوہی طور پر اچھے ہیں۔ اس نے کہا کہ پیدائش کے وقت تمام انسان اچھے ہوتے ہیں لیکن بہت سے لوگ آخر تک اچھے نہیں رہتے۔ کنفیوشس خلوص دل کے ساتھ معاشرے کی بہتری' بھلائی اور بہبود کا متمنی تھا۔ امن اور ہم آہنگی کنفیوشس کا سماجی مثالی تصور ہے۔

کنفیوشس کے مطابق نیک آدمی کو تین خوف تھے: (i) آسمانی فیصلے کا خوف' (ii) عظیم انسانوں کا خوف' اور (iii) اولیاء کا خوف۔ اس نے کہا کہ اخلاقی آدمی کی زندگی کائناتی نظم و ضبط کی تمثیل ہے۔ وہ زور دیتا ہے کہ اعلیٰ ترین انسانی کامیابی اپنے اخلاقی وجود کا سرا ڈھونڈتا ہے جو ہمیں کائناتی نظم کے ساتھ باندھتا ہے۔

کنفیوشس نے کہا کہ "سچ خدا کا قانون ہے۔" سچ سے مراد "واحد" ہستی کی معرفت ہے۔ مطلق سچائی ناقابل تردید' ابدی' خود موجود اور لامحدود ہے۔ کنفیوشس کے مطابق سماجی' اقتصادی' سیاسی اور مذہبی اعیان اخلاقیات میں مرکوز ہیں۔ نیکی زندگی کی ریڑھ کی ہڈی ہے' اور محبت کے بغیر زندگی موت ہے۔ زندگی کی نشوونما کا دارومدار نیکی کی نشوونما پر ہے۔

تاؤمت

تاؤمت کا بانی لاؤزے 604 ق۔ م میں پیدا ہوا۔ لاؤزے (Lao- Tse) کا

مطلب ہے جوان لڑکا یا فلسفی ---- یعنی جو شخص بڑا ہوجانے پر بھی بچوں جیسا رہتا ہے۔ اسے عام لوگوں سے زیادہ دانشمندی ودیعت ہوئی تھی۔ اس کا مقصد خود کو بے نام اور مخفی رکھنا تھا۔ اس نے ایک چھوٹی سی کتاب تاؤ تے چنگ ("راستہ اور اس کی قوت") لکھی جو دو حصوں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب اچھی زندگی گذارنے کے لئے رہنمائی کرتی ہے۔

لاؤزے کی تعلیمات

حکیم بننا لاؤزے کی منزل مقصود تھی' یا چوانگ زے کے الفاظ میں "ایسا شخص بننا جس کے اندر حکمت اور باہر ہمدردی ہو۔" لاؤزے کے مطابق تاؤ (Tao) تمام چیزوں کا انداز' اصول' جوہر اور معیار ہے' جس کے مطابق انہیں ہونا چاہئیے۔ اپنے جوہر میں یہ ابدی' مطلق اور زمان و مکاں سے ماوراء ہے۔

تاؤ کو "آسمانی راہ" کہا جاتا ہے' لیکن انفرادیت کے حوالے سے اسے انسان کی راہ کہتے ہیں۔ "آسمانی راہ" اور انفرادی راہ حقیقت میں ایک ہونے کے باوجود بہت مختلف ہیں۔ "آسمانی راہ" ہی آقا کا کردار ادا کرتی ہے اور "انسانی راہ" خادم کی راہ ہے۔

نفرت اور ہمدردی' لین دین' تادیب اور ہدایت' موت و حیات---- یہ آٹھ چیزیں زندگی کی اصلاح و ترمیم کے آٹھ ذرائع ہیں۔ جب محبت اور دشمنی' نفع و نقصان' پسندیدگی اور ناپسندیدگی حکیم کو متاثر نہیں کرتی تو وہ دنیا کے لئے قابل عزت بن جاتے ہیں۔

لاؤزے کا کہنا ہے کہ "تاؤ کا راستہ عمل کرنے کا سوچے بغیر عمل کرنا' معاملات کی مشکل محسوس کئے بغیر انہیں نمٹانا' کسی ذائقے کا امتیاز کئے بغیر چکھنا' چھوٹے کو بڑا اور کم کو بہت زیادہ سمجھنا' اور ہمدردی کے ساتھ چوٹ کی تلافی کرنا ہے۔"

لاؤزے کا کہنا ہے کہ ایک پاکیزہ آدمی کا دل سینکڑوں دلوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کا کوئی ایک مخصوص دل نہیں ہوتا۔ پاکیزہ آدمی ان سب کو اپنے بچے سمجھتا ہے۔ وہ عادات میں سادگی پسند کی نیکی سکھاتا ہے۔ "اپنی منصوبہ بندی ترک کردو' اپنے

Marfat.com

منافعے چھوڑ دو' تو چور ڈاکو ختم ہوجائیں گے۔" لاؤزے کا فلسفہ تین نکاتی ہے۔ اول' حقیقت مطلق کا راستہ۔ حقیقت مطلق کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ دوم' کائنات یا افلاک کا راستہ جسے ویدانت کی زبان میں "جیو آتما" کہا جاسکتا ہے۔ چنانچہ بنی نوع انسان کا سابقہ ایک ایسی ناگزیریت سے پڑتا ہے جس کے خلاف وہ کچھ نہیں کرسکتا۔

سوم' انسان کا راستہ۔ یہ زندگی کا فلسفہ اور نظم ہے۔ اسے انداز حیات بھی کہتے ہیں۔ فطرت عین فطرتی اور داشمندانہ طور پر عمل کرتی ہے۔ دانا آدمی فطرت پر ایک دوست کی طرح بھروسہ کرتا ہے۔

تاؤ

اصطلاح "تاؤ" کی تشریح مختلف انداز میں کی جاتی ہے۔ مختلف لوگوں نے اس کا مطلب "راستہ" "ابدی قول" "ابدی ہستی" "استدلال" وغیرہ بتایا ہے۔ جدید سائنس میں یہ بطور "فطرت" موجود ہے۔ بدھسٹ "تاؤ" کی اصطلاح نروان کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

لاؤزے کے مطابق تاؤ واحد ہے۔ یہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ یہ لافانی اور ناقابل تردید ہے۔ یہ بے نام اور غیر مادی اور حسیات سے ناقابل ادراک ہے۔ ہم اسے دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھتے' اور ہم اسے "یکساں رو" کا نام دیتے ہیں۔ ہم اسے سنتے ہوئے بھی نہیں سنتے' اور اسے "ناقابل سماعت" کا نام دیتے ہیں۔ ہم اسے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں مگر سمجھ نہیں پاتے اور اسے "لطیف" کا نام دیتے ہیں۔ ان تین خصوصیات کی وجہ سے تاؤ کو بیان نہیں کیا جاسکتا' تاہم ان تینوں کو ملا کر ہم واحد کو حاصل کرتے ہیں۔

لاؤزے اور کنفیوشس

لاؤزے کا فلسفہ کنفیوشس کے فلسفہ سے واضح طور پر مختلف ہے۔ کنفیوشس نے اچھی حکومت' قوانین عدالت' نیک اطوار پر زور دیا جبکہ لاؤزے اخلاقیات کی بجائے

Marfat.com

لوگوں کی فطری بے ساختگی اور آزادی پر یقین رکھتا تھا۔ کنفیوشس نے زندگی کی خارجی عادات میں اصلاح کرنا چاہی' لیکن لاؤزے لوگوں کے دل کو اندر سے ٹھیک کرنے کا خواہشمند تھا۔

کنفیوشس نے کہا کہ "جو تم پسند نہیں کرتے وہ اپنے ساتھ کرو' دوسروں کے ساتھ نہیں۔" لیکن لاؤزے کہیں آگے تک گیا اور کہا' "برائی کے بدلہ میں اچھائی کرو۔"

لاؤزے نے ایک قسم کی براہ راست' اندرونی' وجدانی بصیرت کی بات کی جو کنفیوشس کے دانشورانہ علم سے بہت مختلف تھی۔

☆○☆

19

شنتومت

"خدا کی مشیّت سے روگردانی نہ کرو۔"

(شنتو)

شنتومت جاپان کا مذہب ہے۔ شنتو کا لفظی مطلب "دیوتاؤں کا راستہ" ہے۔

شنتومت کی تعلیمات

(1) خدا کی مشیت سے روگردانی نہ کرو۔

(2) آباؤ اجداد کی جانب اپنے فرائض نہ بھولو۔

(3) ریاست کے احکامات کی خلاف ورزی کا جرم نہ کرو۔

(4) خداؤں کی عمیق اچھائی کو نہ بھولو جس کے ذریعہ آفات اور بدقسمتیاں اپنا رخ پھیر لیتی ہیں اور بیماری سے شفاء ملتی ہے۔

(5) یہ مت بھولو کہ دنیا ایک بہت بڑا خاندان ہے۔

(6) اپنی شخصیت کی حدود مت بھولو۔

(7) دوسروں کے غصے میں آنے پر بھی غصے میں نہ آؤ۔

(8) اپنے کام میں سستی نہ کرو۔

(9) تعلیمات پر الزام نہ دھرو۔

(10) بیرونی تعلیمات کے پیچھے اندھا دھند نہ دوڑو۔

"کامی"

روحوں کو "کامی" کہتے ہیں جس کا لفظی مطلب "برتر ہستیاں" ہے۔ معبودوں کی دو قسمیں ہیں: نظری خدا اور انسانی خدا۔ پہلی قسم تجسم کا نتیجہ ہے اور دوسری قسم آباؤ اجداد کی پرستش کا۔ سورج کی دیوی' خوارک کی دیوی اور زمین کا دیوتا سب فائدہ بخش ہیں اور کامی میں شمار ہوتے ہیں۔ شنتو کے فطری دیوتا' یعنی سورج' چاند' زمین' سمندر' پہاڑ' بارش' آگ' صاعقہ' بنیادی طور پر عبادت کے حقیقی ماوی معروض ہیں۔ چنانچہ شنتومت نہایت کثرت پرست ہے اور اس کے دیوتاؤں کی تعداد ایک سو سے زائد ہے۔ تمام دیوتا شنتومت دینیات میں دانش' ہمت اور لطف و کرم' ذہانت' عزم اور محبت کی علامت ہیں۔

شنتو خانقاہیں اپنی سادگی کی وجہ سے نہایت ممتاز ہیں اور اس مذہب میں کوئی پیچیدہ رسومات موجود نہیں۔ شنتو دیوتاؤں کو ریاستی شنتو گھریلو شنتو اور فرقہ وارانہ شنتو کے طور پر الگ الگ کیا جاسکتا ہے۔

ریاستی شنتو

مذہب کی حیثیت میں شنتومت کو مختلف مذہبی وظائف کی پیچیدہ اور تخصیص یافتہ درجہ بندیوں کے امور سے آگہی کا سامنا لازما" کرنا پڑتا ہے۔ ریاستی شنتو خانقاہوں نے بدھ کا رتبہ حاصل کیا۔ ریاستی شنتو پادری شادی کی تقریبات سرانجام نہیں دیتے بلکہ ریاست کے شاہی وظائف ادا کرتے ہیں۔ سب سے زیادہ قابل تعظیم شنتو "آئے" کہلاتا ہے۔ جاپان میں اس قسم کے دیوتا کو قادر مطلق کہا جاتا ہے۔

گھریلو شنتو

مقامی شنتو ذاتی نوعیت کے ہیں اور ان دیوتاؤں کی عبادت گھروں میں کی جاتی ہے۔ شنتو کی گھریلو رسومات سادہ سی ہیں۔ گھر کے کسی کمرے کے ایک کونے میں ایک شیلف پر خداؤں کے نام کندہ کردیئے جاتے ہیں' بالخصوص سورج کی دیوی اور آئے کے دیوتاؤں کے نام۔ کبھی کبھی بدھسٹ مجسمے بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔

فرقہ وارانہ شنتو

فرقوں کی موٹی موٹی درجہ بندی پانچ گروہوں میں کی جاسکتی ہے، جنہیں ہم شنتو فرقے، کنفیوشسی فرقے، پہاڑی فرقے، مقدس فرقے اور روحانی شفاء کے فرقے کہتے ہیں۔

دوسری جنگِ عظیم کے اختتام پر شنتومت جاپان میں ختم ہوگیا۔ شہنشاہ نے سرکاری طور پر اپنے الوہی رتبے کو مسترد کردیا۔ تاہم، خانقاہوں میں جانے کی روایت مقبول عام رہی۔

☆O☆

Marfat.com

20

زرتشت مت

"اچھائی، نیکی اور افضل ترین چیز پاکیزگی ہے۔"

(زرتشت)

زرتشت ایک سچا مذہب اور کائنات کے قادر مطلق خدا "اہورا مزدا" کی عبادت کا رواج ڈالنے کے لئے دنیا میں آیا۔ محققین کو یقین ہے کہ زرتشت کی پیدائش 660 ق۔ م میں ہوئی تھی۔ کئی دیگر فلاح کاروں کی طرح زرتشت بھی کنواری ماں کے بطن سے پیدا ہوا اور انتہائی حیران کن واقعات والی روحانی علامتوں اور شگونوں کے ستارے کا نقیب تھا۔ اس نے سات برس کی عمر میں اہل عقل کے ساتھ دلیل بازی میں زبردست فراست کا مظاہرہ کیا۔ مذہبی عہد و پیماں پر بیس برس عمل کرنے کے بعد اس نے اپنا گھر چھوڑ دیا اور دربدر پھرتا رہا۔ اس نے پاکیزگی اور راستبازی کی زندگی بسر کی، دس برس تک دشت و صحرا کی خاک چھانی اور تنہائی میں مختلف ریاضتی مشقیں کرتا رہا۔

روحانی نجات کے لئے خود کو تیار کرنے کی غرض سے دس طویل برس گذارنے کے بعد زرتشت کو اپنی زندگی کے تیسویں سال میں نور مطلق کا دیدار ہوا اور وہ اہورا مزدا کا عالمی شہرت یافتہ پیغام بر بن گیا۔ اہورامزدا کا حکم بجا لاتے ہوئے اس نے ایک عظیم مذہب کا پرچار شروع کیا جو بعد ازاں "زرتشت مت" کے طور پر مشہور ہوا۔

Marfat.com

زرتشت کی تعلیمات

مسیح کے مانند زرتشت نے بھی اپنا مشن تقریباً" تیس برس کی عمر میں شروع کیا۔ ابتداء" اس نے شیطان کی پرستش کرنے والوں اور برے انسانوں کا مذہب تبدیل کیا۔ وہ اپنا پیغام پھیلانے کی غرض سے چین اور ہندوستان بھی گیا لیکن زیادہ کامیابی نہ ہوئی۔ اسے بہت سے شیطانوں' مشکلات اور حریص خواہشات و گناہ کے خلاف لڑنا پڑا اور انجام کار فتح مند رہا۔ اپنی فیاض فطرت اور پر امن طریق کار کی وجہ سے اسے اپنا نیا مذہب قائم کرنے اور نوع انسانی کی مادی و روحانی بہبود کی بنیاد ڈالنے میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اپنی عمر کے چوتھے عشرے میں زرتشت نے سات پیش گوئیاں کی تھیں' اور ان میں اس نے چھ بڑے فرشتوں کے ساتھ گفتگو کی جو حیوانات' آتش' دھاتوں' مٹی' پانی اور نباتات کے تخت نشین آقا تھے۔ چنانچہ ان دس برس کے دوران اس نے وہ تمام روحانی بلندیاں اور حکمت حاصل کرلی جو زرتشت مت کے صحائف میں شامل ہیں۔

شاہ ایران وشتاسپ پیغمبر زرتشت کے معجزات اور مافوق الفطرت قوتوں سے بہت زیادہ متاثر ہوا تھا۔ اس عرصہ کے دوران زرتشت نے انجیل کا پرچار کیا' بہت سے کرشمات دکھائے' بیماروں کو اچھا کیا' اندھوں کو بصارت دی' متعدد آتش کدے قائم کئے' شیطان کی پرستش' جادو ٹونے اور منتر کی حوصلہ شکنی کی' ملک سے متعدی امراض کو ختم کیا اور بہت سی آفات اور تباہیوں پر قابو پانے میں کامیاب ہوا۔

الٰہیات کی تاریخ میں اپنی اہمیت کے باعث زرتشت مت خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کی الٰہیات کی بنیاد دو ماورائے فطرت سلطنتوں پر قائم ہے۔ ایک نور کی سلطنت جس کا حکمران خدا ہے' اور دوسری برائی کی سلطنت جہاں شیطان کی حکومت ہے۔ اس کی تعلیمات کے مطابق مذہب کا مقصد انسانوں کو رہبانہ سخت گیری اور مادی اشیاء کے مکمل تیاگ کے ذریعہ بادشاہ ظلمت کی قید سے نجات دلانا ہے۔ زرتشت کے خیالات سارے فارس میں پھیل گئے۔ ان کا دائرہ کار صرف شاہی خاندان کی حدود سے نکل کر اہل ایران و فارس تک پہنچ گیا۔

Marfat.com

زرتشت مت کا مذہبی - فلسفیانہ تصور

زرتشت مت آریائی نسل کا مذہب رہا ہے۔ زرتشت مت اور ہندو مت میں بہت سی باتیں مشترک ہیں۔ اپنی اصلی حقیقت میں یہ دونوں مذاہب وحدت پرست ہیں لیکن دیکھنے میں کثرت پرست نظر آتے ہیں۔ دونوں ہی میں سوما ہوما پرستش کی اعلیٰ ترین صورت اور "اگنی" (آتش) مرکزی دیوتاؤں میں سے ایک ہے۔ زرتشت مت کے قدیم مذہبی صحائف "اوستا" میں آگ ایک مقدس علامت تھی' اسے اہورا مزدا کا سورج خیال کیا گیا۔ تاہم' خود زرتشت نے آگ کی پرستش کرنے کی تعلیم نہیں دی تھی' بلکہ وہ کائنات کے خدائے مطلق کی عبادت کرنے پر زور دیتا تھا' جس کا نام "اہورا مزدا" تھا۔ آگ تو محض ایک مقدس چیز تھی' خدا کی علامت' جیسا کہ تمام قدیم قربانی کی رسومات میں نظر آتی ہے۔ تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ زرتشت نے یہ پرچار کیا کہ نوع انسانی کے لئے مفید اور اچھی تمام چیزیں اہورا مزدا کی تخلیق کردہ ہیں اور برائی و شر "اہرمن" یا شیطان کی تخلیق ہے۔

یہ دو قوتیں' یعنی اہورا مزدا اور اہرمن ' بالترتیب نور اور ظلمت ہیں۔ زرتشت نے نفی' تباہی' جھوٹ' جہالت' بدی کو بری روح اور صداقت' ایمانداری' بدن اور ذہن کی پاکیزگی کو مقدس یا پاک روح قرار دیا۔ پاکیزگی اچھائی ہے۔ پاکیزگی تمام اچھائیوں میں افضل ترین ہے۔ پاکیزگی مسرت ہے۔ زرتشت کے خیال میں مسرت پاکیزگی سے ملتی ہے۔ منشائے ایزدی پاکیزگی کا ضابطہ ہے۔ پاکیزگی کو زرتشت مت کا حتمی مقصد بیان کیا جاتا ہے۔ پاکیزگی کا مطلب جسم اور ذہن دونوں کی پاکیزگی ہے۔ یہ پاکیزگی اچھی سوچوں' اچھی باتوں اور اچھے اعمال سے قابل حصول ہے۔

زرتشت جنت اور دوزخ میں یقین نہیں رکھتا تھا۔ اس نے کہا کہ اچھے اعمال کرنے' اچھی سوچیں رکھنے اور اچھی اچھی باتیں کرنے والے جنت میں جائیں گے اور لافانی زندگی پائیں گے۔ جبکہ برے خیالات' برے اعمال اور برے الفاظ گناہگار کو ابدی دوزخ تک پہنچائیں گے۔ موت کے بعد نیک روحیں اہورا مزدا کے مسکن میں قیام

Marfat.com

پذیر ہوتی ہیں۔

اہورا مزدا (خدا)

"اہورا" کا مطلب آقا یا مالک ہے' "مز" کا مطلب عظیم اور "دا" کا مطلب علم ہے' چنانچہ اہورا مزدا کا مطلب خدائے علیم و خبیر ہوا۔ اہورا مزدا مطلق ذہانت' ہمہ دان اور تمام راستباز چیزوں اور اچھائیوں کا خالق اور مورثِ اعلیٰ ہے۔ وہ قادر مطلق ہے' جس کے اختیار میں پوری کائنات کا نظام ہے۔ اس نے سورج' چاند اور ستاروں کے مدار بنائے۔ فطرت کی تمام تر قوتیں اس کی زیر نگرانی و ہدایت ہیں۔ زرتشت کے مطابق اہورا مزدا میں سات خصوصیات ہیں: (1) نور' (2) اچھے خیالات' (3) راستی' (4) اختیار' (5) کرم' (6) رحم اور (7) لافانیت۔

مزید برآں یہ کہا گیا کہ اہورا مزدا قادر مطلق' ہر جگہ موجود' حفاظت کرنے والا' خالق' زندہ رکھنے والا اور علیم و خبیر ہے۔ مخلوق میں تمام خیر اور فائدہ بخش چیزیں اس میں سے ہی صادر ہوتی ہیں اور اس کے الٹ ہر چیز اہرمن (شیطان) کی پیدا کردہ ہے۔ وہ اپنے سچے پیغام بروں یعنی مقلدین کو حکم دیتا ہے کہ خدا کی مہربانی اور زرتشت کی پرچار کردہ "زیند اوستا" میں بیان کردہ مذہب پر کامل یقین رکھیں تاکہ برے افعال اور برے خیالات کا مقابلہ کرسکیں اور خود کو نیک کاموں میں لگائیں۔

زرتشت مت اہورا مزدا میں کامل یقین' مکمل اعتماد اور مستحکم وابستگی کا مذہب ہے۔ یہ ویدانت کے ہمہ گیر مذہب میں ثنائیت پسند دور (Dualistic Phase) کی راہ بھگتی سے مماثلت رکھتا ہے۔ یہ مالک کل کے حضور بھگت کی جانب سے مسلسل عبادات' دعاؤں' قربانیوں اور شکر ادا کرنے پر زور دیتا ہے۔

تصدیق شدہ لافانی عظیم فرشتوں کی مجلس "امیش پنیتا" نے اہورا مزدا کا دربار سجا رکھا ہے۔ ان لافانی فرشتوں کی تعداد سات ہے: (1) نیک ارادہ' (2) پاکیزگی' (3) قوت اور اختیار' (4) محبت' (5) صحت' (6) ابدیت' اور (7) آگ۔

Marfat.com

زرتشت مت کے اخلاقی پہلو

ایک اعتبار سے زرتشت مت کوئی فلسفیانہ نظام نہیں بلکہ یقین' بھگتی اور اخلاقیات کا الہامی مذہب ہے۔ اہورا مزدا اور اس کا پیغام بر زرتشت اس مذہب کے دو بنیادی ذرائع ہیں۔ پاک روح' اچھے خیال' نیک اعمال' تقویٰ' ایمانداری' صداقت' رحملی وغیرہ ہر شخص کی بنیادی اچھائیاں ہیں۔ خیرات کو اس مذہب کا ایک اہم جزو بنایا گیا اور غرباء کی خدمت پر بالخصوص زور دیا گیا۔ اس مذہب کی مادی نیکیوں میں خیرات بھی شامل ہے۔ خیراتی اقدامات کے ذریعہ گناہ کا کفارہ ادا کیا جاسکتا ہے۔ "اوستا" میں تعلیم دی گئی: "روحانی دنیا کے عوض مادی دنیا کی امارتیں حاصل نہ کرو' کیونکہ ایسا کرنے والے شخص کو نور السموات اور نہ ہی اہورا مزدا کی بہشت ملے گی۔"

ایک زرتشتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی سوچ' اقوال اور افعال میں ہمہ گیر فلاح کا مظاہرہ کرے۔ صداقت ایمانداری' مہمان نوازی' پاکیزگی' والدین کی اطاعت' تقوی اور رحملی جیسے فضائل اخلاق کی تاکید کی جاتی ہے۔ مذہبی طبقہ کو چاہیے کہ وہ کینہ پروری' منافقت' طمع' کاہلی' لاپروائی اور مذہب میں بے اعتقادی جیسی برائیوں کا خاتمہ کرے۔ مذہب بہترین چیز ہے' دنیا کی اعلیٰ ترین فضیلت۔ زرتشتی اخلاقیات کا مطمع نظر ذاتی زندگی کے ہر فعل میں کامل پاکیزگی حاصل کرنا ہے۔

اہورا مزدا انسان کو بلند ترین مقام تک سرفرازی عطا کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انسان کا ارفع ترین مقصد کامل شادمانی حاصل کرنا ہے' جس میں اولاً زندگی کو مکمل بنانا اور دوم اہورا مزدا کی رفاقت کا لطف اٹھانا ہے۔

زرتشت مت کے صحائف

"زیند اوستا کہلانے والے زرتشت مت کے صحائف تین حصوں پر مشتمل ہیں: (1) ویندی داد۔ قدیم وقتوں کے مذہبی قوانین اور دیومالائی کہانیوں کا مجموعہ' (2) وسپراد' قربانیوں کے لئے عبادات کا مجموعہ' اور (3) یاسنا' جس میں بھی اسی قسم کی عبادات اور پانچ گاتھائیں یا بھجن شامل ہیں۔ یہ گاتھائیں قدیم زبان میں لکھی گئی تھیں جو اوستا کی

Marfat.com

زبان سے بھی زیادہ پرانی ہے۔ زند اوستا میں زرتشت اور اس کے خدا اہورا مزدا کے درمیان براہ راست گفتگو شامل ہے۔

☆○☆

Marfat.com

Bibliography کتابیات

Abhedananda, Swami, *Complete Works of Swami Abhedananda*, Ramakrishna Vedanta Math, Calcutta, 1967.

Aurobindo, S., *The Life Divine*, Tenth Edition, Sri Aurobindo Ashram, Pondicherry, 1980.

Aurobindo, S., *Essays on the Gita*, The Sri Aurobindo Library, Inc, New York, 1960.

Aurobindo, S., *A Practical Guide to Integral Yoga*, Sri Aurobindo Ashram, Pondicherry, 1967.

Aurobindo, S., *Thought and Aphorisms*, Sri Aurobindo Ashram, Pondicherry, 1977.

Ananda, *Myth, Symbol, Language*, Sri Ramakrishna Math, Calcutta, 1980.

Ayer, A.J., *Language, Truth and Logic*, Gollancz, London, 1936.

Ayer, A.J. *Philosophical Essays*, Macmillan Press Ltd., London 1959.

Bhat, V.M., *Yogic Powers and God Realisation*, Bharatiya Vidya Bhavan, Bombay, 1964.

Blofeld, J.E.C., *Beyond the Gods*, George Allen and Unwin, London, 1974.

Budhananda, Swami, *The Saving Challenge of Religion*, Ramakrishna Math, Madras, 1980.

Britton, Karl, *Philosophy and the Meaning of Life*, Cambridge University Press, New York, 1969.

Ben, F.K., *Language and Religion*, Philosophical Library, New York, 1957.

Braithwaite, R., *An Empiricist's Views of the Nature of Religious Belief*, Cambridge University Press, London, 1955.

Bahm, A.J., *The World's Living Religions*, Arnold Heinemann Publishers, Pvt. Ltd., New Delhi, 1977.

Black, Max, *Language and Philosophy*, Ithaca, New York, Cornell University Press, London, 1966.

Broad, C.D., *The Mind and Its Place in Nature*, Routledge & Kegan Paul Ltd., London, 1925.

Carnap, R., *The Logical Syntax of Language*, Kegan Paul, Ltd., London, 1973.

Campbell, J., *The Language of Religion*, The Bruce Publishing Co. New York, 1971.

Marfat.com

Collins, J., *God in Modern Philosophy*, Routledge and Kegan Paul, Ltd., London. 1960.

Copelston, F.C., *Religion and Philosophy*, Gill and Macmillan, Dublin, 1974.

Clark, T.H., *Encyclopaedia of Religion and Ethics*, Edinburgh, New York, 1925.

Collins, J., *God in Modern Philosophy*, Regenery, Chicago, 1959.

Cogley, John., *Religion in a Secular Age*, The New American Library, New York. 1969.

Dasgupta, S.N., *History of Indian Philosophy*, Five Volumes, Cambridge University Press, London, 1955.

Dewey, John, *Reconstruction in Philosophy*, Henry Holt, New York, 1920.

Dewey, John, *A Common Faith*, New Haven Conn. Yale University Press, London, 1934.

Ducasse, C.J., *A Philosophical Scrutiny of Religion*, The Ronald Press Company, New York, 1953.

Durrant, M., *The Logical Status of God*, Macmillan, St. Martin's Press, London, 1973.

Edwards, R.M., *Reason and Religion*, Harcourt Brace Jovanovich, Inc, New York, 1972.

Edwards, D.M., *The Philosophy of Religion*, Hutchinson, London, 1966.

Flew, A., (Ed) *New Essays in Philosophical Theology*, William Clowens & Sons, SC Press Ltd, London, 1963.

Ferre, F., *Language, Logic and God*, Eyre Spotiswoode, Ltd, London, 1962.

Ferm, V., (Ed) *Encyclopaedia of Morals*, Philosophical Library, Inc, New York, 1956.

Findlay, John N., *Language, Mind and Value*, George Allen & Unwin, Ltd., London, 1963.

Gandhi, M.K., *Conquest of Self*, Bombay, 1943.

Hare, R.M., *The Language of Morals*, Oxford, The Clarendon Press, New York, 1952.

Hiriyanna, M., *Essays in Indian Philosophy*, Kavyalaya, Mysore, 1952.

Hartman, N., *Ethics*, George Allen and Unwin, London, N.Y. 1932.

Hospers, John, *An Introduction to Philosophical Analysis*, Allied Publishers Pvt. Ltd., Bombay, 1971.

High, Dalls M., *New Essays on Religious Language*, Oxford University Press, New York, 1969.

Marfat.com

Hick, J., (Ed) *The Existence of God*. The Macmillan Co., New York, 1964.
Hick, J., *Philosophy of Religion*, Prentice Hall of India, Pvt. Ltd., New Delhi, 1981.
Inge, W.R., *Christian Mysticism*, Rider, London, 1964.
Inge, W.R., *Mysticism in Religion*, Hutchinson University Library, London.
James, William, *The Varieties of Religious Experience*, David McKay Co., London, 1902.
Kant, I., (Prof. T.K. Abbott) *Fundamental Principle of the Metaphysics*, Longmans, London, 1949.
Moore, G.E., *Principle of Ethica*, Cambridge University Press, London, 1922.
Moore, G.E., *Some Main Problems of Philosophy*, Allen and Unwin, London, 1955.
Muller, F. Max, *The Six Systems of Indian Philosophy*, Longmans, Green Co, New York, 1899.
Mitchell, B. (Ed) *The Philosophy of Religion*, Oxford University Press, London, 1971.
Murti, T.R.V., *The Central Philosophy of Buddhism*, Allen & Unwin, London, 1955.
Murty, K.S., *The Indian Spirit*, Andhra University Press, Waltair, 1965.
Mohapatra, A.R., *Idea of the Inexpressible: A Philosophical Analysis*, Cosmo Publications, New Delhi, 1984.
Martin, C.B., *Religious Belief*, Ithaca, Cornell University Press, New York, 1959.
Mourant, J.A., *Readings in the Philosophy of Religion*, Crowell Collier & Macmillan, Inc., 1954.
Otto, R., *The Idea of the Holy*, Harmondsworth, London, 1959.
Otto, R., *Mysticism East and West*, Macmillan & Co. Ltd., London, 1932.
Philips, D.Z., *The Philosophy of Religion*, Bas Micchall, Oxford University Press, London, 1971.
Potter, K.H., *Presuppositions of India's Philosophies*, Prentice Hall of India, New Delhi, 1965.
Patrick, G.T.W., *Introductioh to Philosophy*, George Allen & Unwin Ltd., London, 1968.
Papali, C., *Hinduism, Religion and Philosophy*, Pontifical Institute of Theology and Philosophy, Alwaye, 1977.
Pike, N., *God and Evil : Readings on the Theological Problem of Evil*, Englewood Cliffs, Prentice Hall, Inc., 1964.

Marfat.com

Pike, N., *God and Timelessness*, Routledge and Kegan Paul, London, 1970.

Russell, B., *Mysticism and Logic*, George Allen & Unwin Ltd. London, 1927.

Ramsey, Inc. T., *Religious Language*, SCM Press, London, 1957.

Radhakrishnan, S., *Religion in a Changing World*, George Allen And Unwin Ltd, New York, 1967.

Radhakrishnan, S., *Basic Writings of Radhakrishnan* (Ed) Dermott, Jaico Publishing House, Bombay, 1972.

Radhakrishnan, S., *The Hindu View of Life*, Macmillan & Co., London.

Smart, N., *The Religious Experience of Mankind*, The Fontana Library, Theology and Philosophy, New York, 1969.

Stace, W.T., *Time and Eternity*, Princeton University, New Jersey, 1932.

Stace, W.T., *Religion and the Modern Mind*, J. Lippincoll Co., Philadelphia, 1952.

Spencer, S., *Mysticism in the World of Religion*, Penguin Books, Middlesex, 1963.

Sharma, D.S., *The Upanishads*, Bharatiya Vidya Bhavan, Bombay, 1975.

Sharma, C.D., *A Critical Survey of Indian Philosophy*, Motilal Banarasidass, Delhi, 1976.

Singh, R., *Glimpses of World Religions*, Jaico Books, Bombay, 1957.

Titus, H., *Living Issues in Philosophy*, American Books, New York, 1964.

Taylor, A.E.,*Does God Exist?* The Macmillan Company, New York, 1945.

Tomlin, E.W.F., *The Eastern Philosophers*, Radius Book Hutchinson Co., Ltd., London, 1969.

Urban, W.M., *Language and Reality*, Macmillan & Co, New York, 1939.

Urmoson, J.O., *Philosophical Analysis*, The Clarendon Press, London, 1956.

Wood, A.W., *Kant's Moral Religion*, Cornell University Press, London, 1970.

Weinberg, J.R., (Ed) *Philosophy of Religion*, Holt Rinehart and Ston Inc. New York, 1971.

William Benton, (pub) *Encyclopedia Britannica*, London, 1974.

Yatiswarananda, Swami, *Adventures in Religious Life*, Sri Ramakrishna Math, Madras, 1975.

Marfat.com

فلسفہ مذاہب

پرانے نظریات اور سائنسی استدلال کے نئے نظریات کے مابین بین الاقوامی تضادات کے موجودہ اہم دور میں یہ نہایت ضروری ہو گیا ہے کہ ہم تمام اہم مذاہب کی عملی اہمیت کی حامل ہمہ گیر صداقتوں سے شناسائی حاصل کریں۔ یہ شناسائی سچ' محبت' امن' اتحاد' مہربانی' پاکیزگی' ضبط نفس' خیرات اور مسرت کی بنیادی تعلیمات کو سمجھنے میں انسانیت کے لئے مددگار ہو گی۔ اس سے تمام مذاہب کی اساسی یکسانیت اور اتحاد کا احساس ملے گا۔

فکشن ہاؤس
۱۸۔ مزنگ روڈ، لاہور

Marfat.com